## ① نصرة الامام السبکی برد الصارم المنکی

شیخ ابن الہادی کی کتاب الصارم کے رد سے امام سبکی کی نصرت

# سفرِ مدینہ کی صحیح نیت بارگاہِ نبوی ﷺ کی حاضری

تصنیف شیخ الاسلام ابراہیم سمنودی مصری

صفحات (۱۹ تا ۴۶۲)

## ② مسالة فی شد الرحال الی غیر المساجد الثلاثة

# تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر

تصنیف شیخ محمد امیر صنعانی (ت: ۱۱۸۲)

صفحات (۴۶۳ تا ۴۷۴)

## ③ المقالة المرضیة فی الرد علی من ینکر الزیارة المحمدیة

قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی مصری اخنائی مالکی (ت: ۷۵۰)

صفحات (۴۷۵ تا ۴۸۵)

## ④ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول حکایت

## کے بارے میں ایک اہم تحقیق

صفحات (۴۸۷ تا ۵۱۲)


# صفہ فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Suffah Foundation

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
صَدَقَ اللهُ الْعَظِيمُ



عربی تصنیف ..... نصرۃ الامام السبکی برد الصارم المنکی

اردو ترجمہ ..... سفر مدینہ کی صحیح نیت۔ بارگاہ نبوی ﷺ کی حاضری

مصنف ..... شیخ الاسلام ابراہیم سمنودی مصری

ترجمہ ..... مفتی محمد خان قادری

زیر سرپرستی ..... عمر حیات قادری

اہتمام ..... علامہ محمد فاروق قادری

املاء ..... محمد عمران عنصر

تاریخ اشاعت ..... جمادی الثانیہ ۱۴۴۱ھ فروری 2020ء

برائے رابطہ

حجاز پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ لاہور، 1 اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ملک نعیم روڈ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

Ph:042-35300353 Mob:0322-4899611-0300-4407048

صفہ فاؤنڈیشن بلاک نمبر 2 اسلامی کالونی ائیر پورٹ روڈ بہاولپور پاکستان Mob:0300-9681389

U.K. Suffah Foundation: 142 Lockwood Road, Huddersfield, HD1 3QX, United Kingdom

# حسنِ ترتیب

| صفحہ | عنوان |
| --- | --- |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہم دین میں ہر بدعتی کے خلاف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، صلوٰۃ وسلام نازل ہو متقین کے سربراہ سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر شرع متین کی مدد کے لیے جس عالم نے بھی محنت کی اور احادیث کی خدمت کرتے ہوئے مبطلین کے خلاف جدوجہد کی ان پر بھی ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد بندہ (جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے) کہتا ہے۔ ابراہیم سمنودی منصوری بن عالم فاضل شیخ عثمان سمنودی بن شیخ الاسلام، عالم الانام، مفتی المسلمین، قدوۃ العلماء العالمین علامہ شیخ محمد ابوداؤد سمنودی بن استاذ الکامل الشیخ الحاج داؤد سمنودی بن شیخ احمد سمنودی العطار، اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا احسان فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے دار رضوان ان کے لیے بہتر کرے۔ آمین

## وجہ تالیف

جب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنی کتاب "سعادة الدارين في الرد على الفرقتين الوهابية ومقلدة الظاهرية" کی تالیف سے فارغ ہوا جو ہمارے شہر منصورہ کی تاریخ اور اس کے مفتی کے مشہور واقع پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب میں شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی حرانی الملقب بشیخ الاسلام (ت: ۷۲۸ھ) کے حال کو بیان کیا ہے اور اس کی فحش اور باطل باتوں میں سے کچھ کا رد کر کے لوگوں کو بتایا۔

## شفاء السقام کی طباعت

اتفاقاً اس کے بعد قاہرہ مصر سے چھپی کتاب جلیل جس کی مثال نہیں۔ ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ وازکی السلام'' چھپی جو انہوں نے شیخ احمد بن تیمیہ کی ان غلطیوں کے بارے میں لکھی جو اس نے قبر مکرم نبوی ﷺ کی زیارت، اس کی طرف سفر اور دیگر قبور کی زیارت کے بارے میں کیں تھیں، ان کا اسم گرامی علامہ کبیر عالم شہیر قاضی قضاۃ الانام شیخ الاسلام حجۃ المناظرین الشیخ تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی (ت:۷۵۶ھ) ہے۔ جن کی دیانت، علم، امامت اور مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر اجماع ہے۔

## الصارم المنکی کی طباعت

ایک غبی نے ایسے لوگوں کے ابھارنے پر جن کا کوئی اخلاق نہیں قاہرہ سے مذکورہ کتاب کی طباعت کا اہتمام کیا، جسے احمد بن تیمیہ کے ایک شاگرد محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی (ت:۷۴۴) نے لکھا جو ایک ذکی ہیں، اس میں اس نے امام سبکی کی گفتگو کا رد کیا اور اس کا نام ''الصارم المنکی'' رکھا، اس کتاب میں امام موصوف کی خوب تحقیر کی اور اپنے مذکور شیخ (ابن تیمیہ) کے باطل مؤقف میں تعصب برتا۔ علامہ فہامہ شیخ ابن علان صدیقی نے اپنی کتاب ''المبرد المبکی'' میں اس کا رد بہت اچھا لکھا جس کی تصریح انہوں نے امام نووی کے مناسک کی شرح میں یوں کی۔

زیارت کے انکار کے بارے میں ابن تیمیہ کی طرف توجہ نہ کی جائے جیسا کہ اس کے بارے میں ہم نے اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ اسی طرح ہے جیسے امام عز بن جماعہ نے اس کے بارے میں کہا کہ وہ ایسا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا اور تقی سبکی نے مستقل کتاب میں ابن تیمیہ کا طویل رد لکھا اور ابن تیمیہ کے ایک شاگرد نے کلام سبکی کا رد کرنے کی جرأت کی اور اس کا نام ''الصارم المنکی'' (نون، کے ساتھ) رکھا۔ میں نے اس کے رد میں ''المبرد المبکی'' (با کے ساتھ) لکھی یہ بڑی علمی چیز ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل پر مدد فرمائے۔

اب تک میں باوجود طویل تلاش کے ''المبرد المبکی' سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ ہمارے علاقہ مصر میں ابن عبد الهادی کی یہ کتاب ''الصارم المبکی'' کے نام سے شائع ہو رہی ہے۔

## کتاب کا نام

میں نے اپنے مسلمان بھائیوں پر ترس کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کہ میں انہیں مبطلین کے کلام سے بچاؤں اور کچھ لکھوں جس سے اس کے افتراء، مبالغہ، تناقض، مغالطہ، کمزور آراء، ملمع کردہ مردود اقوال، جھوٹے دعوے، باطل ملاوٹیں واضح کر سکوں، ان چیزوں سے اعراض کرتے ہوئے جو امام سبکی کے حق میں اس نے سوئے ادب سے کام لیا کیونکہ وہ مقصود سے خارج ہے اور اس کتاب سے مدد لیتے ہوئے جو میں نے لکھی جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔

مولانا علامہ شیخ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (ت:۱۳۰۴ھ) نے ایک رسالے کا نام "نصرۃ الامام السبکی برد الصارم المنکی" رکھا ہے۔ میں نے بھی مطلعین کی آسانی کے لیے مذکورہ کتاب کا نام وہی منتخب کیا۔ اللہ سبحانہ سے مدد مانگتے اسی پر توکل کرتے ہوئے اس اُمید پر کہ وہ اپنے ہاں دائمی جنت میں کامیابی عطا کرے گا سب سے بڑی اُمید گاہ وہی ہے اور سب سے معزز ہستی وہی ہے۔ جس سے مانگا جائے۔

**نوٹ:** ہم "قولہ" کا "اعتراض" اور "اقول" کا ترجمہ "جواب" کریں گے۔

(قادری غفرلہ)

**اعتراض:** صاحب "الصارم المنکی" نے صفحہ "۴" پر لکھا:

حتی کہ سبکی نے یہ گمان کیا کہ شیخ ابوزکریا نووی نے "شرح مسلم" میں شیخ ابومحمد جوینی سے (شدّ الرحال) سفر کرنے کی نہی اور تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا مثلاً انبیاء اور صالحین کی قبور کی طرف اور فضیلت والے مقامات کی طرف جانا، یہ ان چیزوں میں سے ہے جو شیخ ابومحمد کی غلطی ہے اور یہ چیز ان سے بطور سہو اور غفلت واقع ہوئی ہے۔

اور "صاحب الصارم المنکی" نے لکھا:

شیخ ابومحمد اور کوئی دوسرا ان میں سے ہے۔ جس کے غلط کلام کو قبول کیا جاتا ہے اور ہم ان کے غلط ہونے کا حکم لگاتے اور انہوں نے حدیث کا مقصود نہیں سمجھا تو اس معترض (سبکی) کے کلام پر غور کر دجو فاسد رائے کے ساتھ نقل صحیح کے رد پر مشتمل ہے۔

## جواب: امام نووی نے غلط کہا

یہ بڑی عجیب چیز ہے جسے کوئی بھی صاحب عقل پسند نہیں کرے گا کیونکہ شیخ

ابومحمد جوینی پر مذکور غلطی کا حکم امام نووی نے خود اپنی ''شرح صحیح مسلم'' کے باب'' فضل

المساجد الثلاثة''میں ذکر کیا ہے جیسا کہ سبکی نے اسے ''شفاء السقام''میں بیان کیا

## پہلے امام غزالی رحمہ اللہ نے غلط قرار دیا

امام نووی سے پہلے شیخ ابومحمد کے مذکورہ قول کا امام حجۃ الاسلام غزالی نے رد کیا

ان کی ''احیاء العلوم الدین'' کی کتاب "اسرار الحج" کی عبارت مع شرح سید

مرتضی زبیدی حدیث ''لا تشد الرحال الا ثلاثة مساجد'' کے تحت ملاحظہ کیجیے۔

بعض اہل علم اس حدیث سے فضیلت والے مقامات اور صالحین کی قبور کی

طرف سفر کرنے سے ممانعت پر استدلال کرتے ہیں اور نہی کو انہوں نے تحریم پر محمول

کیا ہے اس بعض سے اُن کی مراد ان کے شیخ امام الحرمین کے والد (جوینی) ہیں۔ ان

سے موافقت قاضی حسین نے کی اور مالکیوں سے قاضی عیاض اور حنابلہ سے احمد بن

تیمیہ نے کی۔ اس میں متعدد رسائل لکھے۔ اور شیخ تقی سبکی نے اس مسئلہ میں ان کے رد

میں مستقل کتاب لکھی جس میں ان احادیث کا ذکر کیا جو انبیاء وصالحین کی زیارت کی

اباحت کے بارے میں آئی ہیں۔

امام نووی نے جوینی، قاضی حسین اور قاضی عیاض کا قول نقل کر کے کہا، یہ غلط

ہے اور ''لا تشد الرحال'' کا معنی یہ ہے کہ شد رحال میں کوئی فضیلت نہیں اور غزالی

ان سے پہلے اس طرف گئے ہیں اور کہا کہ جو مجھ پر بات ظاہر ہوئی ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں (جوانہوں نے نہی کو حرام پر محمول کیا ہے) بلکہ زیارت کا تو حکم دیا گیا ہے،

آپ نے فرمایا:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا

فزورھا ولا تقولوا ھجراً اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی

غلط بات نہ کرو۔ (مسلم: ۲-۶۷۲)

مذکورہ حدیث ان مساجد کے بارے میں آئی ہے جن میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ مقامات خیر اس معنٰی میں نہیں کیونکہ ان تین مساجد کے بعد تمام مساجد آپس میں مساوی اور ہم مثل ہیں کوئی شہر ایسا نہیں جس میں کوئی معظم مسجد نہ ہو تو کسی اور مسجد کی طرف سفر کا کوئی معنٰی ہی نہیں جبکہ اس کے شہر میں مسجد موجود ہے۔ رہے مقامات وہ برابر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجات کے مطابق برکت ہے۔ پھر میں نہیں جانتا یہ قائل منع کرتا ہے۔ قبور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سفر سے مثلاً حضرت ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ، اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کی قبور، ان سے منع کرنا نہایت ہی محال اور انتہائی ممتنع ہے۔ جب وہ اسے جائز رکھتے اور تسلیم کرتے ہیں تو اولیاء وعلماء، صالحین بلا مانع اسی معنٰی میں ہیں تو بعید نہیں کہ ان کی طرف سفر مستحب ہیں جیسے زندگی میں علماء کی زیارت اہم مقاصد میں سے ہے۔

امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں ''باب سفر المرأۃ مع محرم الی الحج''

میں بھی شیخ ابو محمد جوینی کا قول نقل کیا کہ تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا اور سوار ہونا، حرام ہے۔ قاضی عیاض نے بھی اس قول کے مختار ہونے کی طرف اشارہ کیا۔

اس پر امام موصوف نے لکھا، ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح یہ ہے اور یہی امام الحرمین اور محققین کے ہاں مختار ہے کہ یہ سفر نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مراد فضیلت تامہ ہے جو صرف ان تین مساجد کی طرف سفر سے خاص ہے۔

(شرح نووی علی مسلم: ۹-۱۰۲)

اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ صحیح کا مقابل فاسد و باطل ہوتا ہے۔

شیخ سبکی نے امام نووی کی عبارت میں وقوع خلل سے استدلال کیا جسے مخالف نے ذکر کیا، اضافہ تمثیل کے ساتھ انبیاء اور صالحین کی قبور کی طرف جانا تقاضا کرتا ہے کہ شیخ ابو محمد نے ان کو حرام قرار دیا جیسے اسے امام الحرمین، رافعی اور نووی نے "شرح المھذب" میں خود نقل کیا۔ یہ تب ہے اگر مسئلہ کو قصد مساجد تک فرض کیا جائے اور امام نووی کا کلام شرح مسلم "باب فضل المساجد الثلاثة" میں اسی کی تائید کرتا ہے اور انہوں نے شیخ ابو محمد جوینی کے مذکور کلام کو اسی پر محمول کیا جس کا بیان سبکی نے اپنی "شفاء" میں کیا۔

علامہ ابن حجر مکی نے "الجوھر المنظم" میں حدیث "لا تشد الرحال الا الی ثلاثة المساجد ۔۔۔" پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر میں تین مذاہب ہیں۔

شیخ ابو محمد جوینی اس سے منع کرتے ہوئے کبھی اسے مکروہ اور کبھی اسے حرام کہتے ہیں۔ شیخ ابو علی کہتے ہیں: نہ یہ حرام ہے اور نہ مکروہ۔ مراد یہ ہے کہ ان تین کی طرف سفر قربت (فضیلت) میں محدود ہے اور دیگر کی طرف سفر میں کوئی قربت (فضیلت) نہیں۔ ہمارے نزدیک معتمد بلکہ یہی صواب و درست ہے یہی وجہ ہے کہ امام نووی اور دیگر نے شیخ ابو محمد جوینی کو غلط قرار دیا جیسے پیچھے گزرا اور امام سبکی نے اس پر لکھا کہ اگر مقصود اس سے تعظیم ہو تو پہلا قول حق ورنہ دوسرا حق ہے۔

بتائیے شیخ تقی سبکی پر کیا طعن و عیب ہے؟ اب علم کی روشنی میں تمام معاملہ سامنے آگیا تو مخالف کو سبکی پر مذکورہ بات سے طعن و تشنیع کا حق نہیں تو اس کی یہ گفتگو نہایت ہی باطل ہے لہذا انصاف سے کام لیجیے۔

**اعتراض:** صاحب صارم نے صفحہ "۷" پر لکھا کہ ان کے شیخ ابن تیمیہ کی مناسک اور تصنیفات زیارت قبر نبوی ﷺ کے مستحب ہونے کے ذکر سے مالا مال ہے۔

صفحہ "۸" پر لکھا، اسی طرح شیخ نے دیگر کتب میں زیارت قبر نبوی ﷺ کے مستحب ہونے کا ذکر کیا ہے۔

## جواب: انکار زیارت پر پچیس عبارات

آنے والی شیخ کی عبارات گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا مذکور شیخ قبر نبوی ﷺ کی نفس زیارت سے منع کرتا، روکتا اور اسے غیر مقدور، غیر مشروع اور ممتنع قرار دیتا اور منع کردہ بدعات میں شامل کرتا ہے اور اس کی طرف سفر کو حرام قرار دیتے ہوئے

اسے سفر معصیت کہتا ہے۔ آیئے عبارات ملاحظہ کیجیے:

**پہلی عبارت:** صفحہ "۲۴" پر اس کی پہلی عبارت یہ ہے کہ کسی ایک صحابی نے قبر نبوی ﷺ کے لیے شہر مدینہ کا سفر نہیں کیا بلکہ وہ آتے، آپ کی مسجد میں نماز پڑھتے اور دوران نماز آپ پر سلام پڑھتے۔ دخول مسجد اور اس سے خروج کے وقت سلام کہتے حالانکہ آپ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہیں، اس کمرہ میں وہ داخل نہ ہوتے اور نہ وہ اس کے باہر دیواروں کے پاس مسجد میں کھڑے ہوتے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں وہ لشکر آئے جنہوں نے شام اور عراق کو فتح کیا۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (پ ۶، المائدہ: ۵۴)

تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا۔

انہوں نے آپ کی مسجد میں اسی طرح نماز پڑھی جیسے ہم نے اُوپر ذکر کیا اور ان میں سے کوئی قبر انور کی طرف نہ گیا نہ حجرہ میں داخل ہوا اور نہ مسجد میں اس کے باہر کھڑا ہوا۔

**دوسری عبارت:** صفحہ ۲۷ پر ابن تیمیہ کی یہ عبارت ہے جس نے صرف زیارت قبر کے لیے سفر کا ارادہ کیا اور اس نے آپ کی مسجد میں نماز کا ارادہ نہ کیا وہ مدینہ کا مسافر بنا لیکن اس نے آپ پر مسجد میں نماز میں درود شریف نہ پڑھا بلکہ وہ قبر پر گیا پھر واپس ہو گیا یہ بدعتی، گمراہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت، اجماع صحابہ اور علماء اُمت کے مخالف ہے۔ اس کے بارے میں دو اقوال ہیں: **پہلا قول:** یہ حرام ہے۔

**دوسرا قول:** اس پر کوئی شے لازم نہیں اور اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔

علماء مسلمین جو زیارت شرعی کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ دخول مسجد کے وقت اور نماز میں آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آگے چل کر لکھا، ہم نہیں جانتے کہ مسلمان علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس عمل کو مستحب قرار دیا ہو۔

**تیسری عبارت:** صفحہ ''۴۷'' پر لکھا، امام مالک اور دیگر نے اسے یوں مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص ''زرت قبر النبی ﷺ'' کہے، یہ الفاظ نہ تو نبی سے منقول ہیں بلکہ اس بارے میں مذکورہ تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔

**چوتھی عبارت:** صفحہ ''۴۷'' پر لکھا، اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ آپ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر مستحب ہے اس سے ان کی مراد آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے کیونکہ مسافر اور زیارت کرنے والے مسجد میں ہی نماز پڑھتے ہیں، کوئی نہ قبر کی طرف نماز پڑھتا ہے اور نہ کوئی آپ کے حجرہ میں داخل ہوتا ہے۔

**پانچویں عبارت:** صفحہ ''۴۸'' پر شیخ ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا کہ جس سفر کو آپ کی زیارت کہا جاتا ہے وہ آپ ﷺ کی مسجد کی طرف سفر ہوتا ہے اور یہ نص اور اجماع سے ثابت ہے تو مسافر کے لیے لازم ہے کہ وہ آپ کی مسجد اور اس میں نماز کے لیے سفر کا قصد کرے۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ شد رحال کی ممانعت آپ کی قبر کی طرف شد رحال کو شامل نہیں کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں اور اب آپ ﷺ کی مسجد کی طرف ہی شد رحال ہوگا اور یہ مشروع ہے۔ بخلاف کسی دوسرے کے کیونکہ اس

کی زیارت ممکن ہے تو اس کی طرف شد رحال ممکن ہوگا۔ آگے چل کر لکھا کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی زیارت بلا شد رحال مشروع اور شد رحال کے ساتھ ممنوع ہے جیسے دیگر مقامات اور اموات مسلمین اور شہداء کی قبور کا معاملہ ہے۔

**چھٹی عبارت:** صفحہ "۴۹" پر لکھا، کسی ایک صحابی سے یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے زیارت قبر نبوی ﷺ کا نام لیا ہو نہ اس میں شوق دلانے کے لیے اور نہ بغیر شوق کے تو معلوم ہوا کہ اس لفظ کے مسمّٰی کی ان کے ہاں حقیقت ہی نہیں۔

**ساتویں عبارت:** صفحہ "۵۰" پر ہے کہ مسلمانوں کی حدیث و فقہ میں کوئی قابل اعتماد چیز نہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیارت قبر نبوی ﷺ کے بارے میں کوئی اصل ہو اور اکثر جمہور علماء کی کتب میں استحباب زیارت پر کوئی شے نہیں۔

اسی لیے کُتب فقہ میں اکثر جو مختصر یاد کی جاتی ہیں ان میں قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے استحباب پر کوئی شے نہیں حالانکہ انہوں نے احکام مدینہ ذکر کیے ہیں اور بہت کم لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے اور جنہوں نے ذکر کیا انہوں نے اس کی تفسیر مسجد کی طرف جانے سے کی ہے جیسے گزرا۔ اور یہ معلوم ہے اگر یہ اُمت کے ہاں زمانہ صحابہ و تابعین سے معروف سنت اور معمول ہوتا تو یہ علمائے اسلام کے ہاں مشہور ہوتا۔

**آٹھویں عبارت:** صفحہ "۵۱" پر ہے، معلوم ہو گیا کہ قبور کی معروف زیارت، آپ کی قبر کے حوالہ سے ممتنع ہے تو یہ عمل نہ مقدور ہے اور نہ مامور۔

**نویں عبارت:** صفحہ "۷۱" پر لکھا، آپ ﷺ کی قبر کے پاس گھر میں کسی کا پہنچنا ممکن

نہیں تو وہاں ایسا کوئی عمل مشروع نہیں جو دوسری جگہ سے یہاں بہتر ہو اور اگر وہ مشروع ہوتا تو اُمت کے لیے حجرہ کا دروازہ کھلا رہتا۔

**دسویں عبارت:** صفحہ "۷۲" پر لکھا، یہ معلوم ہے کہ محض قبر نبوی ﷺ کی زیارت، قبور معروفہ کی زیارت کی طرح غیر مشروع اور ممکن نہیں اگر اُمت کے لیے آپ کی قبر کی زیارت کوئی زائد عبادت ہوتی تو حجرہ کا دروازہ کھلا ہوتا اور لوگ آپ کی قبر کے پاس اس عبادت کو بجالانے پر قادر ہوتے اور یہ تو ان کے لیے ممکن نہیں۔ البتہ آپ کی مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور آپ کی مسجد میں وہی کچھ مشروع ہے جو دیگر مساجد میں مشروع ہے۔

**گیارہویں عبارت:** صفحہ "۷۳" پر لکھا، جو آپ ﷺ نے لوگوں کے لیے مشروع قرار دیا وہ آپ پر ہر جگہ سے درود و سلام ہے اور یہ کہ آپ کے گھر کو میلہ نہ بنائیں اور سجدہ گاہ نہ بنائیں اور اپنے پاس داخل ہونے سے منع کیا اور اس سے منع کیا کہ دیگر قبور کی طرح آپ کی زیارت کی جائے۔

**بارہویں عبارت:** صفحہ "۱۱۳" پر عبارت ہے، اسی لیے شہر مدینہ میں صحابہ، خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے دور میں جب مسجد میں نماز کے لیے داخل ہوتے یا اعتکاف کے لیے یا تعلیم یا تعلم یا اللہ کے ذکر اور اس سے دعا وغیرہ کے لیے آتے جو مساجد میں مشروع ہے تو وہ قبر کی جانب نہ جاتے کہ اس کی وہاں زیارت کریں اور نہ حجرہ کے باہر کھڑے ہوتے، وہ حجرہ میں بھی آپ کی قبر کی زیارت کے لیے داخل نہ ہوتے

یہاں تک لکھا کہ یہ اُن بدعات میں سے ہے جس کا آئمہ اور اہل علم نے رد کیا ہے۔

**تیرہویں عبارت:** صفحہ "۱۱۴" پر لکھا، اہل مدینہ کے لیے زیارت قبور مستحب ہے جیسے نبی ﷺ کی اقتدا میں دوسروں کے لیے مستحب ہے لیکن قبر نبوی ﷺ حساً اور شرعاً ممانعت کے ساتھ مخصوص ہے جیسے آپ کو حجرہ میں دفن کیا گیا اور حجرہ میں قبر کی زیارت سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جیسے دیگر قبور کی زیارت کی جاتی ہے اور زیارت کرنے والا قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن قبر نبوی ﷺ کا معاملہ اس طرح نہیں تو آپ کے حق میں یہ زیارت مستحب نہیں اور نہ ہی ممکن ہے تو یہ آپ کے قدر و شرف کی بلندی کی وجہ سے ہو۔

**چودھویں عبارت:** صفحہ "۱۱۵" پر ہے: تواتر اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ رسول ﷺ کی قبر تک پہنچنا مشروع نہیں۔ یہاں تک لکھا کہ یہ زیارت آپ کے حق میں نص اور اجماع کی وجہ سے غیر مشروع ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے تو ان لوگوں کی غلطی سامنے آگئی جو اسے عام مسلمانوں پر قیاس کرتے ہیں۔

**پندرہویں عبارت:** صفحہ ۱۱۶ پر لکھا: یہاں مقصود یہ جاننا ہے کہ جاری سنت کیا ہے تو جس پہ آپ کے خلفاء، صحابہ، اہل علم و دین جو شہر مدینہ میں تھے انہوں نے آپ کی قبر کی زیارت ترک کی جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق اور اسکے رسول کا حق ادا کرنے میں بڑے کامل تھے۔

**سولہویں عبارت:** صفحہ "۱۱۷" پر لکھا، اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے آپ کا حجرہ میں دفن ہونا ہے کہ لوگوں کو آپ کی قبر کے مشاہدہ، وہاں ٹھہرنا اور اس کی زیارت وغیرہ سے

روک دیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کی عبادت اپنے مقام پر ثابت رہے۔

**سترہویں عبارت:** صفحہ "۱۱۸" پر لکھا، اگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی قبر کی زیارت کا اذن اور اس پر قدرت دی ہوتی تو انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے رسول کے حق سے اعراض کیا۔

**آٹھارہویں عبارت:** صفحہ "۱۱۹" پر ہے، یہ اور دیگر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس سے لوگوں کو روکا اور منع کیا گیا اور سلف اسے نہیں کرتے تھے وہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت ہے

**اُنیسویں عبارت:** صفحہ "۱۲۶" پر لکھا، وہ چیز جسے آپ کے صحابہ نے مشروع قرار دیا اور اس پر عمل کیا، وہ قبر نبی کی زیارت کی ممانعت ہے جیسے دیگر قبور کی زیارت کی جاتی ہے اور یہ آپ کے فضائل میں سے ہے۔

**بیسویں عبارت:** صفحہ ۱۴۲، آپ کی قبر کی زیارت جس طرح زیارت قبور معروف ہے یہ ممتنع ہے نہ اس پر قدرت ہے اور نہ یہ مشروع ہے۔

**اکیسویں عبارت:** صفحہ ۱۵۱، پر ہے کہ صحابہ آپ کی قبر کی زیارت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے منع کیا گیا ہے اگر آپ کی قبر کی زیارت دیگر قبور کی طرح کی جاتی جس طرح اہل بقیع اور شہداء اُحد ہیں تو صحابہ اسے بجالاتے آپ کے حجرہ میں داخل ہو کر یا قبر کے پاس ٹھہر کر جب وہ مسجد میں داخل ہوتے حالانکہ انہوں نے نہ یہ کیا نہ وہ کیا بلکہ یہ بدعات میں سے ہے جسے آئمہ بدعت نے واضح کیا ہے۔

**بائیسویں عبارت:** صفحہ "۱۵۲" پر لکھا، یہ واضح کر دیتا ہے کہ اہل مدینہ کا قبر پر ٹھہرنا

جسے آپ کی قبر کی زیارت کہا جاتا ہے ان بدعات میں سے ہے جسے صحابہ بجا نہیں لائے اور اس سے منع کیا گیا ہے یہاں تک لکھا کہ اسی لیے شہر مدینہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ کسی نے آپ ﷺ کی قبر کی زیارت نہیں کی۔

**تیئسویں عبارت:** صفحہ "۲۷۰" پر لکھا ہے، مہاجرین وانصار حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے دور میں پانچ مرتبہ مسجد میں آکر نماز پڑھتے اُس کے باوجود وہ قبر کی طرف جاکر آپ کو سلام نہیں کہتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ نبی ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں اور اس سے آپ نے انہیں منع کیا ہے۔

**چوبیسویں عبارت:** صفحہ "۲۸۲" پر ہے، اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے محض قبر کی زیارت کے لیے سفر کیا، بعض کہتے ہیں: یہ سفر مباح ہے لیکن یہ لوگ نہایت ہی قلیل ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ یہ سفر ممنوع ہے اور یہ اکثر ہیں اور دلیل انہی کے ساتھ ہے، مجتہدین میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ ایسے شخص کا سفر طاعت اور قربت ہے اس کی طرف یہ معترض (سبکی) ہی گئے ہیں۔

**پچیسویں عبارت:** صفحہ "۲۸۴" پر ہے، قبر کے پاس وہاں لوگوں کا داخلہ آپ پر صلوٰۃ وسلام کے لیے ہوگا یا نماز و دعا کے لیے؟ تو یہ لوگوں کے لیے آپ نے مشروع نہیں کیا بلکہ اس سے منع کیا ہے۔

## علامہ عبدالحی لکھنوی کی تائید

اور دیگر بہت سی باتیں ایسی لکھیں جو طویل ہیں اور کان سننے سے تھکاوٹ محسوس

کرتے اور طبیعت ان سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے علامہ شیخ محمد عبدالحئ لکھنوی نے اپنے رسالہ "ابراز الغی الواقع فی شفاء العی" میں لکھا، قبر نبوی کی نفس زیارت کے بارے میں ابن تیمیہ کے دور تک اس کے عدم مشروعیت کی طرف کوئی ایک امام اور ملت کے علماء میں سے کوئی نہیں گیا بلکہ ان تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارت عبادات میں سے افضل اور طاعات میں سے بہت بلند درجہ رکھتی ہے اور ان کا زیارت کے مستحب اور وجوب میں اختلاف ہوا۔ کثیر نے یہ کہا کہ یہ مستحب ہے، کچھ مالکیہ اور ظاہریہ نے کہا کہ یہ زیارت واجب ہے۔ اکثر احناف نے کہا کہ یہ واجب کے قریب ہے اور ان کے ہاں قریب واجب، حکم واجب میں ہوتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے اُمت کے اجماع کو توڑا اور ایسی چیز بیان کی جس کی طرف اس سے پہلے ایک عالم بھی نہیں گیا وہ ابن تیمیہ ہے۔ اس نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کو غیر مشروع قرار دیا اور اس کے متبعین میں سے کثیر نے اگرچہ اس کے اس قول کی صحت کا انکار کیا، یہی وہ بات تھی کہ پہلے میں اس کے بارے میں یہی گمان رکھتا تھا لیکن اس کے شاگرد (ابن عبدالہادی) کی "الصارم المنکی" پڑھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ وہ نفس زیارت کی مشروعیت کا ہی انکار کرتا ہے جو صارم کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔

اسی سے صاحب صارم کا یہ دعویٰ باطل ہو گیا اور یہ بھی علم میں آ گیا کہ آئندہ کچھ مقامات پر اس کا یہ قول کہ اس کا شیخ قبر نبوی کی زیارت شرعی کا منکر نہیں وہ تو صرف زیارت

بدعی کا منکر ہے۔ یہ بات صحیح نہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو نہایت آشکار کر دیا جائے گا۔

**اعتراض:** صفحہ ۸۰ پر لکھا، اس کے شیخ ابن تیمیہ نے مسئلہ محض زیارت قبور کے لیے شد رحال اور سوار ہو کے جانے میں علماء متقدمین اور متاخرین کے دو اقوال ذکر کیے:

**پہلا قول:** زیارت مباح ہے، جیسے بعض شوافع اور امام احمد کے اصحاب نے کہا۔

**دوسرا قول:** یہ زیارت ممنوع ہے اس پر امام دار الہجرہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی تصریح ہے۔

## جواب: امام مالک رحمہ اللہ کا بری ہونا

یہ امام مالک رضی اللہ عنہ پر افترا ہے کیونکہ یہ ان سے معروف نہیں جیسا کہ اس پر امام زرقانی "شرح المواھب" میں اور دیگر مالکیوں نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے اور یہ لوگ دیگر سے امام مالک کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں تو امام مالک علیہ الرحمہ اس قول سے بری ہیں۔

**اعتراض:** اور باقی تین آئمہ سے اس کے خلاف کچھ منقول نہیں۔

## جواب: کونسا جملہ، کونسی کتاب؟

یہ بھی ان آئمہ پر افترا ہے ان کی تحریرات میں سے کونسا جملہ اس ممانعت پر دلالت کرتا ہے؟ اور کونسی کتاب ہے جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے؟ بلکہ ہمارے سامنے ان کی کتابیں ہیں جو اس بات کو جھٹلاتی ہیں تو یہ دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ ان آئمہ میں سے کسی کی تصریح کے بغیر دعویٰ ہے اور ایسی بات ان کی طرف سے کہنا عظیم جرأت اور کبیر عذاب کا سبب ہے۔

**اعتراض:** اسی کی طرف شافعی اور امام احمد کے اصحاب میں سے ایک جماعت گئی ہے

**جواب: غلط قرار دیا**

محققین نے ایسے لوگوں کو غلط قرار دیا ہے مثلاً امام غزالی، امام نووی، جن کا حوالہ اُوپر گزرا اور میں نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں اس طرح کردیا ہے جس پر مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔ عنقریب کچھ آ بھی جائے گا۔

**اعتراض:** شیخ ابن تیمیہ نے زیارت قبور کی طرف سفر کی ممانعت پر ایسی مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی صحت وثبوت پر اتفاق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| لا تشد الرحال الا الیٰ ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا | تین مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر نہ کرو، میری مسجد۔ |

**جواب:** اس حدیث میں اس مسئلہ پر کوئی حجت نہیں جو صاحب ''صارم المنکی'' نے خیال کیا جسے امام سبکی نے اسے اپنی ''شفاء السقام'' میں واضح کیا اور میں نے مذکورہ کتاب میں اس کی تفصیل دی، اس میں سے کچھ یہ ہے کہ حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر اس میں نماز کی ادائیگی کے لیے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے ماسوائے ان تین مساجد کے ان میں نماز ادا کر کے تعظیم کی جائے گی، نہ یہ کہ تم ان کے علاوہ کسی کی طرف سفر ہی نہیں کر سکتے اور اس پر دلیل اس حدیث میں مساجد کا ذکر ہے تو الفاظ حدیث اس معنٰی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور

اس پر یہ بھی دلیل ہے امام احمد نے مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو سعید خدری سے سند حسن کے ساتھ یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا ہے:

لا ینبغی للمطی ان تشد رحالها الی مسجد تبتغی فیه الصلاۃ غیر المسجد الحرام (مسند احمد: ۲۳_۲۶۲)

کسی سوار کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لیے سفر کرے سوائے مسجد حرام کے۔

عنقریب ''الصارم المنکی'' کے صفحہ ۲۴۲ پر مخالف نے بھی ایسے ذکر کیا ہے اور امام ابو یعلیٰ، ابن خزیمہ، طبرانی، ضیاء اور امام احمد نے سند مذکور کے ساتھ یہ روایت کیا:

لا تشد الرحال الی مسجد یذکر الله فیه الا ثلاثة مساجد المسجد الحرام

کسی مسجد کی طرف اللہ کے ذکر کی خاطر ان تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے۔

تو مذکورہ حدیث، مساجد کے بارے میں ہے جن میں نماز ادا کی جائے جیسے اس کی تائید دیگر احادیث کر رہی ہیں۔

اس حدیث میں نہی وممانعت تنزیہ کے لیے ہے جیسے جمہور کا موقف ہے اور خیر کے مقامات اس معنیٰ میں نہیں جیسے انبیاء، صالحین کی قبور اور دیگر مقامات کیونکہ ان تین مساجد کے علاوہ سفر مثلاً برائے علم یا صلہ رحمی یا بہتر جگہ کی زیارت جیسے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت تو یہ اس جگہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی خاطر ہوتا ہے جو اس جگہ میں موجود ہے، اس منع سفر کے لیے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال مردود بلکہ غلط ہے جیسے میں نے مذکورہ اپنی کتاب میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۹" پر لکھا، یہ وہ چیز ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا اور دو اقوال میں سے ایک کی صحت پر متفق حدیث سے استدلال کیا تو اس پر اس کی وجہ سے کیوں عتاب ہے؟

**جواب:** ان پر عتاب ان کے جھوٹے اور طعن سے بھرے اضافات پر ہے جن کا ذکر پہلے گزرا اور کچھ آرہا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۱" پر پہلی حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کی بحث میں لکھا، یہ وہ حدیث ہے کہ معترض (سبکی) نے اس سے ابتدا کی اور یہ خیال کیا کہ یہ حدیث حسن یا صحیح اور یہ اس مسئلہ پر دیگر احادیث سے زیادہ قوی ہے حالانکہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ ثابت بلکہ آئمہ یہ حدیث کے نزدیک منکر اور ضعیف الاسناد ہے۔ پھر آگے اس پر طویل گفتگو کی۔

## جواب: متعدد محدثین کا حدیث کو صحیح و حسن قرار دینا

یہ مخالف اپنی بات میں جھوٹا ہے اور اس کی طویل گفتگو پر طوالت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کے تحت علامہ ملا علی قاری نے "شرح الشفاء" میں لکھا:

انہ صححہ جماعۃ من اھل الحدیث — اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ سیوطی نے "مناھل الصفابتخریج احادیث الشفاء" میں لکھا:

ان لہ طرقاً وشواھد حسنہ لاجلھا الذھبی — اس روایت کی متعدد سندیں اور شواہد ہیں جن کی وجہ سے ذہبی نے اسے حسن قرار دیا۔

علامہ زرقانی نے ''مختصر المقاصد الحسنة'' میں لکھا کہ حدیث ''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' حسن لغیرہ ہے۔

اور زرقانی نے اس کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے، فقیر حقیر فانی محمد بن عبدالباقی زرقانی نے ''المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنة'' کا اختصار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ لطیف، خوبصورت اور عمدہ ہے۔ پھر اس مختصر کا میں نے یوں اختصار کیا کہ جہاں بھی الفاظ حدیث ذکر کروں اور اس کے بعد صحیح یا ضعیف یا اس کی مثل لکھوں تو یہ طالب اور جلدی والے کے لیے آسان کر دیا ہے اور جہاں میں ''باطل'' یا ''لا اصل له'' یا ''لا اعرفه'' یا اس کی مثل یہ لکھوں'' تو یہ الفاظ سخاوی کی حکایت ہوگی اور جہاں میں یہ لکھوں ''حسن لغیرہ'' تو یہ سخاوی کے معنیٰ سے حکایت ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تلخیص الحبیر بتخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر'' میں لکھا، اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں لیکن حدیث ابن عمر کو شیخ ابو علی ابن سکن نے اپنی ''السنن الصحاح'' میں لا کر صحیح قرار دیا اور امام عبدالحق نے ''الاحکام'' (الاحکام الصغری، ۱: ۳۶۷) میں اس پر سکوت اختیار کیا اور متاخرین میں سے تقی الدین سبکی نے طُرق کے مجموعے کا اعتبار کر کے اسے صحیح قرار دیا۔ (تلخیص الحبیر، ۲: ۲۶۷)

شیخ زین الدین مراغی نے کہا جیسا کہ ''المواھب'' اور زرقانی کی شرح میں ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ زیارت کے بارے میں وارد احادیث کی وجہ سے زیارت نبی کو قربت سمجھے کیونکہ یہ روایات درجہ حسن سے کم نہیں اگرچہ الگ الگ کلام ان میں ہے۔

حافظ سیوطی نے ''الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ'' میں لکھا کہ حدیث ''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' کو امام ابن ابی الدنیا، دار قطنی اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے متعدد طرق سے نقل کیا۔

ذہبی نے کہا کہ اس کی تمام سندیں کمزور ہیں ان میں سے بعض، بعض کو تقویت دیتی ہیں کیونکہ ان کے راویوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں اور ذہبی نے کہا کہ ان میں سے سب سے عمدہ سند روایت حاطب کی ہے:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی (دار قطنی فی السنن۔۲:۲۷۸) جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہر حیات میں میری زیارت کی۔

اسے ابن عساکر وغیرہ نے بھی تخریج کیا۔ (میزان الاعتدال للذہبی، ۷:۶۳)

شیخ شہاب الدین خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں لکھا: حدیث ابن عمر کو امام ابن خزیمہ، بزار، طبرانی نے روایت کیا اور ذہبی نے اسے حسن قرار دیا۔ اس روایت کے متعدد طرق اور شواہد ہیں جو ایک دوسرے کے مؤید ہیں۔ اس روایت پر طعن مردود ہے جس کا بیان سبکی نے کر دیا ہے۔

امام بیہقی کا یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس روایت کا راوی متفرد ہے اور تفرد کا اطلاق کبھی کبھی اس پر کیا جاتا ہے جیسے امام احمد نے دعائے استخارہ کی حدیث پر یہ حکم لگایا حالانکہ وہ مسلم و بخاری میں موجود ہے۔

اور ذہبی کا یہ قول کہ ’’اس کے تمام طرق کمزور ہیں اور وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔‘‘ اس کے منافی نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہوگی کہ انہوں نے اسے حسن تسلیم کیا ہے اور اس پر صحت کا اطلاق کرتے ہیں۔

اس کی مثل سید سمہودی کی ’’وفاء الوفا‘‘ اور ’’المواھب‘‘ اور اس پر امام زرقانی کی شرح اور ابن علان کی شرح ’’ایضاح النووی، اور ’’الجوھر المنظم‘‘ از علامہ محقق ابن حجر ہیتمی اور ’’السعی المشکور‘‘ از ان علامہ شیخ عبدالحی لکھنوی کے دیگر رسائل اور علامہ خطیب شربینی کی ’’مغنی‘‘ اور فقہ اور حدیث کے نقاد کی کتابوں میں اس روایت پر یہی حکم موجود ہے۔

**اعتراض:** بلکہ یہ حدیث آئمہ فن کے ہاں منکر اور ضعیف الاسناد ہے۔

## جواب: حدیث ضعیف کا قابل استدلال ہونا

اس روایت کا منکر ہونا بغرض تسلیم اس کے ضعیف ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس لیے کہ ہر منکر ضعیف نہیں اور نہ وہ روایت ضعیف ہوتی ہے جس کے راویوں میں سے کوئی متفرد ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ضعیف ہے تو اس سے ترک استدلال لازم نہیں آتا کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ حدیث ضعیف جبکہ اس کا ضعف شدید نہ ہو فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے تو اب قیل وقال نفع نہیں دے سکتا کیونکہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت جائز اور مشروع قربت ہے جو ایسے صحیح صریح دلائل سے ثابت ہے کہ اگر یہ روایت نہ بھی ہو تو ایسی حدیث کا عموم موجود ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے

اور وہ ''زوروا القبور'' (قبور کی زیارت کرو) ہے تو یہ فرمان کافی ہے اور مذکورہ روایت سے فضیلت زائدہ ثابت ہو جائے گی۔

امام حافظ سخاوی نے ''شرح الفیة'' میں لکھا: امام احمد ضعیف سے استدلال کرتے ہیں جبکہ اس مسئلہ میں کوئی دوسری روایت نہ ہو۔ ان کی اتباع امام ابوداؤد نے کی اور ان دونوں نے ہمیشہ حدیث ضعیف کو رائے اور قیاس سے مقدم رکھا اور اس طرح کا معاملہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے اور امام شافعی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہیں جبکہ کوئی دوسری روایت نہیں پاتے اس طرح جب اُمت کسی ضعیف روایت کو قبول کرلے تو صحیح یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے گا حتی کہ وہ اس بارے میں متواتر کی جگہ چلی جاتی ہے کہ جس سے قطعی چیز کا نسخ ہو سکتا ہے۔

پھر امام سخاوی نے مزید لکھا، امام نووی نے ''الاذکار'' میں فرمایا کہ احکام مثلاً حلال، حرام، بیع، نکاح اور طلاق وغیرہ میں حدیث حسن یا صحیح پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ کسی شے کے بارے میں احتیاط مقصود ہو (تو حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا)

فتح القدیر، کے ''کتاب الجنائز'' میں ہے، حدیث ضعیف غیر موضوع سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔ بحوالہ ''السعی المشکور'' حافظ سیوطی نے کہا، منکر ضعیف کی قسم ہے اور فضائل میں قبول ہے۔

امام شعرانی نے ''المیزان'' میں لکھا: جمہور محدثین حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں جب اس کے طرق کثیر ہوں کبھی اسے صحیح کے ساتھ اور کبھی حسن

کے ساتھ لاحق کرتے ہیں۔

شیخ شبراختیی نے "شرح الاربعین النوویۃ" میں لکھا کہ احکام میں حدیث ضعیف کا محلِ عمل نہ ہونا تب ہے جب اسے اہل علم قبول نہ کریں اگر اسے علماء نے قبول کیا تو وہ متعین طور پر حجت ہوگی اور احکام و دیگر (فضائل) میں حجت بنے گی جیسے امام شافعی رحمہ اللہ نے لکھا۔

**اعتراض:** اس علم کے ماہرین اور راسخین نے یہ بیان کیا ہے اور ان کے کلام میں معتمد اور ان کے اقوال میں رجوع کے بعد اس روایت کا ضعیف اور منکر ہونا ثابت ہوتا ہے

**جواب:** ہم اُوپر بیان کر آئے کہ روایت کے منکر ہونے سے اس کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا اور نہ ہی ضعیف سے استدلال متروک ہے جیسا کہ حدیث اور فقہ کے آئمہ نے واضح کر دیا ہے۔

**اعتراض:** وہ تمام احادیث جن کا ذکر اس مسئلہ پر معترض (سبکی) نے کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ دس سے زائد احادیث ہیں ان میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ تمام کی تمام نہایت ضعیف ہیں اور ان کا ضعف یہاں تک ہے کہ حفاظ و آئمہ نے ان پر وضع کا حکم جاری کیا ہے جس کی طرف شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) نے اشارہ کیا۔

**جواب:** جو کچھ تم نے ذکر کیا اس کے جواب میں اُوپر جو آیا اس سے یہ باطل ٹھہرتا ہے اور عنقریب میں تمہارے شیخ ابن تیمیہ سے ذکر کروں گا کہ زیارت کے بارے میں وارد تمام احادیث موضوع ہیں جیسا کہ تم نے اس سے اپنی کتاب کے کئی مقامات پر نقل

کیا اور تمہارے مخالف (امام سبکی) نے بھی اسے نقل کیا۔

**اعتراض:** اگر فرض کر لیا جائے کہ مذکورہ حدیث صحیح اور ثابت ہے تو اس میں اس معترض (سبکی) کے مقصود پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اس کی مراد پر حجت ہے۔

**جواب:** یہ بات درست نہیں جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت آجائے گی۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۲" پر لکھا، یہ حدیث منکر، اس کی سند ضعیف اور اس کا طریق جعلی ہے اس طرح کی روایت سے استدلال درست نہیں۔

**جواب:** یہ سراسر افترا، جسارت اور محسوس چیز کا انکار و دھکا ہے اور ایسا مبالغہ ہے جو گذشتہ اور آئندہ گفتگو کی وجہ سے مقبول نہیں۔

**اعتراض:** اس حدیث کو مشہور حفاظ میں سے کسی نے صحیح نہیں کہا اور آئمہ محققین میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔

## جواب: حدیث پر صحت وضعف کا حکم

اس روایت کو محققین کی ایک جماعت نے مقام استدلال پر ذکر کیا۔ ان میں سے قاضی عیاض مالکی اور دیگر محدثین ہیں۔ یہ دعویٰ کہ اسے کسی مشہور حافظ حدیث نے صحیح قرار نہیں دیا۔ اگر اس سے مراد اصطلاحی صحت کی نفی ہے تو تسلیم ہے لیکن یہ مخالف کے لیے مفید نہیں اور اگر اس سے مراد عام ہے تو اس کے اثبات کا مطالبہ ہے۔ علاوہ ازیں متاخرین کے کسی روایت کو حسن یا صحیح قرار دینے کا عدم اعتبار لازم نہیں آتا جیسے

گزرا، بہت ساری آحادیث جنہیں متقدمین نے ضعیف یا موضوع کہا، متاخرین نے ان کے حکم کو باطل قرار دیا اور بہت ساری آحادیث جن سے متقدمین خاموش رہے ان پر متاخرین نے حکم لگایا۔ اگر تم اس بارے میں ابن صلاح کا مذہب اختیار کرو تو ہم اسی سے مواخذہ کریں گے جو اس فن کے نقاد ماہرین اور ارباب اصلاح نے کیا ہے ''تقریب النووی'' اور اس کی شرح سیوطی میں ہے کہ جو شخص ان زمانوں میں کسی کتاب یا جز میں صحیح الاسناد حدیث دیکھے لیکن اس کی صحت پر مشہور مصنفات میں کسی معتبر حافظ حدیث نے اس کی صحت پر تصریح نہیں کی تو شیخ ابن صلاح کہتے ہیں: اس زمانہ کی اہلیت کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی صحت پر حکم نہیں لگایا جا سکتا:

والا ظهر عندی جوازه لمن تمكن وقويت معرفته — لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس کی معرفت قوی اور اس پر قادر ہے اس کے لیے حکم لگانا جائز ہے۔

حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس بارے میں محدثین کا عمل یہ ہے کہ بہت ساری احادیث کو متاخرین کی جماعت نے صحیح قرار دیا جن کی تصحیح ہم متقدمین سے نہیں پاتے

اور آگے چل کر امام عراقی نے لکھا، شیخ تقی الدین سبکی نے زیارت کے بارے میں حدیث ابن عمر کو صحیح قرار دیا اور یہ ہمیشہ سے ان لوگوں کا طریقہ ہے جن میں یہ استعداد اور اہلیت پائی جائے۔

اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا، ابن صلاح پر ہر اس بندے نے

اعتراض کیا جنہوں نے ان کی گفتگو کو مختصر کیا ہے۔ تمام نے ان کی گفتگو کا دلیل کے بغیر رد کیا ہے اور ان میں سے بعض نے یہ دلیل پکڑی کہ اہل عصر نے ان کی مخالفت کی اور ان کے بعد والوں نے بھی مثلاً ابن قطان، ضیاء مقدسی، زکی منذری اور ان کے بعد دمیاطی اور مزی وغیرہ لیکن کسی دوسرے کے عمل کو ابن صلاح کے خلاف دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ ان کے خلاف حجت یوں بن سکتی ہے کہ ان کی دلیل کو باطل قرار دیا جائے یا اس سے زیادہ قوی دلیل سے اس کا معارضہ کیا جائے۔ بعض نے یہ کہا کہ اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، تو ممکن ہے یہ اس بنا پر ہو کہ زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز ہے۔ اسے پہلی بات کے ساتھ یوں ملا دیا جائے کہ ان کے دعوی کے بارے میں پہلے کسی کا قول نہیں اور ان کے معاصرین کا اور ان کے بعد کے لوگوں کا عمل، ان کے قول کے خلاف ہے تو یہ اُن کے رد کے لیے دلیل بن سکتی ہے۔

پھر لکھا، فی الجملہ جن سے ابن صلاح نے استدلال کیا کہ ان اسانید میں سے ہر سند میں ایسے راوی نہیں جو ضبط کے اس درجہ پر پہنچیں جو صحیح کے لیے شرط ہے اگر ان کی مراد یہ ہے کہ تمام اسانید کا معاملہ اسی طرح ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ کچھ سندیں اس طرح ہیں تو ان کی بات مسلم ہے لیکن یہ دشوار ہونے پر دلیل اسی وقت بنے گی۔ جب کوئی ایسا جزء ہو جس کی روایت میں کوئی ان کا بیان کردہ راوی منفرد ہو۔

پھر ان کے کلام کا یہ تقاضا کہ متقدمین کی تصحیح کو قبول کیا جائے اور متاخرین کا رد

کرنے سے لازم آئے گا کہ صحیح کو رد کیا جائے اور غیر صحیح کو قبول کرلیا جائے۔ بہت ساری ایسی احادیث جن کی صحت پر پہلے کسی امام نے صحت کا حکم لگایا اور بعد میں آنے والا اس میں ایسی علت قادحہ سے آگاہ ہو گیا جو صحت حکم سے مانع ہے۔اور پھر ذکر کیا کہ حدیث کا حسن قرار دینا، اسے صحیح قرار دینے کی طرح ہی ہے بلکہ یہ اولیٰ ہے۔

اور لکھا، حافظ مزی نے حدیث "طلب العلم فریضة" کو حسن قرار دیا حالانکہ حفاظ حدیث کی اس کے ضعیف ہونے پر تصریح ہے کثیر جماعت نے ایسی احادیث کو حسن قرار دیا جبکہ حفاظ حدیث نے ان کے ضعف پر تصریح کی تھی۔حدیث کے اسناد کے ضعف پر اعتماد کرتے ہوئے کسی حدیث کو یقینی طور پر ضعیف قرار دینا منع ہے کیونکہ ممکن ہے اس سند کے علاوہ اس کی کوئی صحیح سند ہو۔

بلاشبہ ایسی حدیث کو موضوع قرار دینا بطریق اولیٰ قطعاً منع ہوگا مگر جب یہ چیز مخفی نہ رہے جیسے طویل احادیث جن کے الفاظ غیر فصیح اور انہیں قصہ گو لوگوں نے گڑھا ہو یا اس میں عقل اور اجماع کی مخالفت ہو۔انتہی

## حکم و دلیل میں موافقت نہیں

اور امام سخاوی نے "فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث" میں لکھا، ابن صلاح کے نزدیک حدیث کا صحیح قرار دینا اور اس طرح اسے حسن قرار دینا ہمارے دور میں ممکن نہیں اور انہوں نے اسی پر اکتفا کیا جس پر آئمہ نے اپنی معتمد تصانیف میں تصریح کی جو شہرت کی وجہ سے تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔

ان کے کلام کا ظاہر جیسے ہمارے شیخ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بارے میں بھی ہے لیکن یہ بطور حکم و دلیل ابن صلاح کی تمام گفتگو کے موافق نہیں۔

بطور حکم یوں کہ ایک پوری جماعت جو ابن صلاح کے معاصرین ہیں انہوں نے احادیث کو صحیح قرار دیا جیسے ابوالحسن قطان جو ''الوھم والایھام'' کے مصنف ہیں اور صاحب ''المختارۃ'' ضیاء الدین مقدسی اور ان لوگوں نے بھی جو ان کے بعد فوت ہوئے جیسے زکی منذری اور دمیاطی طبقہ در طبقہ۔ ہمارے شیخ (ابن حجر) تک اور ان کے بعد بھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا اور بطورِ دلیل یوں کہ متاخر سندوں میں جو خلل واقع ہوا وہ بعض راویوں کی وجہ سے ہے کہ انہیں اس علم کی معرفت اور ضبط نہیں تھا تو بعض راویوں میں ضبط کی کمی اور عدم معرفت کا ازالہ ان سے منقول ثقہ روایات پر مشتمل کتب کے ضبط سے کیا جائے جو وقت سماع سے لے کر ان (روایات) کی ادائیگی تک قائم رہا۔

الفیۃ العراقی، کی شرح میں ہے کہ امام ابن صلاح کے نزدیک محض اسانید کے اعتبار سے کسی حدیث کی صحت کو پالینا ان زمانوں میں مشکل ہے۔

امام یحییٰ نووی نے کہا: میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس کی معرفت قوی اور وہ ماہر ہو تو اس کے لیے حکم لگانے کا جواز ہے اور یہی وہ قول ہے جس پر محدثین کا عمل ہے۔

**اعتراض**: بلکہ اس حدیث کو دار قطنی جیسے لوگوں نے روایت کیا جنہوں نے اپنے کتاب ''غرائب السنن'' میں بہت ساری ضعیف، منکر بلکہ موضوع روایات لائی

ہیں اور حدیث کی علت، اس کا ضعف اور اس کا منکر ہونا بعض مقامات پر بیان کیا ہے یا اسے ابوجعفر عقیلی اور ابواحمد بن عدی نے اپنی ''الضعفاء'' میں نقل کیا اور اس کا ضعیف و منکر ہونا بیان کیا یا بیہقی نے بیان کیا لیکن ساتھ اس کا منکر ہونا بھی واضح کیا۔

## جواب: غور و فکر ضروری

اس سے حدیث کا نہ موضوع ہونا لازم آتا ہے نہ ضعیف اور نہ شدید ضعیف کیونکہ جو کچھ ان کتب میں بیان کیا گیا وہ تمام کا تمام ساقط نہیں اور ان کا اسے ضعیف یا منکر قرار دینا بھی اسے مستلزم نہیں ہاں، اس میں یہ غور و فکر لازم ہے کہ جس روایت کو وہ ضعیف قرار دے رہے ہیں کیا اس سے استدلال ساقط ہے یا اس کا ضعف اس سے استدلال کو مضر نہیں۔

**اعتراض:** امام بیہقی نے کہا: خواہ یہ راوی عبیداللہ ہو یا عبداللہ، یہ منکر ہے جو اس نے نافع اور انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا ان کے علاوہ کسی نے یہ بات ذکر نہیں کی، امام حافظ بیہقی نے یہی بات کہی کہ یہ حدیث نافع عن ابن عمر منکر ہے خواہ اس میں موسیٰ بن ہلال، عبیداللہ سے روایت کرے یا عبداللہ سے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بڑے ہیں جیسے ابواحمد بن عدی وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی وہ بات ہے جو اس حدیث میں بیہقی نے کی اور بیہقی نے اس پر صحیح قول اور حکم لگایا اور یہ حکم بڑا واضح و جلی ہے جس میں اس فن کے ساتھ تھوڑا سا تعلق رکھنے والا بھی شک نہیں کر سکتا۔

## جواب: حسن ہونے کے منافی نہیں

اس کا منکر ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس روایت سے استدلال کا ساقط ہونا لازم نہیں کرتا جیسے یہ چیز اس کے حسن ہونے کے بھی منافی نہیں اور بیہقی نے حسن کی نفی پر تصریح نہیں کی اور نہ ہی شدید ضعف کے اثبات کی تصریح کی ہے انہوں نے صرف ذکر منکر پر اکتفا کیا اور یہ چیز تمہارے دعویٰ کو ثابت کرنے والی نہیں باوجودیکہ اس کا جواب اُوپر آیا ہے جس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

## روایت منکر کب مقبول نہیں؟

فاضل سندھی نے ''فوز الکرام'' میں لکھا کہ منکر ہونا اس وقت نقصان دہ ہے جب کثیر ثقات کی مخالفت ہو اور ''فتح الباری'' کے مقدمہ میں ہے کہ ثابت بن عجلان انصاری کے بارے میں عقیلی نے کہا: اس کی حدیث کو متابع کے طور پر نہ لایا جائے تو اس کا شیخ ابوالحسن القطان نے یوں رد کیا کہ یہ نقصان دہ بات نہیں مگر اس وقت جب اس کی منکر روایات میں کثرت اور ثقات کی کثیر مخالفت پائی جائے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: بات اسی طرح ہے جو انہوں نے کی۔

اسی میں عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ''جو ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنے کے راوی ہیں'' کے بارے میں لکھا کہ انہیں ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ بعض مقامات پر یہ ثقات کی مخالفت کرتے اور بعض راویات میں متفرد ہیں لیکن یہ نقصان دہ نہیں نقصان دہ تب ہے جب منکر روایات کثیر ہوں اور ثقات کی مخالفت کثیر ہو۔

امام سخاوی نے ''فتح المغیث'' میں لکھا کہ شیخ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

محدثین کے قول، یہ راوی مناکیر روایت کرتا ہے محض اتنی بات اس کی روایت کے ترک کا تقاضا نہیں کرتی حتی کہ اس کی روایت میں مناکیر زیادہ ہوں اور یہاں تک بات پہنچ جائے کہ اسے منکر الحدیث کہا جائے کیونکہ منکر الحدیث ہونا راوی میں ایسا وصف ہے جو اس کی حدیث کو ترک کا مستحق بنا دیتا ہے۔

فاضل سندھی نے ''فوز الکرام'' میں لکھا کہ جس نے کسی کے بارے میں یہ کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے یہ مجرد جرح ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ضعیف اور ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔ بلاشبہ محدثین کا قول کہ حدیث ضعیف ہے جرح مجرد ہے ممکن ہے اس کا ضعف جرح کرنے والے کے نزدیک ایسی چیز ہو جو روایت پر عمل کرنے والے کی نظر میں جرح نہ ہو۔

اعتراض: اور یہ اس لیے ہے کہ مجہول الحال غیر مشہور عبدی کی طرح کے لوگوں کا تفرد اس کی احادیث کو قبول کرنے کا موجب نہیں اور اس کی یہ خبر عبد اللہ بن عمر عمری سے ہے جو سوء حفظ اور شدتِ غفلت میں نافع از ابن عمر سے اس روایت میں نافع کے دیگر حفاظ ثقات کے مقابل مشہور ہے۔ مثلاً یحیٰی بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، عبد اللہ بن عون، صالح بن کیسان، اسماعیل بن اُمیہ قرشی، ابن جریج، اوزاعی، موسیٰ بن عقبہ، ابن ابی ذئب، مالک بن انس، لیث بن سعد اور دیگر جو ان کی حدیث کو جاننے والے اور ان کی روایات کو محفوظ و مامون کرنے والے اور ان کی صحبت میں طویل رہنے والے ہیں اور یہ چیز اس کے ضعف پر جس میں اس نے تفرد کیا، اس کے منکر ہونے اور اس کے رد اور عدم قبول میں واضح اور قوی دلیل ہے۔

## جواب: تین وجوہات کا تذکرہ

یہ غیر مقبول مبالغہ ہے۔

**اولاً:** اس لیے کہ موسیٰ عبدی مجہول نہیں، دار قطنی اور ابو حاتم کا ان کی جہالت کا قول مقبول نہیں جس کا بیان امام سبکی نے اپنی ''شفاء السقام'' میں کیا اور کچھ اس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔

**ثانیاً:** ہم عمری کا شدید الغفلت ہونا تسلیم نہیں کرتے اور ابن حبان کا ان پر فحش غلط اور شدید غفلت کا حکم تسلیم نہیں۔ حافظ عسقلانی نے ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں لکھا ہے کہ ابن حبان بسا اوقات ثقہ پر جرح کرتے ہیں گویا وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔

**ثالثاً:** عمری کا سوء حفظ ان کی روایت حسن ہونے کے مضر نہیں جیسے پیچھے گزرا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۳۱'' پر لکھا باوجودیکہ یہ اس شان میں اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ معروف، امام نافع میں سب سے زیادہ پختہ، ان کی اخبار کو زیادہ جاننے اور ان کی حدیث کو سب سے زیادہ محفوظ کرنے اور ان کی روایات کا شدید اہتمام کرنے والے امام دار الہجرہ مالک بن انس ہیں۔ انہوں نے قول ''زرت قبر النبی ﷺ'' کہنے کی کراہت پر تصریح کی ہے۔ اگر یہ لفظ ان کے ہاں معروف یا مشروع یا نبی ﷺ سے منقول ہوتا تو وہ اسے مکروہ قرار نہ دیتے اگر امام نافع کی احادیث میں مذکورہ حدیث ہوتی جسے وہ ابن عمر سے روایت کر رہے ہیں تو یہ امام مالک پر مخفی نہ ہوتی۔

## جواب: قول امام مالک کا مفہوم

دوسرے ملازمہ میں مقدم اپنے تالی کو مستلزم نہیں تو یہ استدلال میں ایسی احادیث سے مضر نہیں جن کی روایت میں بعض راوی متفرد ہوں اور وہ کثیر راویوں سے روایت نہ ہو۔ پہلے ملازمہ کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ امام مالک کے اس جملہ کو علماء کی ایک جماعت نے مختلف معانی پر محمول کیا کیونکہ امام مالک نے زیارت قبر نبوی ﷺ پر ہی کراہت کے اطلاق پر اکتفا نہیں کیا بلکہ طواف زیارت وغیرہ پر بھی اس اطلاق کو مکروہ کہا تو یہ چیز اس کے غیر شرعی ہونے کی دلیل نہیں بنتی۔

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں اس جملہ کے متعدد معانی بیان کر کے بعض کو رد کیا بعض کو پسند کیا اور کہا: امام مالک یوں کہنا ''زرنا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔

**پہلا قول:** یہاں کراہت اسمی ہے کیونکہ آپ کا یہ فرمان ہے:

| | |
|---|---|
| لعن اللہ زوارات القبور | اللہ تعالیٰ قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے۔ (السنن الکبریٰ: ۴۔۷۸) |

لیکن اس کی تردید حضور علیہ السلام کے یہ ارشادات عالیہ کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا | میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کر سکتے ہو۔ (المستدرک: ۱۔۵۳۰) |

آپ ﷺ نے فرمایا:

من زار قبری ---   جس نے میری قبرانور کی زیارت کی

توان ارشادات میں آپ نے زیارت کا لفظ بولا ہے۔

دوسرا قول: زیارت کرنے والا اس سے افضل ہوتا ہے جس کی زیارت کی جائے لیکن یہ معنیٰ بھی درست نہیں کیونکہ ہر زائر کا ایسا ہونا ضروری نہیں۔ حدیث میں آیا ہے ''کہ اہل جنت اپنے رب کی زیارت کا شرف پائیں گے'' توان الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے حق میں بولنا منع نہیں۔

## آپ کی زیارت کی تاکید

شیخ ابو عمران مالکی نے کہا: امام مالک نے ''طواف الزیارۃ '' اور ''زرنا قبر النبی ﷺ'' کو اس لیے مکروہ قرار دیا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے بولتے ہیں تو حضور ﷺ کو اس لفظ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر ٹھہرانے کو انہوں نے مکروہ قرار دیا ہے اور آپ کو ان الفاظ کے ساتھ ''سلمنا علی النبی' مخصوص کیا جائے۔ پھر یہ بھی سامنے رہے کہ آپس میں زیارت وملاقات لوگوں کے درمیان مباح ہے مگر آپ کی قبرانور کی طرف سفر کرنا واجب ہے۔ یہاں ان کی وجوب سے مراد مستحب ترغیب وتاکید کا وجوب ہے۔ میرے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے مکروہ اور منع اس لیے کہا کہ زیارت کا لفظ یہاں قبر نبوی ﷺ کی طرف مضاف ہے اگر کوئی یوں کہے ''زرنا النبی '' (ہم نے حضور ﷺ کی زیارت کی) تو وہ مکروہ نہیں جانیں گے کیونکہ حضور ﷺ کی دعا ہے:

| | |
|---|---|
| اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد | اللہ میری قبر بُت نہ بنا جس کی عبادت |
| اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا | کی جائے ان قوموں پر اللہ کا شدید |
| قبور انبیائھم مساجد | غضب ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی |
| (الموطاء:۱۔۱۷۲) | قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ |

توان الفاظ کی اضافت قبر کی طرف اوران لوگوں کے فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بطور سد الذرائع (دروازہ فتنہ بند کرنے کے لیے) ایسا کہا ہے۔

امام خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں لکھا کہ یہ چیز قاضی عیاض سے تعجب خیز ہے کیونکہ اس میں ان کے فعل کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہت نہیں پائی جاتی تو ظاہر یہی ہے کہ یہ جملہ امام مالک سے صحت سے ثابت نہیں۔ ان سے مروی وہی ہے جو بعض نسخوں میں ہے جس کا بیان شیخ ابوعمران مالکی نے کیا۔

علامہ ابن حجر مکی نے ''الجوھر المنظم'' میں لکھا، اس حدیث میں کوئی دلیل کراہت پر نہیں جس کا ذکر قاضی عیاض نے کیا کیونکہ قول ''زرت قبر النبی ﷺ'' میں قبر کو بُت بنانا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے معنٰی کے قریب بات ہے جیسا کہ یہ چیز نہایت آشکار ہے کیونکہ قبر کو بُت بنانے سے مراد یہ ہے کہ اس کی مثل تعظیم کی جائے جو قبور انبیاء کی یہود ونصارٰی کرتے ہیں مثلاً ان کا قبروں کو سجدہ وغیرہ کرنا جیسے اس کی تصریح اس ارشاد گرامی ''وثناً یُعبد'' میں ہے اور اس کے بعد فرمایا:

اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجد

اللہ تعالیٰ کا غضب ہے ان لوگوں پر جو اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں یہ بھی ہے:

لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد

اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔

(البخاری: ۱-۴۶۸، مسلم: ۱-۳۷۶)

یعنی ان کے عمل سے بچا جائے کہ وہ ان کی عبادت سے ان کا تقرب یوں چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور اصنام کی عبادت کی طرح ان قبروں کی عبادت کرتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث "اللهم لا تجعل قبری وثنا۔۔۔" کا معنیٰ یہی ہے تو اس جملہ کے مکروہ ہونے پر کونسی دلیل ہے؟

اور اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ بھی امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں "سدّ الذرائع" کے ضابطہ کے طور پر جاری ہوگا اور مذاہب ثلاثہ اور دیگر جو اس ضابطہ کو نہیں مانتے ان کے ہاں یہ لفظ بولنا مکروہ نہیں ہوگا۔

شیخ جمال الدین محمد بن خلیل انطاکی نے "زبدة المقتفی فی تحریر الفاظ الشفاء" میں لکھا کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اپنے مناسک میں لکھا کہ اس قول کو ایک گروہ جسے امام مالک اور دیگر نے مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا کہ اس کی وجہ انہوں نے

یہ بیان کی کہ لفظ ''زیارت'' مشروع اور غیر مشروع کے درمیان مشترک ہے کیونکہ کچھ لوگوں کا مقصود انبیاء اور صالحین کی زیارت قبور سے ان کی قبور کے پاس نماز پڑھنا، دعا کرنا اور ان سے حاجتیں مانگنا ہوتا ہے اور یہ مشروع نہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین بکی ''شفاء السقام'' میں گذشتہ ''الشفاء'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: مجھے ان (قاضی عیاض) کے مختار پر اس ارشاد نبوی ﷺ ''من زار قبری'' کی وجہ سے اشکال ہے کیونکہ آپ نے خود زیارت کی نسبت قبر کی طرف کی ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ لہذا قاضی عیاض کا ان کی طرف سے عذر بیان کرنا درست ہو جائے گا البتہ نفس الامر میں یہ حکم ثابت نہیں ہوگا یا شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ ''من زار قبری'' قول نبوی ﷺ ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا البتہ اعتراض دوسرے کے قول پر ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ آخری بات ماننے کی صورت میں ہمارا جواب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ شارع ہیں تو قول و فعل میں آپ کی اقتدا اصل ہے جب تک اس پر کوئی مانع دلیل نہ ہو اور وہ یہاں دلیل موجود نہیں تو لازم ہے کہ یہ کسی کے کہنے میں بھی کراہت نہ ہو۔

### یہ زیارت ترک نہ ہو

شیخ عبد الحق صقلی نے شیخ ابن عمران مالکی سے نقل کیا ہے کہ امام مالک کے ''زرنا قبر النبی ﷺ'' کو مکروہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے کہ

چاہیں اسے ترک کر دیں لیکن قبر نبوی ﷺ کی زیارت واجب ہے۔

امام عبدالحق کہتے ہیں: جب یہ سنن لازمہ میں سے ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس پر لفظ زیارت نہ بولا جائے جو زندوں کی زیارت کے لیے بولا جاتا ہے کہ چاہو تم ان سے ملاقات کرو چاہے نہ کرو اور نبی ان سے کہیں اعلیٰ اور بالاتر ہیں کہ یہ کہا جائے کہ ان کی زیارت کی جا سکتی ہے۔

شیخ ابوالولید محمد بن مالکی ''البیان والتحصیل'' میں لکھتے ہیں، امام مالک نے فرمایا: بیت الحرام کے لیے ''زیارت'' کا لفظ بولنا میں مکروہ جانتا ہوں اور میں لوگوں کا یہ کہنا ''زرت النبی علیہ وسلم ﷺ'' پسند نہیں کرتا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ یوں کہا جائے ''النبی یزار''

شیخ ابن رشد کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام مالک رحمہ اللہ اسے مکروہ اس لیے جانتے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ سے اعلیٰ ہوتا ہے لفظ ''زیارت'' چونکہ مردوں میں مستعمل ہے اس لیے اس میں کراہت آتی ہے کہ ایسے الفاظ نبی کے بارے میں بولے جائیں جیسا کہ ''ایام التشریق'' کہنا مکروہ اور ''ایام معدودۃ'' کہنا مستحب ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جیسے ''عتمۃ'' کہنا مکروہ ہے اور اسے ''عشاء الآخرۃ'' کہا جائے گا۔

اسی طرح طواف زیارت کہنا مکروہ تو اسے طواف افاضہ کہنا مستحب ہے۔

شیخ ابن حجر کہتے ہیں: ''اس سے واضح ہو گیا کہ یہ لفظ بولنا مکروہ مگر معنیٰ درست ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مردوں کے لیے لفظ ''زیارت'' کا اختصاص بھی مردود

ہے کیونکہ غرض یہ ہے کہ قبر کا ذکر نہ کیا جائے تو اب کسی کو بھی یہ وہم پیدا نہیں ہو سکتا۔

شیخ ابوالولید کہتے ہیں: ”بعض نے کہا کہ بیت اللہ کے طواف اور قبر نبوی ﷺ کی طرف جانے کے لیے لفظ ”زیارت“ کو مکروہ اس لیے انہوں نے جانا کہ آپ کی قبر کے پاس جانا اس لیے نہیں کہ آپ کے ساتھ صلہ رحمی ہو اور یہ بھی نہیں کہ آپ کو اس سے نفع ہو۔ طواف بیت اللہ کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ سے ثواب پانے کے لیے عمل کیا جاتا ہے“۔

امام مالک رحمہ اللہ سے لوگوں کے اس قول ”زرت النبی ﷺ“ کو بھی مکروہ قرار دینا منقول ہے اور یہ قاضی عیاض کی گفتگو کو رد کرتا ہے۔ رہی قبر کی طرف زیارت کی قبر کی طرف نسبت کراہت، ممکن ہے اس میں علت قاضی عیاض کی بیان کردہ ہو یا وہی علت ہو جس کا بیان ابو عمران اور ابن رُشد نے کیا۔ لیکن نبی کی طرف زیارت کی نسبت، اگر امام مالک سے ثابت ہے تو اس میں وہی علت ہو گی جس کا تذکرہ شیخ ابو عمران اور ابن رُشد نے کیا اور امام مالک کے قول کی مختار تاویل وہی ہے جو امام ابن رُشد نے کی نہ وہ جس کا ذکر قاضی عیاض نے کیا۔ اس لیے کہ شیخ ابن المواذ مالکی نے اپنی ”کتاب الحج“ میں نقل کیا کہ شیخ اشہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے پوچھا گیا جو آدمی عمرہ کے لیے آیا اب اس نے واپسی کا ارادہ کیا تو کیا اس پر طواف وداع ہے؟ فرمایا: اسے اس کی اجازت ہے۔ پھر فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی وداع کا لفظ بولے کیونکہ یہ درست و صواب نہیں یہ تو طواف ہے اور فرمایا: مجھے تو زیارت کا لفظ مکروہ لگتا

ہے اور لوگوں کا یہ کہنا "زرت النبی ﷺ" مجھے ناپسند ہے اور اس سے بھی یہ چیز کہیں بڑھ کر ہے کہ یوں کہا جائے۔ "النبی ﷺ یزار" (نبی کی زیارت کی جا سکتی ہے)

امام مالک نے بیت اللہ سے وداع کے بارے میں کہا کہ "کتاب اللہ" اور نبی کی سنت میں لفظ "وداع" نہیں یہ تو بیت اللہ کا طواف ہے۔ میں نے امام مالک سے کہا کہ وداع طواف سے ہے یا چمٹنے سے؟ فرمایا: طواف سے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا: آخری عبادت بیت اللہ کا طواف ہے۔ امام مالک سے عرض کیا گیا کیا وداع کے وقت چمٹنے والا غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے؟ تو فرمایا: ایسا نہیں، ہاں کھڑے ہو کر دعا کی جائے۔ عرض کیا گیا اسی طرح قبر نبوی ﷺ کا معاملہ ہے؟ فرمایا: ہاں! یہ میں نے "موازیہ" سے نقل کیا ہے اور یہ مالکیوں کی قدیم اور معتمد کتاب ہے۔ اور شیخ اشہب کا امام مالک سے یہ حکایت کرنا مراد پر رہنمائی کرتا ہے کہ امام مالک اس لفظ کو مکروہ جانتے تھے جیسے کہ طواف وداع کا لفظ مکروہ جانتے۔ (انتہی کلام السبکی)

یعنی اس کے باوجود ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ "زرنا النبی ﷺ" وہ وہم پیدا کرتا ہے جس کا ذکر ابن رُشد نے کیا، اس لیے کہ ہر مسلمان آپ کی جلالت سے آگاہ ہے اور آپ کی اُمت میں سے کوئی جتنے مرتبہ کا بھی ہو وہ آپ کے ساتھ تبرک میں اور آپ کی بارگاہ کو پناہ گاہ بنانے کا محتاج ہے اور کسی کے ذہن میں معاذ اللہ یہ نہیں جا سکتا کہ وہ آپ کو نفع اور صلہ پہنچا رہا ہے۔

اس سے مخالف کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ اگر لفظ زیارت ان کے ہاں معروف مشروع یا نبی سے منقول ہوتا تو اسے امام مالک مکروہ قرار نہ دیتے کیونکہ اس کے معروف، مشروع اور منقول ہونے اور عدم کراہت میں تلازم نہیں کیونکہ اس کے مکروہ ہونے کی اور وجوہات بھی ہو سکتی ہیں جن کا تذکرہ اصحاب مذہب مالک نے کیا جیسے تم نے جان لیا اور وہ اپنے مذہب کو دوسرے مذہب والوں سے زیادہ جانتے ہیں اور اگر لفظ معروف و مشروع ہو تو لفظ ''زیارت'' بطور منسوب الی قبر یا الی ذات نبی پر کراہت کے اطلاق کی عدم مشروعیت، عدم معروفیت اور عدم منقولیت کو مستلزم نہیں۔

تم نے یہ بات سن لی ہے کہ امام سبکی نے مذکورہ کتاب میں نقل کیا ہے کہ امام مالک نے لفظ ''عتمة'' کا عشاء پر اطلاق مکروہ قرار دیا لفظ ''زیارت'' کا اطلاق طواف زیارت پر، طواف وداع کا اطلاق طواف افاضہ پر مکروہ قرار دیا ہے۔ کیا کوئی عقلمند آدمی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ یہ چیز ان کے عدم مشروعیت و منقولیت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ الفاظ معروف نہیں تھے اسی لیے امام مالک نے انہیں مکروہ قرار دیا تو کیا اس سے اس روایت سے عدم احتجاج لازم آجاتا ہے جو اس لفظ کے اطلاق کے بارے میں وارد ہے؟ تو ممکن ہے امام مالک کو یہ روایت نہ پہنچی ہو اور اس میں کوئی تعجب نہیں جبکہ ان کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ متعدد مسائل میں انہوں نے ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا) فرمایا اور یہ چیز اُن کی مسلمہ علمی جلالت پر طعن نہیں۔

## اطلاق کے لیے نص مخصوص ضروری نہیں

اسی طرح مخالف کا قول جو صفحہ "۲۶۰" پر آ رہا ہے اس کا بُطلان بھی واضح ہو گیا کہ امام مالک ان الفاظ کا اطلاق مکروہ جانتے کیونکہ ان کے ہاں اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں اور نہ ان کے ہاں اس بارے میں کوئی خصوصی روایت صحیح ہے۔ (انتہیٰ) کیونکہ اس کی مذکورہ بات کو تسلیم کرتے ہوئے یوں جواب دیا جائے گا کہ کسی شے پر لفظ کا اطلاق اس پر موقوف ہی نہیں کہ شریعت بالخصوص اس معنٰی کے لیے وارد ہو صرف اتنے معاملہ سے اس کے مکروہ کہنے کی توجیہ صحیح نہیں بنتی۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو مخصوص نصوص میں نہیں آئے لیکن کسی امام نے ان کے اطلاق کو مکروہ قرار نہیں دیا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ نصوص شرعیہ سے تو احکام اخذ کیے جاتے ہیں نہ کہ الفاظ کا اطلاق اور تصحیح کلام۔

**اعتراض:** حافظ ابو جعفر محمد بن عمر عقیلی نے کتاب "الضعفاء" میں لکھا، موسیٰ بن ہلال بصری کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ان کی حدیث صحیح نہیں اور نہ اس کا کوئی متابع ہے۔

### جواب: متابع کا موجود ہونا

حافظ عسقلانی نے "تلخیص الحبیر" میں لکھا: قائل کا یہ کہنا، کہ اس کا کوئی متابع نہیں محل نظر ہے کیونکہ اسے طبرانی نے بطریق مسلمہ بن سالم جوھنی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں ذکر کیا:

من جاء نی زائراً لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون له شفیعاً یوم القیامة

جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ تھی تو مجھ پر یہ حق ہے کہ میں روز قیامت اس کا شفیع بنوں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲، ۲۹۱)

سبکی کی گفتگو میں یہی تیسری حدیث ہے۔ انہوں نے بھی حافظ ابن حجر کی طرح بات کرتے ہوئے لکھا کہ مخالفین کا یہ قول کہ اس کا کوئی متابع نہیں مردود ہے کیونکہ یہ راوی کو نقصان نہیں دیتا مگر اس وقت جب اس کی مناکیر روایات اور ثقات کی مخالفت زیادہ ہو جیسے پیچھے گزر چکا اور ایسی بات یہاں ثابت نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۴۱'' پر لکھا کہ اسے ابن عدی نے صحیح قرار دیا اور یہی صحیح ہے کہ یہ روایت عبداللہ بن عمر عمری صغیر ضعیف سے ہے۔ یہ ان کے بھائی عبیداللہ عمری کبیر ثقہ ثبت سے نہیں۔

## جواب: حدیث کا حسن ہونا

یہ بات تسلیم کر لینے کے بعد بھی نقصان دہ نہیں کیونکہ عبداللہ عمری کا ضعف ان کی حدیث حسن ہونے کی وجہ سے نقصان نہیں دیتا۔ حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں لکھا کہ یعقوب بن شیبہ نے اپنی مسند میں عبداللہ عمری سے حدیث مذکور نقل کی اور لکھا:

هذا الحدیث حسن الاسناد — اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اعتراض: اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ حدیث عبید اللہ سے مروی ہے تو اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ موسیٰ نے ان سے بطور تفرد بیان کیا جبکہ ان کے مشہور تلامذہ سے یہ منقول نہیں حالانکہ وہ ان کے ہاں زیادہ رہے اور ان کی حدیث کے حفظ وضبط میں کامل ہیں۔ یہ اس پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے۔

## جواب: موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا

زیادہ سے زیادہ اس روایت سے اصطلاحی صحت کی نفی لازم آتی ہے۔ اس کے منکر ہونے سے اس کا موضوع ہونا اور اس کا حجت نہ ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے۔

اعتراض: امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابو حاتم محمد بن ادریس رازی نے کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں لکھا کہ موسیٰ بن ہلال نے عبد اللہ عمری سے روایات کیا۔ انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ عبید اللہ سے بھی یہ روایت کرتے ہیں۔ پھر لکھا: میں نے ان کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا تو فرمایا: یہ مجہول ہیں۔

## جواب: دیگر کے ہاں مجہول نہیں

یہ بات غیر مقبول ہے کیونکہ ان کے ہاں اگرچہ یہ مجہول ہے جبکہ وہ دوسروں کے ہاں معروف ہے اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ عدالت میں مجہول ہیں تو فقط حدیث کا ضعیف ہونا لازم آئے گا لیکن فضائل میں اس روایت پر عمل کیا جائے گا جیسے زیر بحث مسئلہ ہے۔ اس پر حضرت ملا علی قاری نے ''شرح الحصن'' میں تصریح کی ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۱۵'' پر لکھا، حافظ ابوالحسن بن قطان نے ''کتاب بیان الوھم والایھام الواقعین فی کتاب الاحکام '' از عبدالحق اشبیلی میں لکھا، اس حدیث کو موسیٰ بن ہلال نے روایت کیا لیکن یہ صحیح نہیں اور امام عبدالحق کے اس کو ضعیف قرار نہ دینے کی خاموشی پر رد کیا۔ اور لکھا کہ میرے نزدیک یہ ان کا تسامح ہے اس لیے کہ اس روایت میں عمل پر ترغیب دلانا اور اُبھارنا ہے اس کے بعد انہوں نے ابوحاتم رازی اور عقیلی کی موسیٰ کے بارے میں گفتگو نقل کی اور ان دونوں کی بات کی طرف میلان کیا۔

## جواب: استدلال کا درست ہونا

ان کی گفتگو بتا رہی ہے کہ انہوں نے اصطلاحی صحت کا انکار کیا اور یہ بات اس حدیث کو اثبات فضیلت پر استدلال سے نہیں نکالتی اور یہ چیز زیر بحث مسئلہ میں ہمیں نقصان دہ نہیں اور ان کا ابوحاتم کی اس گفتگو کو قبول کرنا کہ یہ راوی مجہول ہے اور عقیلی کا یہ کہنا کہ اس کی حدیث کا متابع نہیں زیر بحث مسئلہ میں غیر مقبول ہے جیسا کہ اس میں پیچھے گفتگو گزری ہے۔

اعتراض: اور ابن قطان نے کہا کہ ابواحمد بن عدی نے اس آدمی کا ذکر اس حدیث کے ساتھ کیا اور کہا کہ موسیٰ کی روایت اس کے علاوہ بھی ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور لکھا کہ یہ ابواحمد سے اس آدمی کی روایات کی چھان بین کے بارے میں قول صادر ہوا ہے نہ کہ ان کے ذاتی احوال بلاواسطہ جاننے کے بعد اور حق بات یہ ہے کہ ان کی عدالت ثابت نہیں۔

## جواب: امام سبکی کی خوبصورت تردید

ابن قطان نے شیخ ابن عدی پہ جو رد کیا اس کا رد امام سبکی نے اپنی 'شفاء السقام' میں یوں کیا ہے کہ ابن قطان کا یہ قول کہ روایت موسیٰ کے بارے میں ابن عدی سے صادر قول ان کی روایات کی چھان بین کے بعد ہے نہ ان کے بلاواسطہ احوال جاننے کے بعد، ہمیں یہ بھی نقصان نہیں دیتا کیونکہ بہت سارے محدثین نے اسی طرح کی جرح اور توثیق کی ہے اور یہ اس عدالت کے ثبوت سے بہتر ہے جو محض کسی کی حدیث میں نظر ڈالے بغیر ہو، تو قول مردود کے ساتھ احتجاج بہت ہی عجیب ہے۔

**اعتراض:** ان کی عدالت ثابت نہیں۔

**جواب:** باوجودیکہ رجال پر ان کا بہت سختی کرنا ایسی چیز ہے جس سے جرح ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ میزان الاعتدال سے معلوم ہے اور عنقریب آرہا ہے۔

**اعتراض:** ابن قطان نے لکھا کہ ابو محمد نے احتلام عورت کے تذکرہ میں اس حدیث

انما النساء شقائق الرجال — خواتین مردوں کا حصہ ہیں۔

(ترمذی: ۱۔۱۹۰)

کو ضعیف قرار دیا کہ اس میں عبداللہ بن عمر عمری راوی ہے اور محدثین کا اس میں اختلاف ذکر کیا اور اسی طرح انہوں نے اس حدیث

اول الوقت رضوان اللہ — نماز اول وقت پر اللہ کی رضا ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۔۴۳۵)

کا بھی اس راوی کی وجہ سے ہی رد کیا۔

**جواب:** عمری کے ضعف کی وجہ سے ان کی تمام روایات سے عدم احتجاج لازم نہیں آتا اگر چہ وہ فضائل اعمال میں ہوں خصوصاً جبکہ اس کے شواہد موجود ہوں جیسے زیر بحث مسئلہ میں ہے۔ علاوہ ازیں خادم سنت محمد بن حجازی المعروف واعظ نے "انما النساء شقائق الرجال" کے بارے میں لکھا کہ اس حدیث کی سند حسن اور متن صحیح ہے جیسا کہ شیخ العزیزی نے "جامع الصغیر" کی شرح میں لکھا اور حدیث "اول الوقت رضوان اللہ" حدیث صحیح ہے۔

**اعتراض:** عبداللہ عمری کے بارے میں آئمہ جرح کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے

## جواب: ابن حبان کا تشدد

ہاں! لیکن عمری پر یہ جرح اس حد تک نہیں ہے کہ وہ ان کی حدیث کو حسن لغیرہ سے نکال دے۔ شیخ ابن حبان کی ان پر جرح "کہ ان پر اصلاح وعبادت کا غلبہ تھا حتی کہ وہ خبروں کے حفظ اور آثار کے حفظ کی جودت (عمدگی) سے غافل ہو گئے تو ان کی روایت میں مناکیر آگئیں جب ان کی خطا زیادہ ہوئی تو ترک کے وہ مستحق بن گئے" یہ ان کا اپنی عادت کے مطابق تشدد میں معتدل نہ ہونا ہے۔

## یہ حسن ہونے کے منافی نہیں

اور جو "جامع ترمذی" سے نقل کیا کہ عمری کو حفظ کی نسبت یحییٰ بن سعید نے ضعیف قرار دیا اور تاریخ بخاری سے جو نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں اور جو نسائی کی "الکنیٰ" سے نقل کیا کہ یہ راوی ضعیف ہے اور عقیلی سے ابن

معین کے حوالہ سے نقل کیا کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہے تو یہ تمام، شواہد کی وجہ سے ان کی روایت کے حسن ہونے کو نقصان نہیں پہنچاتی۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۸" پر لکھا، یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں موسیٰ بن ہلال متفرد ہے معتمد ائمہ میں سے کسی نے بھی اس کو صحیح قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی ایک نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

**جواب:** ان کی یہ بات مردود ہے پیچھے ہم نے صفحہ، ۱۱، ۱۲، ۱۳ پر جو گفتگو کی ہے وہ اس کا رد کر رہی ہے تمہیں اس چیز کو سامنے رکھنا چاہیے۔

**اعتراض:** حتیٰ کہ امام نووی نے "شرح المهذب" میں لکھا، اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔

## جواب: مجموعہ طرق کا حسن بنانا

طرق کے مجموعہ کی وجہ سے اس حدیث کا حسن ثابت ہونا اس چیز کے منافی نہیں اور سبکی کی غرض بھی یہی ہے۔ اس پر حافظ ذہبی اور دیگر نے تصریح کی ہے جیسے پیچھے گزرا اور عنقریب ہم اسے تفصیلی کلام کے ذریعے جواب دیں گے جو بیمار کو شفا دے وہ صفحہ "۳۱" کی عبارت کے تحت آئے گا یہاں کے بجائے وہاں مناسب گفتگو ہوگی جیسا کہ تم دیکھو گے۔

**اعتراض:** شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اعتراض کرنے والا سبکی اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دینے میں متفرد ہے۔

## جواب: امام سبکی کا درجہ اجتہاد

معاملہ اس طرح نہیں کیونکہ پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ کچھ محدثین نے اسے صحیح اور کچھ نے اسے حسن قرار دیا ہے اگر ہم مخالف کی مذکورہ بات تسلیم کرلیں تو سبکی کا یہ کوئی عیب نہیں کیونکہ حدیث کو صحیح اور حسن قرار دینا کسی وقت میں منحصر نہیں اور نہ ہی اس کا اہل ہونا کسی ایک میں منحصر ہے اور اس بارے میں امام ابن صلاح کا مذہب فن حدیث کے ناقدین کے ہاں قابل اعتراض ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے گزری ہے۔

اہل علم نے یہ تصریح کی ہے کہ امام سبکی مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوئے حتی کہ انہیں تقلید واتباع کی رسی گلے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ بہت ساری احادیث سے متقدمین خاموش یا انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں اور ان کے بعد آنے والوں نے اس میں غور وفکر کیا اور وہ حکم لگایا جو شواہد اُصول کی وجہ سے ظاہر ہوا۔

**اعتراض:** یہ معترض سبکی اس حدیث کے بارے میں تمام گفتگو میں متفرد ہے اور اس کا یہ سارا کلام خطا ہے۔

**جواب:** یہ سراسر زیادتی اور بغیر دلیل کے دعویٰ ہے جو مردود اور سبکی سے مسترد ہے اور انصاف اس پر عادل شاہد ہے جیسے کہ گزرا۔

**اعتراض:** صفحہ "١٩" پر لکھا، اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ موسیٰ بن ہلال عبدی اور عبداللہ بن عمر عمری صاحب حفظ واتقان اور مشہور ضابطہ وعادل ہیں اور یہ فرض کرلیا جائے کہ ان سے مروی یہ حدیث ان احادیث میں سے ہیں جو صحیح اور مشہور ہیں۔ اور اسے تلقی

بالقبول حاصل ہے تو اس حدیث میں صرف زیارت شرعی کی اجازت پر دلیل ہوگی اور اس کا شیخ الاسلام نہ انکار کرتے اور نہ اس کو مکروہ جانتے بلکہ اس کو مستحب جانتے اور اس پر شوق دلاتے ہیں جبکہ انہوں نے ''الجواب الباہر'' میں لکھا ہے۔

حاشیہ: (امانت علمی اور اس زیارت سے روکنے والے کے رد کی وجہ سے ہم ''صارم المنکی'' کی عبارت نقل کر دیتے ہیں کہ ''الجواب الباھر لمن سال من ولاۃ الامر عما افتی بہ فی زیارۃ المقابر'' (ان لوگوں کا جواب دیا جو حکومت کی طرف سے مقابر کی زیارت کے بارے میں دیئے گئے فتوئی کے بارے میں سوال ہے) میں نے مناسک لکھا ہے کہ آپ کی مسجد کی طرف سفر اور آپ کی قبر انور کی زیارت جیسے کہ آئمہ مسلمین نے مناسک حج میں لکھا ہے کہ یہ عمل صالح اور مستحب ہے اور میں نے مناسک حج میں متعدد دفعہ اسے سنت لکھا ہے اور آپ پر سلام کا طریقہ اور حجرہ انور کی طرف منہ کرنا یا قبلہ کی طرف اس بارے میں دو اقوال ہیں:

اکثریت کہتی ہے کہ چہرہ حجرہ کی طرف کیا جائے۔ مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ منہ قبلہ کی طرف کیا جائے اور ایک قول میں حجرہ کو بائیں طرف اور ایک قول میں پشت کی طرف کیا جائے کیونکہ حجرہ جب مسجد سے باہر تھا اور صحابہ آپ پر سلام کہتے تو کسی کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ چہرہ آپ کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کرے جبکہ یہ اس حجرہ کے مسجد میں داخل ہونے کے بعد ممکن ہوا۔ آگے جا کر لکھا اور نمازی کے اس اُمت کے متفقہ سفر مستحب میں قصر

کرنے کے بارے میں آئمہ مسلمین میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ اس سفر میں نماز قصر نہ کی جائے اور نہ انہوں نے مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر یہ آپ کی مسجد کی طرف سفر کرنے والا آپ کی قبر انور کی زیارت کرے بلکہ یہ نیک اعمال میں سے افضل عمل ہے، نہ میری گفتگو میں اور نہ میرے غیر کی گفتگو میں اس پہ ممانعت ہے اور نہ ہی قبور انبیاء اور صالحین کی زیارت مشروع ہونے پر ممانعت ہے اور نہ دیگر قبور کی زیارت کے مشروع ہونے پر بلکہ میں نے متعدد مقامات پر زیارت قبور کے مستحب ہونے کا ذکر کیا ہے جیسے یہ کہ نبی اہل بقیع اور شہداء اُحد کی زیارت کرتے اور اپنے صحابہ کو یہ تعلیم دیتے کہ جب وہ قبور کی زیارت کریں تو کہیں اے اہل ایمان و اسلام، تم پر سلام ہو اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پہلوں اور بعد والوں پر رحم کرے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمہیں عافیت عطا کرے۔ اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ فرما اور ہمیں ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈال اور ہمیں معاف فرما اور انہیں بھی، جب عام مومنوں کی قبور کی زیارت مشروع ہے تو انبیاء و صالحین کی قبور کی زیارت اولیٰ ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں ایسی خصوصیت حاصل ہوگی جو کسی نبی اور صالح کو حاصل نہیں اور وہ یہ کہ ہمیں ہر نماز میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے اور یہ چیز نماز میں، اذان کے وقت اور دعاؤں کے ساتھ پڑھنا مشروع ہے اور ہم مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں، خواہ آپ کی مسجد ہو یا کوئی دوسری مسجد اور مسجد سے نکلتے وقت اور

مسجد میں داخل ہونے کے وقت جو آپ کی مسجد میں داخل ہو تو ضروری ہے کہ وہ نماز میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اور آپ کی مسجد کی طرف سفر مشروع ہے لیکن علماء نے آپ اور دوسروں کے درمیان فرق کیا ہے حتیٰ کہ امام مالک رحمہ اللہ ''زرت قبر النبی علیہ وسلم ﷺ'' مکروہ قرار دیتے کیونکہ شرعی زیارت قبور سے سلام اور ان کے لیے دعا ہے اور یہ سلام اور دعا آپ کے لیے کامل صورت میں نماز میں آپ کی مسجد یا اس کے علاوہ مسجد یا اذان کے وقت یا دعا کے وقت مشروع ہے تو ہر دعا کے موقع پر آپ پر صلوٰۃ مشروع ہے کیونکہ آپ اہل ایمان کے لیے اپنی ذات سے بھی زیادہ حق دار ہیں اس لیے نمازی نماز میں آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی ذات اور دیگر اللہ کے بندوں پر سلام بھیجے وہ یوں کہتا ہے ''السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصالحين'' وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے قبل اس کے کہ اپنے لیے دعا کرے اور آپ کے علاوہ کسی کے پاس مسجد نہیں کہ اس کی طرف سفر مستحب ہو اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت مشروع ہے جیسے زیارت قبور مشروع ہے۔ (الصارم: ۵۸۔ طبع مکتبہ ابن تیمیہ: ۲۶ سابقہ طبع)

اس کا مقدمہ مقبل وداعی نے لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں، اگرچہ اس کی تائید البانی نے ''الضعيفة'' (۱۔۱۲۳، ۱۲۴) پر کی ہے ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ بلاشبہ سلفیت کا دعویٰ کرنے والے قبور صالحین کی زیارت کو اور ان صاحبان قبور سے حصول برکت کو بھی حرام قرار

دیتے ہیں اور یہ ان کی نصوص سے جہالت اور ان مبارک نفوس سے چمک والے نور کی عدم معرفت کی وجہ سے ہے)۔

## جواب: زیارت قبر انور کا انکار

یہ ایسا مغالطہ ہے جو دینے والے کو رسوا کر دیتا ہے کیونکہ وہ زیارت شرعی جسے ابن تیمیہ مستحب قرار دیتا ہے اس سے مراد مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہے جیسے یہ آپ کی مسجد کے علاوہ میں مشروع ہے بلکہ یہ "زوروا القبور" کے عموم سے مخصوص ہے تو آپ کی مسجد میں کوئی زائد ایسی عبادت کی ادائیگی ثابت نہیں جو دیگر مساجد میں مشروع ہے اور آپ کی قبر کی زیارت غیر مقدور غیر ممکن، غیر مشروع بلکہ محال ہے جیسے اس پر اس کتاب میں ان سے منقول کلمات گواہ ہیں کچھ کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے اور ان کی دیگر کتب اور فتاوی جات میں ایسی باتیں مذکور ہیں جو ان (ابن تیمیہ) سے پہلے کسی ایک نے بھی نہیں کہی ہیں۔

ہر عقلمند آدمی کو یہ معلوم ہے کہ زیارت شرعی سے جو ابن تیمیہ مراد لے رہا ہے وہ حقیقت میں زیارت قبر نہیں اور اختلاف اسی میں ہے نہ کہ کسی اور میں، اور زیارت کے بارے میں وارد احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ اس کے دعویٰ پر اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ آپ کے مبارک الفاظ "مَنْ زَارَ قَبْرِی" اور "مَنْ جَاءَ نِی زَئِراً" اور آپ کے دیگر الفاظ سے مراد آپ کی مسجد میں داخل ہونا اور اس میں اس کی ادائیگی کرنا ہے جو دیگر مساجد میں بھی مشروع ہے تو یہ عرف، لغت اور آئمہ کے کلام کے مخالف ہے بلکہ

صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ پر یہ افترا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بلا سے ہمیں محفوظ رکھے اور جو ابن تیمیہ کا طویل کلام اس نے ''الجواب الباہر'' سے نقل کیا اس کا کوئی فائدہ نہیں اور ہم عنقریب اس کے رد سے تمہیں کامل طور پر سیر کر دیں گے۔

**اعتراض:** امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: منہ قبلہ کی طرف کیا جائے اور حجرہ کو اپنی بائیں طرف اور ایک قول میں پشت کی طرف کیا جائے۔

**جواب: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا صحیح موقف**

محقق حنفیہ کمال ابن الہمام نے امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کر کے لکھا، یہ چیز ان کی اپنی مسند میں اپنی روایت کردہ بات سے مردود ہے ان کی مسند شیخ صدر الدین موسیٰ بن ذکریا حصکفی میں حضرت ابن عمر سے ہے کہ فرمایا: سنت طریقہ حاضری کا یہ ہے کہ قبلہ کی جانب سے قبر نبوی کے پاس آؤ اور اپنی پشت کو قبلہ کی طرف پھیر دو اور چہرہ قبر انور کی طرف کرو پھر عرض کرو ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' اور لکھا، امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب یہی ہے اور علامہ ملا علی قاری نے مسند مذکور کی شرح میں لکھا کہ اس سے مراد صحابہ اور ان کے بعد آنے والی اُمت کی سنت ہے اور ان کے شیخ علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' میں لکھا، اُصول میں یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کا یہ کہنا ''من السنة کذا'' سے مراد نبی کی سنت ہوتی ہے اور یہ حکم مرفوع میں ہوگا اس پر ابن الہمام سے پہلے ہم میں سے علامہ ابن جماعہ نے اس پر تصریح کی اور امام ابو حنیفہ سے نقل کیا کہ قبر انور کی طرف چہرہ کرنا مستحب ہے۔ کرمانی اور ان کی اتباع کرنے

والوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ چہرہ قبر انور کی طرف نہیں قبلہ کی طرف کیا جائے تو لکھا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اس پر اعتماد کرو جو میں نے امام سے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں تردد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ میت کا معاملہ زندہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور زندہ پر سلام اس کی طرف چہرہ کر کے ہوتا ہے۔ نبی اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زیارت کے موقع پر زائر کا علم رکھتے ہیں اور جو بھی زندگی میں آپ کے پاس آتا آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور ان دونوں کی تائید وہ بات کرتی ہے جو مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے کی اور اسے سبکی نے اپنی ''شفاء السقام'' میں ان الفاظ میں نقل کیا ''ہمیں ابن مبارک کے حوالہ سے روایت کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، حضرت ابوایوب سختیانی آئے تو میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا تو میں نے سوچا کہ میں اس انتظار میں رہوں کہ دیکھوں کہ وہ کس طرح حاضری دیتے ہیں:

فجعل ظهره مما يلي القبلة ووجهه مما يلي وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم وبكى غير متباك فقام مقام فقيه

تو انہوں نے اپنی پشت قبلہ کی طرف کی اور اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا اور وہ تکلفات سے بالاتر ہو کر روئے اور وہ معقول اور سمجھدار آدمی کی طرح کھڑے رہے۔

اور مسند ابوحنیفہ از ابوالقاسم طلحہ بن محمد میں بھی یہی ہے جیسا کہ ''خلاصة الوفاء'' میں نقل ہوا، علامہ ملا علی قاری نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں لکھا کہ اس میں اس پر اہم تنبیہ ہے کہ امام صاحب کے ہاں اس معاملے میں تردد کے بعد مختار یہی ہے'' اور اس

پر تمام گفتگو ہماری کتاب "سعادة الدارين" میں ہے چاہیں تو اس کا مطالعہ کریں۔

## چہرہ اقدس کی طرف منہ کرنا پہلے دشوار تھا

اور جو علامہ قروی کبیر سے عنقریب نقل کریں گے کہ لوگ مسجد میں حجرہ شامل ہونے سے پہلے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے تو اس کا سبب اس وقت چہرہ اقدس کی طرف منہ کرنا دشوار تھا تو لوگ گھر کی جانب سے قبر انور کی طرف یا سر اقدس کی طرف سے آتے جیسا کہ شیخ مطری سے عنقریب آئے گا کہ حضرت علی بن حسین علیہما السلام کے سلام کرنے کی جگہ وہ ستون ہے جو ریاض الجنہ سے ملا ہوا ہے اور لکھا کہ حجروں کے مسجد میں شامل ہونے سے پہلے سلف کی یہی جائے سلام ہے۔ اور وہ اس ستون کی طرف منہ کرتے جس میں صندوق ہے اور وہ "رياض الجنة" کی طرف پشت کرتے جب حجرے شامل ہو گئے تو وہ چہرہ اقدس سے متصل جگہ پر کھڑے ہوتے۔

شیخ ابن زبالہ نے سلمہ بن وردان سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے آتے تو وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوتے "خلاصة الوفاء" میں اسی طرح ہے۔

**اعتراض:** اس لیے کہ حجرہ جب مسجد سے خارج تھا اور صحابہ آپ کو سلام عرض کرتے تو کسی کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ چہرہ آپ کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کرے جبکہ حجرہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد یہ ممکن ہو گیا۔

## جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم کی حاضری کا اعتراف

بعض اوقات عوارضات کی وجہ سے ممکن نہ ہونا، اس کے محال کو مستلزم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے ہمیشہ اس کی عدم مشروعیت لازم آتی ہے اور اس بات کا نہ حکم حضور ﷺ نے دیا اور نہ صحابہ کرام نے کہ آپ ﷺ کی قبر انور کے بارے میں ایسی بات ممکن نہیں اور اسلاف سے صحیح طور پر یہ ثابت ہے جس کا تذکرہ علامہ ابن حجر مکی نے "الجوھر المنظم" میں کیا کہ جب حجرہ شریف مسجد میں داخل کر دیا گیا تو آپ کے مقدس چہرہ کے سامنے جگہ کشادہ ہوگئی تو لوگ آپ کی طرف منہ کر کے یوں حاضر ہونے لگے کہ ان کی پشت قبلہ کی طرف ہوتی ہے۔ یہ اس پر سچا گواہ ہے جو پیچھے گزرا کہ سنت قبر مکرم کی طرف چہرہ اور پشت قبلہ کی طرف کرنا ہے۔

پھر اس مخالف کی مذکورہ عبارت میں صحابہ کا حجرہ کے پاس آپ کو سلام عرض کرنے کا اعتراف موجود ہے اور یہ متضاد ہے اس کے جو کئی مقامات پر اس سے ممانعت آئے گی جیسا کہ صفحہ "۱۵۲، ۱۷، ۲۴" اور دیگر صفحات دیکھئے اور خود ہی غور کر لیجیے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۴" پر لکھا، حتی کہ امام مالک "زرت قبر النبی" کہنے کو مکروہ قرار دیتے۔

**جواب:** اس پر صفحہ "۱۳" کی عبارت پر گفتگو گزر چکی ہے یہ اس جواب کے ساتھ ساتھ محض تکرار ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۱" پر لکھا، جو مشروع ہے وہ آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے اور جو ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ وہم پیدا کرے کہ یہ تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر ہے

## جواب: سفر زیارت کا مشروع ہونا

اسی طرح آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر مشروع ہے کیونکہ اس پر صحیح دلائل موجود ہیں۔ ہم عنقریب انہیں بیان کریں گے اور اس کی خصوصی ممانعت پر کوئی صریح دلیل وارد نہیں بلکہ ایسی دلیل کی حاصل دلائل کی وجہ سے تاویل ضروری ہے جیسا کہ اُصول میں مسلمہ ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تین مساجد کے علاوہ سفر ہے جیسا کہ اس مخالف کو وہم ہوا کیونکہ یہ سفر جگہ کے لیے نہیں بلکہ اس شخص وذات کے لیے ہے جو اس جگہ میں تشریف فرما ہیں۔ تو یہ طلب علم اور جہاد وغیرہ کے لیے سفر کی طرح ہے جیسے کہ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں کی ہے جس سے زیادہ گفتگو کی نہیں جا سکتی۔

**اعتراض:** یا کسی دور شہر سے مسجد قبا کی طرف سفر کیا جائے تو یہ آئمہ اربعہ اور دیگر کے ہاں بالاتفاق مشروع نہیں۔

## جواب: مسجد قبا کا مقام

یہ مردود مبالغہ ہے کیونکہ بعض آئمہ نے ایسی صحیح احادیث سے اخذ کیا ہے جو بخاری ومسلم اور دیگر محدثین کے ہاں مسجد قبا کی شان میں آئی ہیں مثلاً مسجد قبا میں نماز عمرہ کی طرح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۔۴۳۵)

اور آپ پیدل اور سوار ہو کر مسجد قبا تشریف لایا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور ہر ہفتہ کے دن آپ قبا تشریف لاتے، ان سے اس کی طرف سفر کی

مشروعیت اور اس میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا صحیح قرار دیا ہے اور اسی چیز کو میں نے اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین ''میں مختار قرار دیا تا کہ دلائل کے درمیان موافقت ہو جائے اور کچھ لوگوں کے تکلف سے بچا جائے کیونکہ ایسے دلائل کے درمیان موافقت کرنا لازم ہوتا ہے جہاں تک ممکن ہو جن کے درمیان ظاہری تعارض ہو۔ ان بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث ''لا تشد الرحال ''میں مساجد ثلاثہ کے ساتھ قبا شریف کا عدم ذکر شاید اس لیے نہ ہو کہ آپ نے اسی پر اکتفا کیا جو اس کی طرف شوق دلانے کے لیے آپ نے خاص طور پر بیان فرمایا ہے اور پھر یہ بھی آپ کی ہی مسجد ہے اور سفر عادتاً اس کے لیے ہوتا ہے جو دور سے آتا ہے اور جو اس طرح آئے گا اس کا عادتاً مقصد مسجد قبا نہیں ہوگا کیونکہ وہ قبا سے بالاتفاق افضل ترین مسجد ترک نہیں کرے گا اسی لیے حدیث شریف میں اس پر اکتفا کیا گیا جیسے آپ نے اس مسجد کے بارے میں فرمایا ''جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ تمہاری مسجد یہی ہے'' (مسلم،۲:۱۰۱۵)

اس سے آپ نے مسجد مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ چیز مسجد قبا کے منافی نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث مذکور سے مراد یہ ہو کہ کئی گنا ثواب کی نیت سے سفر کہ وہاں نماز پڑھی جائے ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نہ کیا جائے تو یہ کئی گنا ثواب کے علاوہ محض فضیلت کے لیے کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کے منافی نہیں جیسے مسجد قبا، اس پر دلیل وہ احادیث ہیں جو اس کی فضیلت کے بارے میں وارد ہیں جنہیں تم جانتے ہو۔ یہ بات علامہ ابن حجر مکی نے ''الجوھر المنظم ''میں لکھی ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۲'' پر لکھا، کیونکہ اس کی جنس میں سے ایسی کوئی چیز نہیں جو شرعاً واجب ہو۔

## جواب: قول کا شاذ ہونا

جس کی نذر مانی جائے اس کے بارے میں یہ شرط لگانا کہ شرعاً اس کی جنس میں سے لازم ہو، یہ شاذ قول ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس قول کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے جیسے کہ اس کی تصریح علامہ محقق ابن حجر مکی نے ''الجوھر المنظم'' میں دیگر نے کی ہے۔

اعتراض: اگر کسی نے ان مساجد کے علاوہ سفر کی نذر مانی یا صرف نبی یا صالح کی قبر کی طرف سفر کی نذر مانی تو اس نذر کا پورا کرنا بالاتفاق لازم نہیں کیونکہ اس سفر کا رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا ''تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کرو'' اور نذر سے وہ چیز لازم ہوتی ہے جو طاعت ہو۔

## جواب: اُصول شرعیہ سے جواز

رسول اللہ ﷺ کا اس سفر کا حکم نہ دینا، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے صراحتاً اس کا حکم نہیں دیا تو یہ تسلیم ہے لیکن تمہیں فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ وہ تمام جن کے بارے میں خاص حکم وارد نہیں ہوا وہ ممنوع نہیں ہوتا اور نہ وہ تمام جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حرام اور مکروہ ہوتا ہے۔ شرعی قواعد اس سفر کے جواز کا فیصلہ دیتے ہیں اور حدیث ''لا تشد الرحال'' سے اس پر استدلال معتبر نہیں کیونکہ اس کی

اس دعویٰ پر دلالت ہی نہیں۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حدیث اس سفر کی ممانعت کا فائدہ دیتی ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی ممانعت ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے ہے اور ایسے معاملہ کی نذر کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور جو مخالف نے بیان کیا کہ لازم نذر کا طاعت ہونا ضروری ہے، بتا رہا ہے کہ یہ سفر اس کے ہاں طاعت نہیں۔ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ یہ ذات کی وجہ سے معصیت ہے تو یہ مردود ہے اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ یہ غیر کی وجہ سے معصیت ہے تو یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی مخالف کے لیے مفید نہیں، یہ تمام اس وقت مفید ہے جب قبر نبوی ﷺ کی طرف سفر کی نذر منعقد نہ ہو نہ کہ نفس زیارت قبر کی طرف نذر منعقد نہ ہو۔

**اعتراض:** امام مالک اور دیگر نے تصریح کی ہے کہ جس نے مدینہ نبوی ﷺ کی طرف سفر کی نذر مانی، اگر اس سے مقصود مسجد نبوی میں نماز اور سلام ہے تو نذر کو وہ پورا کرے اگر مقصود محض زیارت قبر ہے نہ کہ مسجد میں نماز تو پھر نذر کو پورا نہ کرے اس لیے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لا تعمل المطی الا الی ثلاثة مساجد ان تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے۔ (سنن نسائی: ۱-۵۴۰)

اس مسئلہ کو اسماعیل بن اسحاق نے "المبسوط" میں اور اسے بطور معنیٰ اصحاب مالک کی کتب "المدونة" اور "الجلاب" وغیرہ میں ذکر کیا۔

**جواب:** یہ چیز قبر رسول کی طرف سفر کے حرام ہونے پر نص نہیں چہ جائیکہ زیارت کے

ارادہ سے اس کے علاوہ کی طرف سفر کی حرمت پر دلالت کرے۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

## پہلی وجہ: نفس قبر مراد ہے

المبسوط، میں مذکور یہ ہے کہ امام مالک سے اس شخص کے بارے میں یہ سوال کیا گیا جس نے قبر نبوی ﷺ کی طرف جانے کی نذر مانی تو آپ نے جواب میں کہا ،اگر اس نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد کا ارادہ کیا ہے تو وہاں جائے اور اس میں نماز پڑھے اور اگر اس نے قبر کا ارادہ کیا ہے تو یہ سفر نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے۔ یہ تصریح ہے کہ سائل نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے قبر نبوی ﷺ پر جانے کی نذر مانی تو انہوں نے اس کو جواب دیا تو ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے نفس قبر کے قصد سے منع کیا جس کا اعتراف مخالف نے صفحہ ''۱۵۳'' پر خود کیا ہے اور یہ محل نزاع نہیں، نزاع تو زیارت قبر اور زیارت کے قصد سے اس کی طرف سفر ہے نہ کہ نفس قبر کا قصد کیونکہ قبر کے پاس آنے سے مقصود اس ذات کی زیارت ہے جو اس قبر میں تشریف فرما ہے۔ جمہور نے اسے اور اس کی طرف سفر کو قربت قرار دیا اور اسی کا لوگ اکثر ارادہ کرتے ہیں کبھی کبھی اس جگہ کے شرف کی وجہ سے اس کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اسے کسی ایک نے بھی قربت قرار نہیں دیا مگر اس چیز کو جس پر شریعت گواہ ہو۔ مثلاً تین مساجد۔

دوسری وجہ: یہ تسلیم کر لینے کے بعد ''امام مالک کی مراد قصد زیارت سے جانا ممنوع ہے'' یہ کہا جائے گا کہ زیادہ سے زیادہ امام مالک کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ قبر انور

کی طرف سفر کی نذر لازم نہیں ہوتی اور جو نذر سے لازم نہ ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قربت ہی نہ ہو۔ عنقریب اس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

علاوہ ازیں امام مالک رحمہ اللہ کے اس مذکورہ کلام کے امام سبکی نے "الشفاء" میں اور دیگر لوگوں نے اپنی کتب میں متعدد معانی بیان کیے ہیں اور جب اس میں احتمال پیدا ہو گیا تو اس سے استدلال باطل ہو جائے گا اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ انہوں نے وہی کہا جو مخالف نے سمجھا ہے تو اس سے زیارت قبر کی عدم مشروعت لازم نہیں آتی اور نہ ہی نذر کا عدم وجوب لازم آتا ہے "الجوھر المنظم" میں علامہ ابن حجر کے یہ الفاظ ہیں:

"اگر کسی نے ہمارے نبی کی قبر انور کی زیارت کی نذر مانی تو اس پر اسے پورا کرنا لازم ہے" تو ظاہر یہی ہے کہ لزوم میں یہاں وہی استطاعت معتبر ہے جو نذر کے حج میں معتبر ہے اور یہاں لزوم میں اہل علم کا اتفاق ہے جیسے کہ قاضی ابن کج کہتے ہیں بخلاف آپ کے علاوہ کسی کی قبر کی زیارت کی نذر کہ اس میں لزوم نہیں کیونکہ اس کے لزوم میں دو وجوہات ہیں۔

امام سبکی نے لکھا کہ (امام ابن کج کا) اتفاق کا نقل کرنا ہی حق ہے یعنی دلائل اس بارے میں موجود ہیں جیسے کہ پیچھے گفتگو میں گزرا کہ یہ نذر قربت، مستحب، مقصود اور اس میں اس قدر تاکید ہے کہ جسے بطور عبادت ہی بجالایا جائے گا اور جس قربت کا یہ شان ہو وہ نذر سے بالاتفاق لازم ہو جاتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر کی قبور ان میں سے ہیں اور ان کی زیارت سنت ہے اور نذر مانی ہوئی چیز کے لیے یہ شرط قرار دینا

کہ اس کی جنس میں سے شرعاً کوئی شے لازم ہو تو یہ شاذ قول ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ علاوہ ازیں آپ کی زیارت کی جنس لازم ہے اور وہ آپ کی طرف ظاہری حیات میں ہجرت ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا کہ اس کی نذر لازم نہیں ہوتی یہ اگر ان سے صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ اس کے قربت ہونے کے منافی نہیں جو صحت کے ساتھ امام مالک اور دیگر علماء مسلمین سے ثابت ہے کیونکہ نذر تمام قربتوں کو لازم نہیں کرتی بلکہ وہ مخصوص قربت کو لازم کرتی ہے جیسے یہ اپنے مقام پر ثابت ہے۔

## مختصر کی عبارت

علاوہ ازیں "المختصر" (جو مالکیوں کے ہاں بڑی عمدہ کتاب ہے) میں ہے کہ نذر سے وہ چیز لازم ہو جاتی ہے جو مستحب ہو اور تم دیکھ رہے ہو یہ عبارت امام مالک سے منقول کے خلاف بڑی ظاہر ہے۔ بعض ائمہ مالکیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کی طرف سفر، زیارت کے لیے کعبہ اور بیت المقدس کی طرف سفر سے افضل ہے اور یہ چیز "المختصر" کی مذکورہ عبارت کی تائید کر رہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

**اعتراض:** جو بات امام مالک اور دیگر اہل علم نے کہی میں ائمہ مسلمین میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے اس کے خلاف کہا ہو بلکہ ان علماء کا کلام ان کی موافقت پر ہی دلالت کرتا ہے۔

## جواب: آئمہ کی تصریح کہاں ہے؟

یہ بایں طور مردود ہے کہ جو کچھ امام مالک نے کہا وہ کراہت پر بھی دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ وہ حرمت پر دلیل ہو تو ان کے ساتھ موافقت میں کوئی حرج نہیں علاوہ ازیں ان ائمہ مسلمین مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے۔ ایسے کلام کا تذکرہ ضروری ہے جو زیارت قبور کی طرف سفر کی حرمت پر تصریح ہو اور محض یہ دعویٰ کہ ان کا کلام امام مالک کے موافق ہے نہایت مغالطہ ہے جو اپنے قائل کو رُسوا کرنے والا ہے۔

مخالف کے عدم علم سے اس کا عدم لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس کے عدم فہم سے اس پر اتفاق لازم آتا ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو کہ بات امام مالک نے کہی یہ دوسرے امام کو پہنچی انہوں نے اسے مدت غور و فکر کے بعد تسلیم کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی تو اجماع سکوتی ثابت ہو جائے گا جبکہ اتنی سی بات سے مدعی کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳" پر لکھا، امام شافعی اور امام احمد کے اصحاب کے زیارت قبور کے سفر کے بارے میں دو اقوال ہیں: **پہلا قول:** تحریم۔ **دوسرا قول:** اباحت۔ متقدمین اور ان کے آئمہ اسے حرام مانتے ہیں اور اسی طرح اصحاب امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر کا قول ہے۔ البتہ اختلاف متاخرین کے درمیان واقع ہوا۔

## جواب: آئمہ پر افترا در افترا

یہ آئمہ اور قدماء اصحاب آئمہ پر افترا ہے ان کا کونسا کلام ہے جو حرمت پر وارد

کونسی کتاب میں انہوں نے اسے عدم قربت قرار دیا یہ لوگ ایسے قول سے مبرا ہیں اور اس کی نسبت ان قدماء کی طرف دوسرا افترا ہے۔ متقدمین میں سے اصحاب شافعی اور احمد میں سے کون سے متقدمین کا یہ قول ہے؟ اور کون سی کتاب میں انہوں نے یہ تصریح کی یا اسے بطور مذہب بیان کیا ہے۔

شیخ ابن بطہ اور ابن عقیل دونوں حنبلی اور جوینی اور قاضی حسین دونوں شافعی ہیں لیکن یہ ان کے قدماء میں سے نہیں جیسے ہر اس آدمی پر یہ مخفی نہیں جو اہل علم کے حالات اور ان کی وفیات کے بارے میں علم رکھتا ہے۔

اور اس قول کی نسبت اصحاب مالک کی طرف کرنا تیسرا افترا ہے کیونکہ مخالف کی بات کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام اس پر متفق ہیں اور اس چیز کو وہ کیسے ثابت کر سکتا ہے؟ اور یہ پہلا فتنہ نہیں جو اسلام میں برپا کیا گیا بلکہ اس سے پہلے اس کے شیخ ابن تیمیہ نے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کے سفر میں قصر نماز کی ممانعت کی نسبت ابن بطہ، ابن عقیل اور متقدمین علماء کے کثیر گروہوں کی طرف کی ہے۔ امام سبکی نے اس نقل کا تحقیق کے ساتھ تعاقب کیا اور متقدمین کی کثیر جماعتوں سے اسے واضح کیا۔ اور ابن تیمیہ نے بھی ایسے سفر میں قصر کے منع کے قول کو متقدمین علماء کا قول قرار دیتے ہوئے ابن بطہ اور ابن عقیل کا نام لیا اور اس نے ابن عقیل کو متقدمین میں شامل کیا۔ پھر جواز قصر کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض متاخرین اصحاب شافعی و امام احمد مثلاً غزالی وغیرہ کا قول نقل کیا۔

## شیخ ابن عقیل متقدم نہیں

امام سبکی نے اس کا یوں رد کیا کہ شیخ غزالی، ابن عقیل کے طبقہ کے ہیں بلکہ ابن عقیل کی وفات غزالی کے بعد ہے کیونکہ ابن عقیل کی وفات کا سال ۵۱۳ھ اور غزالی کی وفات کا سال ۵۰۵ھ ہے تو کیسے ابن تیمیہ، ابن عقیل کو متقدمین اور غزالی کو متاخرین میں سے قرار دے سکتا ہے؟

اگر ابن عبد الہادی اور اس کے استاذ کی مراد متقدمین کی طرف منع کی نسبت ہے اور ابن عقیل کو ان میں شامل کرنے سے عوام کے درمیان اس قول کو مقبول بنانا ہے تو یہ علماء اسلام کے درمیان نہایت قبیح امر ہے۔

**اعتراض:** متاخرین کے درمیان اس بارے میں نزاع پیدا ہوا کہ ارشاد نبوی ﷺ "لاتشد الرحال الا ثلاثۃ المساجد" الفاظ خبر ہیں لیکن اس کا معنٰی نہی ہے تو یہ سفر حرام ہوگا۔ بعض اہل علم نے کہا کہ یہ نہی نہیں بلکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ یہ مشروع نہیں اور نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ مباح ہے۔

## جواب: نزاع کی وجہ

متاخرین کے درمیان اختلاف کو منحصر کرنا، اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ تمام قدماء اس کی حرمت پر متفق ہیں حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں، اس پر دلیل کا قیام ضروری ہے۔ پھر جو اس نے متاخرین کے درمیان نزاع کی وجہ بیان کی وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جس نے حدیث "لا تشد الرحال" کو نہی پر محمول کیا اس نے اسے تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر یا ان تین مساجد کے علاوہ نفس بقعہ کی طرف سفر کی نہی پر محمول کیا

اور جس نے اس ارشاد کو مطلقا سفر کی حرمت پر دلیل بنایا۔ آپ پیچھے جان چکے ہیں اس نے خطا کی تو ان کے درمیان اختلاف کا منشا یہ ہے نہ کہ وہ جو مخالف نے ذکر کیا۔

اعتراض: بعض متاخرین نے کہا کہ یہ نہی نہیں اس کا معنٰی یہ ہے کہ یہ مشروع نہیں نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ تجارت وغیرہ کے سفر کی طرح مباح ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ ان سفروں سے مقصود عبادت نہیں بلکہ ان سے دنیاوی مباح مصلحت مقصود ہے اور قبور کی طرف سفر سے مقصود عبادت ہے اور عبادت واجب ہو گی یا مستحب؟ جب اس پر اتفاق ہے کہ قبور کی طرف سفر نہ واجب ہے نہ مستحب تو یہ ایسا فعل بطور عبادت کرنے والا بدعتی ہوگا۔

## جواب: نہی مساجد کی طرف سفر سے مخصوص

جن لوگوں نے قبور کی زیارت کا سفر جائز مانا ہے انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ "لاتشد الرحال" نہی ہے لیکن انہوں نے اسے مساجد کی طرف یا کسی جگہ کے سفر کے قصد سے خاص کیا ہے اور جو اس مخالف نے اس پر الزام دیا ہے وہ اس پر لازم نہیں آتا کیونکہ اگر یہ حدیث عام ہو جیسے باطل مؤقف والوں کا زعم ہے تو طلب علم کے لیے سفر حرام ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی ایسا سفر ہے جس سے مقصود عبادت ہے اور اسے بھی مخصوص کرنا ضروری ہوگا۔

اعتراض: میں آئمہ مسلمین میں سے کسی ایک کو نہیں جانتا کہ اس نے کہا ہو قبور کی طرف سفر مستحب ہے اگر تبعین میں سے کسی نے یہ کہا ہو تو یہ ممکن ہے لیکن آئمہ مجتہدین میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کی۔

## جواب: فروعی مسائل کا استنباط

بہت سے فروعی مسائل میں آئمہ کی تصریح نہیں ملتی ان کے اصحاب وتلامذہ ان

کے مقرر کردہ قواعد سے ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور اس میں کوئی نقصان نہیں جبکہ

مذکورہ مسئلہ کی مبارک شرع میں اصل موجود ہے۔ جس کی تفصیل کتاب ''سعادۃ الدارین''

میں ہے چاہیں تو اس کا مطالعہ کریں۔

اعتراض: اب واضح ہو گیا کہ سبکی کا قول غلط، سنت اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے

## جواب: صحابہ پر افترا

پیچھے ہم نے تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا کہ یہی قول درست اور سنت کے

موافق ہے اور مخالف کا دعویٰ کہ یہ صحابہ کے اجماع کے مخالف ہے۔ محض صحابہ پر افترا

ہے اور یہ اسے کیسے ثابت کر سکتا ہے؟

(حاشیہ: سنت کے موافق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سنت میں جس زیارت کا حکم دیا گیا ہے وہ

سفر کو شامل ہے اس لیے کہ لفظ ''زیارت'' زیارت کرنے والے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ

کی طرف منتقل ہونا ہے جہاں وہ شخص رہتا ہے جس کی زیارت کی جائے اور یہ قاعدہ متفقہ

ہے کہ قربت کا ذریعہ بھی متفقہ طور پر قربت ہی ہوتا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں کہ اسے کسی

اور جہت سے حرمت متصل ہو جائے مثلاً ایسی زمین کے راستہ سے گزرنا جو مغصوبہ ہو تو یہ

صراحت ہے کہ زیارت کے لیے سفر قربت ہے اور یہ خیال کرنا کہ فقط قریب کے حق میں

زیارت قربت ہے یہ محض شریعت پر افترا ہے۔ جس کی طرف توجہ نہیں کی جا سکتی)

اعتراض: صحابہ کرام سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی خلافت اور عصر صحابہ کے اختتام تک کسی ایک نے بھی قبر نبوی ﷺ، نیک آدمی کی قبر اور ملک شام میں قبر حضرت خلیل علیہ السلام کی طرف سفر نہیں کیا۔

جواب: جو کام صحابہ نے نہیں کیا

پہلے اس نفی عام کا اثبات ضروری ہے اور تمہیں شیخ ابن تیمیہ کی تقلید نفع نہیں دے سکتی اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں تو جو کام صحابہ نے نہیں کیے وہ بدعت اور گمراہی نہیں ہوتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے مسافر خانہ بنایا ہو؟ اور ان میں سے کسی ایک نے بھی کُتب اور تصانیف کو تالیف نہیں کیا۔ کیا تم یہ خیال کرو گے کہ مسافر خانہ بنانے والا یا کتاب لکھنے والا گمراہ اور بدعتی ہے؟ کیا تمہارے نزدیک یہ کہنا جائز ہوگا کہ مسافر خانوں کا بنانا اور کتاب لکھنا، بدعت ہے اور اس کے ترک پر اجماع صحابہ ہونے کی وجہ سے یہ کام غیر مشروع ہے۔ جو تمہارا جواب ہو گا وہی جواب ہمارا ہو گا اور اللہ تعالیٰ پر ہی ہمارا بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ لمبے چوڑے دعوے جن کا ارتکاب تمہارے استاذ ابن تیمیہ نے کیا۔ متعدد دفعہ علمائے اُمت ان کا رد کر چکے ہیں تو اب ان مسترد شدہ اقوال کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ حق بات یہ ہے کہ ان خرافات کے رد میں مشغول ہونا بھی اوقات کا ضیاع ہے لیکن صرف یہ ہے کہ عوام دھوکہ کھا جائیں گے۔ تو علماء پر واضح دلائل کے ساتھ ان کا رد کرنا ضروری ہے۔

تعصی الالہ وانت تظہر حبہ          ہذا لعمری فی القیاس بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتہ          ان المحب لمن یحب مطیع

(تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے: لیکن اس کی محبت کا ہی تو اظہار کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ عقلاً بڑی عجیب بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب، محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے)

**اعتراض:** صفحہ "۲۴" پر لکھا، صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی قبر نبوی ﷺ کی خاطر شہر مدینہ کی طرف سفر نہیں کیا بلکہ وہ آتے مسجد میں نماز پڑھتے اور نماز میں ہی سلام پڑھتے۔

**جواب:** یہ بلا دلیل دعویٰ ہے اس نفی عام پر واضح کوئی دلیل پیش کی جائے ورنہ یہ محض مشقت میں پڑتا ہے۔

**اعتراض:** آپ پر صحابہ مسجد میں داخل اور نکلتے وقت درود شریف پڑھتے حالانکہ آپ حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہیں نہ وہ حجرہ میں داخل ہوتے اور نہ وہ حجرہ سے باہر مسجد میں دیواروں کے پاس کھڑے ہوتے۔

**جواب: حاضری چہرہ اقدس کے سامنے**

یہ بات مردود ہے۔ امام مطری نے جیسا کہ "خلاصۃ الوفاء" میں اور دیگر نے اسلاف سے نقل کیا کہ وہ حجرہ کے مسجد میں شامل ہونے سے پہلے ریاض الجنۃ میں آپ کے سر اقدس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ وہ گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے کیونکہ اس وقت آپ کے چہرہ اقدس

کے سامنے حاضر ہونا دشوار تھا۔ پھر جب آپ کی ازواج کے حجرے مسجد میں شامل کیے گئے تو آپ کے چہرہ اقدس کے سامنے جگہ کشادہ ہوگئی تو وہ اسی جگہ پر یوں کھڑے ہوتے کہ ان کا چہرہ حضور کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہوتی اس مقام کی آئمہ نے اپنی کُتب میں علامات ذکر کیں جو مٹ چکی ہیں اور ایک علامت اب تک باقی ہے وہ چاندی کا کیل ہے جس پر سرخ رنگ سونے کا پانی چڑھایا گیا اور یہ آپ کے چہرہ اقدس کے سامنے ہے جو بندہ اس کیل کے سامنے کھڑا ہوگا وہ آپ کے چہرہ اقدس کے سامنے ہے جیسا کہ علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوهر المنظم ''میں ذکر کیا۔

شیخ یحیٰ کا بیان ہے، ہمیں ہارون بن موسیٰ قروی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے دادا ابو علقمہ سے سنا ان سے یہ پوچھا گیا کہ حجرہ انور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں کیسے سلام عرض کیا کرتے تھے؟ تو بتایا: لوگ آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا کرتے اور اس دروازے پر کوئی تالہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔ (خلاصة الوفاء)

قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں یوں لکھا: ''بعض اہل علم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس آئے، کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ اُٹھائے حتی کہ میں نے خیال کیا کہ یہ نماز شروع کر رہے ہیں تو انہوں نے نبی ﷺ پر سلام عرض کیا۔ پھر واپس ہوئے'' اس بعض سے مراد حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف ہیں جیسا کہ ''احیاء علوم الدین ''اور اس کی شرح میں ہے۔

شیخ حسن بن زبالہ نے سلمہ بن وردان سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ نبی ﷺ پر سلام کہنے کے لیے آئے تو وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ پیچھے لغوی امام مجد الدین سے نقل کیا تھا کہ امام ابن مبارک نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا کہ حضرت ابوایوب سختیانی جب شہر مدینہ میں قبر انور کی زیارت کے لیے آئے تو انہوں نے اپنی پشت قبلہ کی طرف کی اور چہرہ اپنا رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف کیا۔

امام جعفر صادق نے اپنے دادا امام زین العابدین علیہما السلام سے نقل کیا کہ جب وہ بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام کے لیے آتے تو اس ستون کے پاس کھڑے ہوتے جو ریاض الجنہ سے متصل ہے۔ پھر سلام عرض کرتے اور بتاتے۔ رسول اللہ ﷺ کا سر اقدس یہاں ہے جیسا کہ ''الجوھر المنظم'' وغیرہ میں ہے۔ خود مخالف نے صفحہ ''۲۹۰'' اور ''۳۱۶'' پر اقرار کیا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوتے اور اس طرح آپ پر سلام عرض کرتے جیسے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں کرتے اور یہ مخالف کا اپنا ہی تضاد ہے۔

اعتراض: خلافت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں یمن سے لشکر آئے جنہوں نے شام اور عراق کو فتح کیا۔ انہی لوگوں کے حق میں یہ فرمان الٰہی ہے:

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا (پ ۶، المائدہ: ۵۴)

وہ مسجد میں نماز پڑھتے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور ان میں سے کوئی بھی قبر انور کے پاس نہ گیا۔

**جواب:** یہ بلا دلیل ایسا دعوٰی ہے جسے وہ واقعات جھٹلاتے ہیں جو حدیث اور تواریخ کی کتب میں موجود ہیں جیسے اُوپر گزرا۔

**اعتراض:** جس چیز کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے وہ عبادت، طاعت اور قربت ہے اور جس سے آپ نے منع کیا وہ اس کے مخالف بلکہ وہ کبھی شرک ہوتا ہے جیسے گمراہ مشرکین اور اہل کتاب اور ان کے ہم مثل لوگوں نے یوں کیا کہ انہوں نے انبیاء اور صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا اور ان کی طرف نماز پڑھی۔

**جواب:** یہ نہایت ہی واضح مغالطہ ہے کیونکہ شریعت میں ممنوع وہ عمل ہے جو مشرکین اور اہل کتاب کیا کرتے اور وہ یہ تھا کہ وہ قبور کو سجدہ گاہ بناتے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ اسی بات کو یہ ان کی تعظیم قرار دیتے، ان سے تبرک اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت میں ان کا تقرب چاہتے۔ لیکن جو لوگ کسی نیک آدمی کے پڑوس میں مسجد بنا کر اس کے قرب سے حصول برکت کا ارادہ کرتے ہیں نہ اسے ان کی تعظیم قرار دیتے ہیں اور نہ ہی ان کی قبر کو نماز وغیرہ کے لیے قبلہ بناتے ہیں تو یہ ممنوع نہیں ہوگا کیونکہ اس کی کسی طرح بھی ان کے فعل کے ساتھ مشابہت نہیں بنتی اور احادیث میں وارد وعید کے تحت یہ داخل نہیں ہوگا۔

علامہ محقق ابن حجر "الجوھر المنظم" میں لکھتے ہیں، قبر نبوی یا ولی کی قبر کی

طرف بطور تبرک و تعظیم نماز حرام ہے۔ اور امام نووی کا ''تحقیق: ص، ۵۸'' میں یہ قول ہے۔ آپ کے علاوہ کی قبر کی طرف نماز مکروہ ہے۔ یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس سے قبر کی تعظیم مقصود نہ ہو ورنہ یہ حرام ہے بلکہ بسا اوقات یہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ عطا فرمائے۔ (آمین)

(حاشیہ: میں کہتا ہوں کہ شیخ نووی نے ''الروضہ: ا۔۳۹۷'' پر لکھا، قاضی ابن کج کہتے ہیں جب کسی نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی نذر مانی تو میرے نزدیک ایک ہی صورت ہے کہ اس پر نذر کا ادا کرنا لازم ہے اگر اس نے کسی دوسری قبر کی زیارت کی نذر مانی تو اس میں دو اقوال ہیں: شیخ الاسلام زکریا نے اس کی وجہ ''اسنی المطالب: ا۔۳۳۲'' پر یہ لکھی کہ جس نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی نذر مانی اسے اس کا پورا کرنا لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت مطلوبہ قربتوں میں سے ہے لیکن آپ کے غیر کی قبر کی نذر کے لزوم میں تردد ہے۔ یعنی دو اقوال ہیں اور ان میں بہتر قول یہ ہے کہ اس آدمی کے حق میں یہ لازم ہو گی جب وہ مدفون نیک آدمی ہو کیونکہ یہ قربت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ''قبور کی زیارت کیا کرو'' ان کے کلام کا ظاہر بتاتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبور، نبی ﷺ کی قبر کے علاوہ قبور کی زیارت کی طرح ہے کیونکہ آپ کی قبر کی زیارت مطلوبہ قربتوں میں سے ہے تو اس کے ساتھ ہی دیگر انبیاء علیہم السلام اسی طرح اولیاء اور صالحین کو لاحق کر لیا جائے اور دونوں اقوال میں سے بہتر لزوم ہے اور انہوں نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے)

اعتراض: صفحہ "۲۵" پر لکھا، نبی ﷺ نے اپنی اُمت کو چھوٹے اور بڑے شرک سے منع کیا حتی کہ فرمایا: جس نے غیر اللہ کے نام پر حلف اُٹھایا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد: ۲۔ ۶۹۔ ترمذی: ۴۔ ۱۱۰۔ ابوداؤد: ۳۔ ۲۲۳۔ مسند طیالسی: ۱۔ ۱۸۔ مصنف عبد الرزاق ۱۵۲۶۔ ابن حبان: ۴۳۱۸) حاکم (۴۔ ۲۹۷) بیہقی، السنن الکبریٰ (۱۰۔ ۲۹)

(حاشیہ: میں کہتا ہوں اسے حاکم نے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے ان کی موافقت کی اگرچہ بیہقی نے اس پر ان الفاظ میں طعن کیا کہ یہ ان روایات میں سے ہے جسے سعد بن عبیدہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا اور یہ ایک ایسے اور طریق سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں اور اہل علم کا عمل اس کے حسن ہونے اور بعض اس کے صحیح ہونے کے قائل ہیں مگر یہ کہ اسے ان پر محمول کیا جائے جس کی دیگر احادیث میں تخصیص موجود ہے، ان میں سے کچھ کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

امام ابوعیسیٰ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعض اہل علم کے ہاں اس حدیث کے الفاظ "فقد کفر" اور شرک کو شدت اور تغلیظ قرار دیا ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ابن عمر ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم اُٹھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے آباء کی قسم اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ یہ نہی اور ممانعت ان آباء کے ناموں پر حلف اُٹھانے سے ہے جو مسلمان نہ تھے۔ اس کی تائید اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو آدمی حلف میں لات وعزیٰ کا نام لے اسے چاہیے کہ اس کی جگہ "لا الہ الا اللہ' کہے تو اب نہی ان مخصوص میں ہی ظاہر ہوگی۔ رہا نبی اور آپ کے متبعین کے ناموں پر حلف تو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اس بارے میں کوئی معتمد نہی وارد نہیں)

## جواب: یہ ہر حال میں منع نہیں

ہاں! لیکن یہ حدیث علماء کے ہاں اس پر محمول ہے کہ جب حلف اُٹھانے والا اس غیر کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی طرح ہی کرے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اسی طرح حلف کا استحقاق رکھتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ رکھتا ہے نہ کہ ہر حال میں، ان دلائل کی وجہ سے جو میں نے اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں واضح کیے ہیں۔ چاہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۷" پر لکھا، جس نے محض زیارت قبر کے لیے سفر کا قصد کیا اور مسجد کا ارادہ نہ کیا اور شہر مدینہ کی طرف سفر کیا، اس نے آپ کی مسجد میں نہ نماز پڑھی اور نہ ہی نماز میں سلام پڑھا بلکہ وہ قبر انور کے پاس ہی گیا پھر لوٹ آیا تو یہ بدعتی، گمراہ، سنت رسول، آپ کے صحابہ اور علماء اُمت کے اجماع کا مخالف ہے۔ اسی کے بارے میں دو اقوال ہیں: **پہلا قول:** یہ حرام ہے۔ **دوسرا قول:** اس پر کوئی شے نہیں اور نہ اس کے لیے کوئی اجر ہے۔

**جواب:** یہ ابن تیمیہ کی طرف سے عجیب حملہ، فحش خطا، مکروہ دعویٰ اور قابل اعتراض گفتگو ہے۔ اس پر وقت کے علماء نے شدید گرفت اور رد کیا اور اس پر تعزیر لازم کی کہ اسے شعبان ۷۲۶ھ کو قلعہ دمشق میں بند کر دیا گیا اور وہیں رہا حتی کہ ۷۲۸ھ میں وہیں مر گیا جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ" اور دیگر نے اپنی کتب میں تفصیل دی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس شخص کا علم اس کی عقل سے زیادہ اور اس کی نظر اس کے فہم سے بڑی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں اس کی گفتگو

کو محققین نے قبول نہیں کیا البتہ جس نے اس کی محبت کی شراب پی وہ سلیم اصحاب طبائع کے مخاطبات سے خارج ہے ایسے غلط اور فاسد دعووں میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف عرض اور شکایت ہے جن سے ان لوگوں کے جسم کانپ جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور اپنے نبی ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔

یہ شخص اس مسئلہ میں اپنی تحقیق کی بنا پر اولین وآخرین کے لیے مثال بنا۔ ناظرین کے لیے کھیل اور ماہرین کے لیے مذاق بنا۔ کاش اس بکواس سے وہ چپ رہتا اگر وہ چپ نہیں رہ سکتا تھا تو اس کے متبعین کو اس تحقیق سے چپ ہو جانا چاہیے تھا اور اسے اس کے ساتھ ہی اس کی قبر میں دفن کر دیتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (پ ۱۸، النور: ۴۰)

اور جس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہ کرے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

اس مقام پر حاصل کلام یہ ہے کہ فقط قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے قصد سے مدینہ شریف کے سفر میں اختلاف ہے۔ جوینی اور عیاض سے اس کی حرمت منقول ہے اور انہوں نے اس حدیث ''لا تشد الرحال'' سے استدلال کیا ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم، ابن رجب، ابن عبد الهادی اس رائے کی مدد کے لیے کھڑے ہوئے اس مسلک کو اختیار کیا اور اپنے زعم میں انہوں نے اس میں تحقیق کی لیکن ان پر شاعر کا یہ قول صادق آتا ہے:

تروح الی العطار تبغی شبابها ولن يصلح العطار ما افسد الدهر

(تم نے سفر کیا عطار کی طرف تا کہ جوانی مل جائے۔ لیکن عطار قیامت تک جوانی دے نہیں سکتا)

فن حدیث اور فقہ کے ماہرین اس رائے کے رد میں کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کو باطل غلط اور خطا ضعیف اور کمزور قرار دیا اور منکرین کے دلائل کو توڑا اور ان کے استدلال کے طریقہ کو ضعیف بتایا جیسا کہ کچھ اُوپر گزرا ہے۔ علماء اُمت میں سے جمہور اور ملت کے اکثر محققین اس رائے کا سختی سے انکار کرتے ہیں اور زیارت قبور کی طرف شد رحال جائز قرار دیتے ہیں خصوصاً سید القبور کی زیارت جو ہر صاحب قبر کے سردار کی قبر ہے۔

## محض نیت زیارت سے سفر

بلکہ بعض اہل علم نے نفس زیارت کے ارادہ سے شہر مدینہ کا سفر مستحب قرار دیتے ہوئے کہا کہ محض زیارت سفر کی نیت ہو جو آپ کی مسجد کی نیت سے خالی ہو۔

ملا علی قاری نے ''شرح مشکوۃ'' میں لکھا، امام ابن ابہمام فرماتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی ہی محض نیت کی جائے جب وہاں پہنچے تو مسجد کی زیارت کرلیں یا اللہ تعالیٰ دوبارہ اگر یہ نعمت عطا کرے تو اس مسجد کی بھی نیت کرلیں کیونکہ اس میں آپ کی تعظیم اور اجلال زیادہ ہے۔

شیخ حلبی نے لکھا کہ اس ارشاد نبوی ﷺ کا ظاہر اسی کے موافق ہے:

| | |
|---|---|
| من جاء نی زائراً لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون له شفیعاً یوم القیامة | جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ تھی مجھ پر اس کا یہ حق ہے کہ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں۔ |

شیخ رحمتی نے عارف باللہ ملا جامی کے بارے میں نقل کیا:

انه افرد الزیارة عن الحج حتی لایکون له مقصد غیرها فی سفره — انہوں نے زیارت کی نیت حج سے الگ کی تا کہ اس سفر میں زیارت کے علاوہ دوسرا کوئی مقصد نہ ہو۔

جیسے "حاشیہ ابن عابدین علی الدر المختار" میں ہے۔

ابن تیمیہ کے معاصر امام ابن الحاج تلمسانی مالکی نے اپنی کتاب "المدخل" میں لکھا "اہل علم کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت قربت مطلوبہ ہے اس کا کسی دوسرے سے کوئی تعلق نہیں تو یہ قصد میں تنہا اور اس کی طرف سفر کیا جائے گا جو اس زیارت کے ارادہ سے نکلا اور اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں تھا تو وہ بڑی بلند طاعت میں ہے"

سید مرتضیٰ زبیدی نے "شرح الاحیاء العلوم" میں لکھا کہ صوفیاء کے ہاں وصال کے بعد آپ ﷺ کی قبر انور کی طرف ہجرت اسی طرح ہے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔

علامہ محقق ابن حجر مکی "الجوهر المنظم" میں اور دیگر لکھتے ہیں کہ محض زیارت کا ہی خالص ارادہ سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی اور ارادہ ملایا جائے مثلاً آپ کی مسجد میں اعتکاف یا نماز، یہ عظیم قربت اور بلند مرتبہ ہے اس میں کسی طرح بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں اس میں اس کا اختلاف ہے جس نے اپنی خواہش کو خدا بنایا

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا اور شقاوت وعناد کی اتباع نے اسے اندھا کر دیا انہوں نے ہی مذکورہ کتاب میں یہ لکھا، جیسے زیارت کی مشروعیت اور اس کے لیے سفر پر اہل علم کا اجماع ہے کیونکہ لوگ صحابہ کے دور سے لے کر آج تک زمین کے تمام گوشوں سے حج سے پہلے اور اس کے بعد آپ ﷺ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور آپ ہی کی زیارت کے لیے بعید سفر اور مشقتیں برداشت کر کے اس میں مال خرچ کرتے اور بڑی محنت کرتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ عمل عظیم قربت ہے

(ملاحظہ کیجیے: المسالك والمناسك للكرماني: ٢-١٠٥٨-المناسك لابن فرحون :٢-٣٧-نسک خلیل: ١٢٢-جوهر المنظم: ٤٨)

جو یہ گمان کرتا ہے کہ اہل علم کی جمع عظیم تمام زمانوں میں خطا کرنے والے تھی وہ خود خطا کرنے والا اور محروم ہے اور اس کا یہ زعم کہ اہل علم دیگر عبادات کا ارادہ کرتے تھے نہ کہ محض زیارت کے لیے سفر کرتے یہ سینہ زوری اور علم کے ساتھ عناد ہے کیونکہ ان میں اکثریت کے دل میں زیارت کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا ہاں فقط ان کے دل میں یہ بات آئے گی جو مبطل مخالف کے شبہ میں مبتلا اور گرفتار ہیں اور وہ بہت ہی کم ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی بڑی غرض فقط زیارت ہی ہے اور زیارت کے علاوہ دیگر اُمور اسی نیت کے ضمن میں سمو لیتے حتی کہ اگر یہ زیارت نہ ہوتی تو وہ مدینہ منورہ کا سفر ہی نہ کرتے۔

## دوسری قربت کی نیت اخلاص کے منافی نہیں

اور اہل علم کا یہ کہنا نہایت مناسب ہے کہ آپ ﷺ کی زیارت کے ساتھ

آپ کی مسجد اور اس میں نماز کا ارادہ بھی کرلیا جائے اور یہ ہماری مذکورہ بات پر تصریح ہے کیونکہ انہوں نے اسے شرط قرار نہیں دیا۔ البتہ اسے اکمل کہا تا کہ دو قربتوں کی طرف سفر ہو جائے اور قربت میں اضافہ کی وجہ سے ثواب میں کثرت ہو حتی کہ جتنی قربتوں کا ارادہ کرلیا جائے اجر بڑھتا جاتا ہے اور اہل علم کی گفتگو میں گذشتہ فائدہ ہے اور یہ اس پر تنبیہ ہے کہ ان قربتوں کا ارادہ کرنا نیت زیارت میں اخلاص سے مانع نہیں

المواهب اللدنية اور اس کی شرح ''زرقانی'' میں ہے آپ کی اُمت کے خصائص میں سے یہ ہے کہ یہ گمراہی پر جمع نہیں ہوگی بلکہ جب ان کا کسی حکم پر اجماع ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اسی طرح ہوگا۔ اس پر یہ حسن مشہور حدیث ہے:

ان اُمتی لا تجتمع علیٰ ضلالة فاذا رایتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم — میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ (ابن ماجہ: ۲۔۱۳۰۳)

اسے ابونعیم، حاکم، لالکائی، ضیاء المقدسی، ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی، طبرانی، امام احمد، ابن ابی خیثمہ، شیبانی، ابن ابی عاصم، طبری اور دیگر اہل علم نے مختلف الفاظ سے نقل کیا جس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں کی۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور مرفوع اور موقوف صحت کے ساتھ ثابت ہے:

ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن — جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا ہوتا ہے۔ (مسند احمد: ۷۔۴۵۳)

اسے امام ابونعیم، طبرانی، طیالسی، حاکم، امام احمد وغیرہ نے نقل کیا ہے اسی سے اس کی اس بات کے بارے میں علم بھی ہو جاتا ہے جواس نے کہا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر کوئی شے اوراجر نہیں، یہ محض افترا ہے۔

اعتراض: علماء مسلمین زیارت شرعیہ کیا کرتے آپ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھتے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نماز میں سلام پڑھتے اور اس کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

## جواب: یہ زیارت ہی نہیں

یہ بات یوں مردود ہے کہ مخالف نے جو ذکر کیا یہ قبر کی زیارت ہے ہی نہیں نہ شرعی نہ بدعی کیونکہ زیارت شرعی ہونا، یہ اس کی فرع ہے کہ وہ زیارت قبر کے تحت یعنی اس کے مفہوم میں اولاً داخل ہو جب وہ داخل ہی نہیں تو وہ زیارت ہی نہیں ہوگی اور مسجد میں داخلہ کے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام مسجد نبوی ﷺ میں مشروع ہونا یہ اس لیے نہیں کہ آپ اس کے قرب میں مدفون ہیں نہ اس لیے کہ وہ آپ کی مسجد ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ تو جمیع مساجد کے داخلہ کے وقت مشروع ہے اگر نبی ﷺ کی اس مقام پر تدفین نہ ہوتی تو مسجد کے داخلہ کے وقت یہ مشروع ہوتا تو یہ کہنا کہ یہ قبر نبوی ﷺ یا آپ کی زیارت شرعیہ ہے اس قول کی طرح ہے کہ ہر مسجد میں داخلہ کے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام ہے اگرچہ وہ تمہارے اور ہمارے شہر میں ہو تو یہ آپ کی قبر یا آپ کی زیارت شرعیہ ہوگی اور ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو عربی الفاظ کے معانی سے

جاہل یا اُمور شرعیہ کا دشمن ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۸'' پر لکھا، کیونکہ بعض علماء زیارت قبور کو مطلقاً مستحب نہیں جانتے اور کچھ مطلقاً اسے مکروہ کہتے ہیں جیسے یہ بات ابراہیم نخعی، شعبی اور محمد بن سیرین سے منقول ہے اور یہ لوگ اجلہ تابعین ہیں اور امام مالک سے یہی منقول ہے۔

**جواب: قول کا شاذ ہونا**

یہ بات ان صریح احادیث مشہورہ کے مقابل نہیں آسکتی جس کا اعتراف ہمارا مخالف بھی کرتا ہے اور ان دیگر احادیث کے بھی منافی ہے جو زیارت قبور کی مشروعیت پر دال ہیں اور یہ مسلمان علماء اور صحابہ کے اجماع کے بھی خلاف ہے جو قبور کی زیارت کے استحباب پر ہے جیسے اسے امام نووی نے ''شرح مسلم'' اور علامہ ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' میں نقل کیا تو یہ ایسا شاذ قول ہے جو مذکور احادیث اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں یا اس کی وہ تاویل کی جائے جو امام سبکی نے اپنی ''الشفاء السقام'' کے پانچویں باب میں کی ہے اور ہم نے بھی اسے تفصیل کے ساتھ ''سعادۃ الدارین'' میں بیان کیا ہے ہم یہاں اس کے ذکر سے طوالت نہیں چاہتے۔ بالفرض اگر ہم اس خلاف کو کچھ اہمیت دیں تو وہ نبی کی قبر انور کے بارے میں نہیں، اسی وجہ سے اس بارے میں استحباب کا عموم ہے اور اس کے ساتھ لاحق انبیاء علیہم السلام، شہداء اور صالحین کی قبور کی زیارت پر خواتین اور مردوں کے لیے اتفاق ہے جیسا کہ ''الجوھر المنظم'' اور دیگر میں ہے اور خواتین کے قبور دیکھنے پر قلت صبر اور جزع فزع کی وجہ

سے آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے علاوہ مردوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

شرح السنہ، میں ہے کہ خواتین زیارت قبور کی اجازت میں آپ کے اس فرمان میں داخل ہیں۔ جسے امام مسلم وغیرہ نے نقل کیا کہ میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو لیکن مردوں کے خطاب میں عورتوں کا داخلہ بطور تغلیب یا ان کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ اُصولیین کے ہاں اصح خلاف ہے جیسے شرح نووی میں ہے تو احسن استدلال اس پر یوں ہے کہ خواتین حکم زیارت میں مردوں کی طرح ہیں جبکہ یہ اپنے حق میں معتبر شروط کے ساتھ زیارت کریں۔ اس حدیث کی وجہ سے جس سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں استدلال کیا کہ آپ ﷺ کا گزر ایک خاتون پر ہوا جو قبر کے پاس رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اسے صبر کی تلقین کی لیکن زیارت سے اسے منع نہیں کیا۔

رہی حدیث "اللہ تعالیٰ قبور کی کثیر زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے" یہ اس زیارت پر محمول ہے جو حرام ہو مثلاً نوحہ وغیرہ کرنا اگر ہم اس پر اعتماد کریں جبکہ تاریخ معلوم نہیں اور مبالغہ اس میں مراد نہیں کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی کی روایت سے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ قبور کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے۔

صاحب "المھذب" اور "البیان" نے مذکور نہی کے ظاہر سے اس پر استدلال کیا کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور جائز نہیں۔ اسے امام نووی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مذہب میں شاذ قول ہے اور لکھا کہ جمہور کے ہاں قطعی یہ ہے کہ خواتین کا

زیارت قبور کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اس کے علاوہ میں جو ثابت ہو چکا، اس تحقیق کو پلے باندھ لیں۔

اعتراض: بالفرض ایک شخص مسجد نبوی ﷺ آیا اور اس نے اس میں نماز نہیں پڑھی لیکن قبر انور پر گیا پھر لوٹ گیا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں آئمہ نے انکار کیا جیسے امام مالک وغیرہ۔

## جواب: نقل صحیح کہاں ہے؟

یہ آئمہ پر افترا ہے کسی نے بھی ایسی بات نہیں کی جیسے سابقہ گفتگو سے معلوم ہے اس کی نسبت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف کرنا، ایک اور افترا ہے جو ان سے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے سوا کسی نے نقل نہیں کیا، ان سے صراحتاً امام مالک سے نقل صحیح کا مطالبہ کیا جائے گا۔ مالکیہ کی کتابیں ان کی تکذیب کرتی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب یہ انکار کرتے ہیں کہ یہ ان کے امام کا مذہب نہیں اور وہ امام مالک کے بارے میں دیگر لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ الغرض یہ رائے بہت ہی ضعیف ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں خواہ امام مالک کے حوالہ سے ہو یا کسی اور کے حوالہ سے، خواہ ابن تیمیہ ہو یا کوئی اور۔ اسے دیکھنا چاہیے جو کہا گیا ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کہنے والا کون ہے۔

جمہور علمائے اُمت اس رائے کا سخت انکار کرتے ہیں اور انہوں نے تحقیق سے کہا ہے کہ یہ بات مردود بلکہ یہ نہایت ہی فحش غلطی ہے جیسے اہل علم کی کُتب میں تحریر ہے اور کچھ پیچھے گزرا بھی ہے۔

اعتراض: یہ کسی عالم کے ہاں مستحب نہیں؟

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کا رد پیچھے کئی دفعہ تفصیل کے ساتھ گزرا ہے۔

اعتراض: ہم نہیں جانتے کہ مسلمان علماء میں سے کسی نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہو؟

جواب: زیارت کا استحباب

یہ غیر مقبول مبالغہ ہے اگر معترض اسے نہیں جانتا تو اسے دوسرا جان سکتا ہے اور اس کے نہ جاننے سے دوسرے کا نہ جاننا لازم نہیں آتا جبکہ ثابت کرنے والا، نفی کرنے والوں سے مقدم ہوتا ہے اور حافظ حجت ہوتا ہے اس کے خلاف جو حافظ نہیں۔ فقہائے اسلام اور محدثین کی کُتب اس کے مستحب ہونے سے بھری پڑی ہیں اور یہ کہ یہ زیارت عموم ادلہ کی وجہ سے قربت ہے۔ جیسے پیچھے گزرا۔

اعتراض: ہم نے دوسری حدیث "من زار قبری حلت له شفاعتی" کی بحث میں لکھا، اس حدیث کو روایت بزار نے سبکی نے ذکر کیا۔ یہ ضعیف، منکر اور ساقط الاسناد ہے۔ ائمہ حدیث اور حفاظ اثر میں سے کسی کے ہاں ایسی روایت کے ساتھ استدلال جائز نہیں جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ آئے گا۔

بزار کے استاد قتیبہ جن کا نام ابن مرزبان ہے ان سے اس حدیث کے علاوہ بھی مروی ہے۔ عبداللہ بن ابراہیم سے مراد ابن ابو عمرو غفاری بن محمد مدنی ہیں۔ یہ حضرت ابوذر غفاری کی اولاد سے ہیں اور یہ شیخ بہت زیادہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ بعض آئمہ نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی ہے۔

## جواب: حدیث برائے تقویت

مخالف کا اس حدیث کی بحث میں طویل گفتگو کرنا کوئی نقصان نہیں دیتا کیونکہ شیخ تقی الدین سبکی نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ روایت غفاری اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں لیکن اس سے مقصود اس پہلی حدیث "من زار قبری وجبت لہ شفاعتی" کی تقویت ہے کیونکہ انہوں نے لکھا کہ بزار نے اس حدیث کے ذکر کے بعد کہا، عبداللہ بن ابراہیم نے ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی متابعت نہیں پائی جاتی ان سے وہی احادیث لکھی جاتی ہیں جو انہی سے محفوظ ہیں اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے امام ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا ایک جماعت نے انہیں ضعیف قرار دیا۔ ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث حسان ہیں اور یہ ان میں سے ہیں جن سے لوگوں نے احادیث لیں اور بعض نے ان کو صدوق کیا اور یہ ان میں سے ہیں جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

جب اس حدیث سے مقصود پہلی کی تقویت اور شہادت ہے تو ان دونوں اشخاص کے بارے میں جو کچھ کیا گیا وہ نقصان دہ نہیں کیونکہ ان پر نہ تہمت کذب ہے نہ فسق۔ پھر اس طرح کی چیز متابعات وشواہد میں برداشت ہے۔

**سوال:** یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ امام حاکم وغیرہ نے غفاری پر موضوع احادیث روایت کرنے سے جرح کی اور اسے متہم بالکذب قرار دیا تو اس کی روایت کیسے معتبر ہوگی؟

**جواب:** کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اگر تسلیم کریں کہ غفاری اور ابن زید، تہمت

کذب یا فسق سے مجروح ہیں تو اصل مقصود میں پھر بھی کوئی نقصان نہیں کیونکہ ائمہ
اُصول حدیث نے یہ تصریح کی جیسے ''فتح المغیث'' میں ہے کہ ضعف حدیث جب
روایت میں کذب یا شذوذ یا ان دونوں کے علاوہ ایسا شدید ضعف ہو جو اس کے رد کا
تقاضا کرتا ہے اگرچہ کثرت طرق سے اس کی کمی پوری نہیں ہوتی لیکن وہ درجہ اعتبار
سے قاصر کثرت طرق کی وجہ سے خارج ہے بایں طور کہ وہ ایک دوسری سے کمی پوری
نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ وہ مردود اور منکر جن پر کسی حال میں عمل جائز نہیں ضعیف
کے اس مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے کہ اس پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے بسا اوقات وہ
کمزور طرق بمنزل اس طریق کے ہو جاتے ہیں جس میں تھوڑی سی کمزوری ہے بایں
طور کہ اگر اس حدیث کو ایسی سند سے فرض کیا جائے جس میں کم ضعف ہے تو وہ اس
حسن لغیرہ کے مرتبہ تک پہنچ جائے گی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا، ضعیف روایت، فسق
راوی اور کذب کی وجہ سے اگر اس میں کسی دوسرے کی موافقت مؤثر نہ ہو جبکہ وہ
دوسری اس کی مثل ہو لیکن وہ مجموعہ طرق سے منکر سے نکل جائے یا اس سے کہ کوئی اس
کی اصل نہیں بلکہ بسا اوقات کثرت طرق کی وجہ سے وہ درجہ مستور اور سوء الحفظ پہنچ
جاتی ہے کہ اگر اس کے لیے کوئی ایسا طریق پایا جاتا ہے، جس میں ضعف قریب ہو اور
اس میں احتمال ہے کہ وہ اس مجموعہ سے درجہ حسن تک پہنچ جائے جیسے اس روایت کا
ضعف ارسال یا تدلیس یا جہات راوی پر ہو کیونکہ وہ دوسرے طریق سے آنے کی وجہ

سے وہ ضعف زائل ہو جائے گا اور اس کا درجہ حسن لذاتہ سے کم ہوگا۔

جب یہ گفتگو سامنے آگئی تو سنیئے: اس حدیث کو لانے کی غرض حدیث اول کی ہی تقویت ہے اور پہلی حدیث از خود اس روایت کو ملائے بغیر درجہ حسن پر فائز ہے تو اس کے بعض راویوں کا متہم ہونا نقصان دہ نہیں۔

اگر ہم تسلیم کریں کہ پہلی حدیث حسن لذاتہ نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا ضعف اس قدر قریب اور متحمل ہے کہ وہ اس حدیث کے ضعف کی مثل نہیں۔ تو مجموعہ اس درجہ ضعیف تک پہنچ جائے گا جس پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے یا حسن تک پہنچ جائے گی۔ الغرض اس مقام پر یہ گفتگو اصل مقصود سے مانع نہیں بن سکتی۔

اعتراض: صفحہ "۳۱" پر لکھا، متقدمین اور متاخرین شوافع اور دیگر میں سے کئی اہل علم نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ضعیف ہے حتی کہ شیخ ابوزکریا نووی نے "شرح المھذب" میں جب امام ابواسحاق کا یہ قول ذکر کیا: "قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہے"

امام نووی نے لکھا، حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو امام ابوبکر بزار، دار قطنی، بیہقی نے نہایت ہی ضعیف دو اسناد سے ذکر کیا، مراد وہ سند ہے جس میں عبد اللہ غفاری ہے اور وہ سند جو پہلے گزری جس میں موسیٰ بن ہلال ہیں تو شیخ ابوزکریا نے اس حدیث کے بارے میں جو کچھ کہا سچ کہا، لیکن سبکی نے اپنے سے پہلے اہل علم کی مخالفت کر کے موسیٰ بن ہلال کو

قوی قرار دینے والوں کو مانا اور ضعیف قرار دینے والوں کا رد کیا۔ پھر اس نے حدیث غفاری کی تقویت کی طرف اشارہ کیا اور اسے حدیث ''عبدی'' کا شاہد بنایا تو کہا۔

## جواب: پانچ دلائل کا تذکرہ

یہ تمام طویل گفتگو بلا فائدہ ہے۔ جس کا کوئی حاصل نہیں۔

اولاً: اس لیے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں یہ ایسی حدیث ہے جس کے ضعف میں گفتگو کی گئی ہے اور شیخ سبکی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسے کسی نے ضعیف نہیں کہا بلکہ ان کی غرض مجموعہ طرق سے اثبات حسن ہے۔ لہٰذا انہیں امام نووی کا ضعیف قرار دینا نقصان دہ نہیں۔

ثانیاً: امام نووی کا حکم ان دونوں طرق پر الگ الگ ہر ایک پر ضعف کا ہے جو اگرچہ صحیح ہے لیکن حسن ہونے کے منافی نہیں۔

ثالثاً: امام نووی نے ان دونوں پر ضعف کا حکم لگایا ہے نہ موضوع ہونے اور نہ ہی مستحق ترک ہونے کا اور ہر ضعیف، موضوع یا ساقط نہیں ہوتی۔

رابعاً: صحیح وضعیف قرار دینا کسی ایک حد و مدت میں منحصر نہیں اور نہ ہی اس کی اہلیت کسی میں منحصر ہے۔ امام ابن صلاح کا مذہب کہ ان زمانوں میں حدیث کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کا حکم ممکن نہیں رہا۔ یہ ناقدین اُصول کے ہاں محل اعتراض ہے جیسے گزرا بہت ساری احادیث جنہیں متقدمین نے صحیح یا ضعیف قرار دیا۔ متاخرین نے شواہد اُصول کی وجہ سے ان پر بُطلان کا حکم جاری کیا تو شیخ سبکی پر کونسا عیب ہے جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے تو انہیں تقلید کے قلادے کی کیا محتاجی؟ کہ وہ اس حدیث کو حسن قرار

دیں جسے امام نووی اور دیگر نے ضعیف قرار دیا۔ ہاں اس پر غور وفکر باقی رہ جاتا ہے کہ جو انہوں نے ترجیح حسن میں کہا ہے کیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ خواہ ان کا قول ماضی کے لوگوں کے مخالف ہو یا موافق؟ تعصب سے خالی انصاف یہی ہے کہ جنہیں علوم حدیث میں ملکہ حاصل ہے وہ فیصلہ کرے گا کہ جو امام سبکی نے حکم بیان کیا ہے وہ حکم قوی ہے اور اس میں کوئی نقصان نہیں اگرچہ ان کا قول شیخ نووی کے قول کے مخالف ہے۔

خامسا: **حدیث ضعیف اور فضائل اعمال**

اہل اُصول نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال کے اثبات میں معتبر ہے جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں جیسے گزرا بلکہ امام نووی نے اس پر اجماع لکھا کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب ''الاربعین'' میں کہا:

''اہل علم کا فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے جواز میں اتفاق ہے''

اس کے شارح علامہ محقق ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

''مصنف نے حکایت اجماع سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ ان لوگوں کا رد ہے جو اس بارے میں نزاع کرتے ہیں کہ فضائل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں تو ان کا حدیث ضعیف سے اثبات، عبادت کو گھڑنا اور دین میں ایسی چیز کو مشروع کرنا ہے جو اللہ کے حکم سے ثابت نہیں''

وجہ رد یہ ہے کہ اجماع کبھی قطعی ہوتا ہے اور کبھی ظنی وہ ظن قوی ہوتا ہے کہ اس کی مثل سے وہ رد نہیں ہو سکتا اگر اس کا جواب نہ ہو، یہ کیسے ہوگا جب جواب واضح ہو کہ یہ

بات اختراع سے نہیں بلکہ یہ تلاش فضیلت ہے اور اس کی اُمید ایسی ضعیف علامت ہے جس پر کوئی فساد بھی مترتب نہیں جیسے اپنے مقام پر ثابت ہے اس کی مثل متقدمین کی کُتب میں کثیر اور ان کے اُصول میں مشہور ہے اس لیے کہا جائے گا کہ شیخ نووی کا دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دینا۔ باعتبار ان کی تصریح کے اصل مقصود میں نقصان دہ نہیں چہ جائیکہ وہ دیگر سے ہو۔ کیونکہ زیارت کے بارے میں وارد احادیث سے غرض اس کی قربت کا اثبات نہیں کیونکہ اس کے لیے دیگر صحیح دلائل موجود ہیں اور اگر حدیث ''زوروا القبور'' کے عموم کے علاوہ کوئی نہ ہو تو یہی کافی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کے لیے دیگر دلائل قوی موجود ہیں بلکہ اس حدیث سے غرض فضیلت زائدہ کا اثبات ہے اور اسے مطلقاً ضعف نقصان نہیں دے سکتا بلکہ اس میں احادیث ضعیفہ بھی کافی ہیں۔ اگر کوئی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کی قبولیت یا قبر نبوی ﷺ کی زیارت مشروعیت میں کوئی ہمارے ساتھ اور دلائل سے جھگڑا کرے تو ہم اس کی پشت کو محدثین، متقدمین اور متاخرین کی نصوص سے توڑ ڈالیں گے۔ ہمیں طوالت کی یہاں کوئی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جو کتب دین میں طے شدہ ہے۔ الغرض شیخ نووی کا کلام مقصود کے لیے نقصان دہ نہیں اور نہ ہی شیخ تقی الدین سبکی کے لیے عیب کا سبب ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۳۲'' پر لکھا، مجھے شیخ سبکی پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام حاکم کی اس میں تقلید کی کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث کو صحیح قرار دیا جیسے انہوں

نے توسل کے بارے میں ذکر کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہ فرمان ہے:

لو لا محمد ما خلقتك (المستدرک: ۲۔۲۶۷) اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا

جبکہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ ثابت بلکہ اس کی سند نہایت ہی ضعیف ہیں کچھ ائمہ نے اس پر موضوع کا حکم لگایا۔ اس کی سند حاکم سے لے کر عبد الرحمٰن بن زید تک صحیح نہیں بلکہ یہ عبد الرحمٰن سے گڑھی گئی ہے جسے ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اگر یہ عبد الرحمٰن تک صحیح ہو تو صحیح بات یہ ہے اس ضعیف کے ساتھ استدلال درست نہیں کیونکہ عبد الرحمٰن اس کی سند میں موجود ہیں۔

## جواب: بعض سے مراد ابن تیمیہ

مخالف کا دعویٰ کہ کچھ ائمہ نے اس روایت کو موضوع کہا اور یہ کہ عبد الرحمٰن سے گڑھی گئی ہے یہ افترا محض ہے۔ پیچھے اس کے شیخ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں جس کا ذکر محقق ابن حجر نے ''الجوهر المنظم ''میں کیا۔ اسی لیے امام زرقانی نے ''شرح المواهب ''میں لکھا کہ یہ روایت غریب اور اس کا راوی ضعیف ہے لیکن علامہ مذکور نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں لکھا کہ ابن عدی کے علاوہ عبد الرحمٰن مذکور کو ضعیف کہنا قلیل ہے اور اس نقصان کا ازالہ کیا گیا ہے۔ انتہیٰ

علاوہ ازیں ہم نے پیچھے کئی دفعہ ذکر کیا ہے کہ ضعف کی وجہ سے ترک استدلال لازم نہیں آتا جیسے ائمہ فن حدیث وفقہ نے واضح کیا ہے گویا مخالف نے بعض مذکور سے

مراد اپنا استاد مذکور لیا اور اسے مبہم رکھا تا کہ اس کے زعم باطل کی اشاعت کی جا سکے کیونکہ حدیث مذکور کو بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں ذکر کیا جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا:

''تجھ پر یہ کتاب پڑھنا لازم ہے کیونکہ یہ سراپا ہدایت اور نور ہے'' (الدرر السنیۃ)

**اعتراض:** صفحہ ''۴۳'' پر لکھا کہ امام حاکم نے غلطی اور تناقض فاحش کا ارتکاب کیا جیسا کہ کئی مقامات پر معروف ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں عبد الرحمٰن کے ذکر کے بعد کہا کہ یہ ان ضعفاء میں سے ہے۔ (الی آخرہ)

## جواب: امام حاکم کی گفتگو

کتاب میں مذکور امام حاکم کی گفتگو عبد الرحمٰن مذکور کے حق میں شیخ بزار کے اس قول پر وارد ہوئی کہ اسے امام ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن عدی نے بھی اس بارے میں کہا کہ ان کی حدیث حسن ہے اور یہ ان میں سے ہیں جن سے حدیث لی جاتی ہے، بعض نے ان کی تصدیق کی اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث لکھی جاتی ہیں۔

علامہ ابن حجر نے لکھا کہ ابن عدی کے علاوہ ان کا ضعف قلیل اور اس نقصان کا ازالہ کیا گیا ہے اور یہ ''الدرر السنیۃ'' میں ہے کہ اسے بیہقی نے اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا جیسے یہ تمام گزر چکا ہے اور تمہارے لیے بھی کافی ہے۔

شیخ زرقانی نے ''شرح المواہب'' میں لکھا، کہ حدیث ''لولا محمد ما خلقتك'' کو امام بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے طور پر ثابت

رکھا اور ذہبی نے لکھا، اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے؟

شیخ منیب نے کہا کہ جب یہ ثابت ہے کہ حاکم خود اس معاملہ میں تناقض کا شکار ہو گئے تو تناقض کی وجہ سے ان کی جرح معتبر نہیں ہوگی جیسے ان کی تعدیل معتبر نہیں تو راوی مجہول رہے گا اور ہر مجہول مردود نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں امام بیہقی اور طبرانی کا ان سے روایت کرنا اس میں جانب عدالت ترجیح دے رہا ہے اور راوی کا کسی روایت میں متفرد ہونا، اس کی حدیث کے رد کا موجب نہیں ہوتا جیسے اُصول میں ثابت ہے۔ انتہی۔

سید عطاء اللہ لکھتے ہیں، کیوں جائز نہیں کہ اعتماد حاکم کے صحیح قرار دینے پر ہو نہ کہ ان کے اس قول پر جو "کتاب الضعفاء" میں ہے جبکہ اسے صحیح مانا جائے۔

اس تمام گفتگو سے وہ ساقط ہو جاتا ہے جو مخالف نے طویل بیان کیا اور وہ جو طعن و تشنیع انہوں نے شیخ تقی الدین سبکی پر کی ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۴۴" پر لکھا، اگر ہم فرض کر لیں کہ زیارت کے بارے میں یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے تو اس میں وجہ مشروع کے علاوہ زیارت پر دلیل نہیں اور زیارت کا دو اقسام ہونا معلوم ہے۔ شرعیہ اور غیر شرعیہ۔ زیارت شرعیہ سے شیخ الاسلام منع نہیں کرتے اور اس کی ممانعت کے بارے میں ان کے فتاویٰ، تصانیف اور مناسک میں کوئی چیز نہیں بلکہ ان کی کُتب اس زیارت کے ذکر سے مالا مال ہیں تو جس نے قطعی طور پر ان کی طرف اس زیارت کی ممانعت کی نسبت کی کہ وہ اس سے منع کیا کرتے تھے یا اسے بالاجماع معصیت

قرار دیتے تو یہ ان پر جھوٹ وافترا اور ان کی طرف سے ایسی بات ہے جو انہوں نے نہیں کی جبکہ شیخ الاسلام نے اپنے اس منسک میں لکھا جو آخری عمر میں تصنیف کیا۔۔۔(الی آخرہ)

## جواب: زیارت کا انکار

یہ بڑا واضح مغالطہ ہے کیونکہ زیارت قبر شرعی ہو یا غیر شرعی تمہارے شیخ الاسلام نے ان دونوں سے منع کیا ہے بلکہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے محال ہونے پر جزم اختیار کیا اور اس پر عدم قدرت اور امتناع کا حکم لگایا۔ زیارت شرعیہ جسے جائز و مستحب قرار دیا اس سے مراد مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونا اور ان چیزوں کا ادا کرنا ہے جو دیگر مساجد کے دخول پر کیا جاتا ہے اور یہ در حقیقت قبر کی زیارت نہیں نہ شرعاً نہ لغتاً نہ عرفاً اور وہ احادیث جو زیارت کے بارے میں مروی ہیں وہ اس پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ وہ قبر انور کی زیارت پر دلالت کرتی ہیں۔ رہی اس مقام پر اس کے شیخ کی طویل گفتگو جو منسک میں ہے وہ انہی مردود اقوال پر مشتمل ہے جن کا رد شیخ سبکی اور دیگر اہل علم نے کیا، اس میں سے کچھ آئے گا اور اس کے رد میں طوالت کی کوئی ضرورت نہیں۔

علامہ شیخ محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنے مقالہ "السعی المشکور" میں اس کے بعد لکھا، اگر مجھے کچھ زمانہ مہلت ملی اور ذات منان کی مشیت نے میری مدد کی تو میں "الصارم المنکی" کے رد میں مستقل کتاب لکھوں گا جو ان کے شیخ اعظم کے اقوال کے رد پر مشتمل ہو گی۔ اس مقام پر طویل گفتگو نظم کلام سے نکل جاتا ہے۔ انتہی۔

اعتراض: صفحہ "۳۵" پر لکھا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: قبلہ رُخ ہو جائے اور ان کے

شاگردوں میں سے کسی نے کہا کہ حجرہ کی طرف پشت کرے اور کچھ نے کہا کہ حجرہ کو اپنی بائیں طرف کرے۔

جواب: ہم نے اس سوال پر پیچھے صفحہ "۱۹" پر گفتگو کی ہے تو یہ محض تکرار ہے اور اس پر وہی گفتگو ہے جو وہاں کی اس کے لیے وہی مقام ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

اعتراض: مخالف کا یہ کہنا کہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ حجرے کا استلام نہ کرے نہ بوسہ دے نہ اس کا طواف کرے نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے نہ اس طرف منہ کر کے دعا کرے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں۔

## جواب: دعا کی اجازت

یہ تمام چیزیں حجرہ کی طرف منہ کر کے مسلم ہیں لیکن یوں دعا نہ کرنا مسلم نہیں بلکہ یہ افترا محض ہے کیونکہ جمہور اہل علم ان میں سے شوافع مالکیہ اور اصح طور پر احناف ہیں بلکہ ان سے جیسے گزرا منقول یہی ہے کہ قبر انور کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پشت کر کے دعا کرنا جیسے ان کی کتابوں میں مسطور ہے۔ اسی کی تصریح امام نووی نے "اذکار" اور "ایضاح" میں۔ زرقانی نے "المواہب" کی شرح۔ امام خفاجی نے شرح الشفاء میں اور علامہ ابن حجر نے "الجوھر المنظم" میں اور دیگر اہل علم نے کی۔

اور یہی محققین حنابلہ کے ہاں راجح ہے جن کا مذہب مخالف نے اختیار کیا جیسے "الدرر السنیة" میں امام ابو عبداللہ سامری کی "المستوعب" سے اور مناسک مقنع صاحب "فروع" ابن مفلح سے اور "شرح اقناع" از محرر مذہب شیخ منصور بہوتی اور "شرح

غاية المنتهى ''اور ''منسک شیخ سلیمان بن علی اور دیگر امام احمد کے اصحاب مذہب کی معتبر کُتب سے نقل کیا۔ اسی لیے مکۃ المشرفہ کے مفتی حنابلہ شیخ محمد بن عبد اللہ بن حمید نے کیے گئے سوال کے جواب میں لکھا:

''دعا کے وقت قبر انور کی طرف منہ مستحب ہونے کا انکار کرنے والا امام احمد بن حنبل کے مذہب سے جاہل ہے''۔ رہا امام بوصیری کا شعر:۔

لا طيب يعدل تربا ضم اعظمه طوبى لمنتشق منه وملتثم

اس کے شارحین نے کہا: ملتثم، سے مراد چہرے کا خاک آلود ہونا ہے اور کم سے کم اس میں حضور ﷺ کی مسجد میں نماز کی حالت سجدہ میں پیشانی اور ناک کا خاک آلود ہونا ہے، اس ''التثام '' سے مراد چہرہ رگڑنے والا نہیں اس لیے کہ یہ بمعنیٰ ''تقبیل'' (چومنا) ہے کیونکہ قبر شریف اور اس کی مٹی کو چومنا مکروہ ہے۔ انتہیٰ

البتہ قصد برکت مکروہ نہیں جیسے اس پر علامہ رملی نے اعتماد کیا، اگر اس پر اولاً امر مذکور بوصیری مذکور کے کلام کو محمول کر لیا جائے تو یہ احسن ہوگا اس سے جو شارحین نے کہا اور اس مقام پر تفصیلی گفتگو ہماری کتاب ''سعادۃ الدارین ''میں موجود ہے۔ چاہیں تو مطالعہ کریں۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ مالک بڑے ائمہ میں سے ہیں وہ اسے مکروہ جانتے ہیں؟

**جواب:** یہ کونسی کتاب میں ہے؟

یہ دعویٰ امام مالک کے حوالہ سے سراپا جھوٹ ہے۔ اسی لیے علاوہ زرقانی نے

''شرح المواہب'' میں اس کا رد کرتے ہوئے لکھا، اس سے پوچھا جائے وہ کونسی کتاب ہے جس میں امام مالک نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے؟ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ نے ابن وہب کی روایت میں اس پر نص کی ہے کہ دعا کے لیے وہاں آدمی کھڑا ہو اور یہ ابن وہب ان کے سب سے بڑے شاگرد ہیں تو طلب کا کم سے کم مرتبہ استحباب ہے۔ مالکیوں کی کتابیں قبر انور کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے دعا کرنا مستحب ہے سے مالا مال ہیں اور اس پر جزم کرنے والے حافظ ابوالحسن قابسی ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور دیگر مذہب مالک کے آئمہ ہیں اور اسی پر علامہ خلیل نے اپنی مناسک میں تصریح کی ہے۔ کیا اس شخص کو اس کی تکذیب سے شرم نہیں آتی جسے اس کا علم احاطہ نہیں کر سکا اور ''المبسوط'' میں ان کے قول کہ میں نہیں پسند کرتا کہ قبر کے پاس کوئی دعا کے لیے کھڑا ہو یہ کراہت پر تصریح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ ان کی مراد خلاف اولیٰ ہو جبکہ اگر ہم اصحاب حدیث کے طریقہ پر ترجیح کا راستہ اختیار کریں تو امام ابن وہب کی روایت مقدم ہے کیونکہ یہ روایت مبسوط سے متصل ہے اس لیے کہ مبسوط کے مصنف شیخ اسماعیل قاضی ہیں جن کی ملاقات امام مالک رحمہ اللہ سے نہیں ہوئی تو یہ روایت منقطع ہوگی۔ ملا علی قاری کی شرح ''الشفاء'' میں ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ جو مبسوط میں ہے وہ اکمل ہے تو دونوں روایات میں کوئی تناقض نہیں رہتا۔ سید سمہودی کہتے ہیں: مبسوط والی روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جو قبر انور کے پاس دعا میں سوئے ادب سے محفوظ نہیں۔ انتہی۔

## امام ابن وہب کے الفاظ

روایت ابن وہب کے الفاظ جیسے "الشفاء" میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ابن وہب سے فرمایا:

"جب زائر نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور دعا کرے تو یوں کھڑا ہو کہ اس کا چہرہ قبر انور کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی طرف" یعنی حضور ﷺ کی طرف پشت کرنا خلاف ادب ہے۔

الموازیہ میں "کتاب الحج" کے اداب "ما جاء فی الوداع" میں یہ الفاظ ہیں۔

"اشہب کہتے ہیں: امام مالک سے پوچھا گیا کہ جب کسی بندے نے کعبہ کا التزام کیا۔ کیا آپ اس کے لیے جائز سمجھتے ہیں کہ وداع کے وقت وہ کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹے؟ فرمایا: نہیں لیکن وہ کھڑا ہو کر وہاں دعا کرے، عرض کیا گیا، کیا اسی طرح قبر نبوی ﷺ کا معاملہ ہے؟ فرمایا: ہاں"

اور الموازیہ، مالکیہ کی ان کُتب میں سے قدیم کتاب ہے جن پر اعتماد کیا گیا ہے دیکھئے اس میں امام مالک کا کلام کیسے تقاضا کر رہا ہے کہ زائر وہاں کھڑا ہو کر دعا کرے جیسے وہ طواف وداع کے وقت کعبہ کے پاس کھڑا ہو کر دعا کرے۔ تو کون سی دلیل اس سے زیادہ اس بارے میں واضح ہو گی کہ قبر معظم کے پاس جانا، ٹھہرنا، وہاں دعا کرنا ایسے مسلمہ اُمور ہیں جو امام مالک رحمہ اللہ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہیں؟ تو جنہوں نے امام مالک سے یہ نقل کیا کہ قبر کے پاس زیارت، سلام اور آپ ﷺ کے

پاس دعا کے لیے جانا قربت نہیں، انہوں نے آپ کے حوالہ سے جھوٹ بولا اور جس نے یہ بات سمجھی وہ اس فہم میں غلط اور گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! امام مالک اور دیگر علماء اسلام اس سے بری ہیں بلکہ عام لوگ جن کے دل میں ایمان کی عزت ہے وہ اس سے منع کرنے سے بری ہیں۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی یہ حکایت جھوٹی ہے کہ انہوں نے منصور کو دعا کے وقت قبر انور کی طرف منہ کرنے کا کہا؟

**جواب:** علامہ زرقانی نے ''شرح المواھب'' میں اسی عبارت کے تحت لکھا، یہ عجیب حملہ وزیادتی ہے کیونکہ مذکورہ حکایت شیخ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب ''فضائل مالک'' میں ایسی سند سے روایت کی جس میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض نے اس روایت کو صحیح کہا اور اسے قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں اپنی سند کے ساتھ متعدد شیوخ کے حوالہ سے اپنے ثقہ مشائخ سے نقل کیا تو یہ حکایت جھوٹی کیسے ہوگی جبکہ اس کی روایت میں نہ کوئی کذاب ہے اور نہ کوئی وضاع، لیکن جب اس شخص نے اپنا یہ مذہب ایجاد کیا کہ قبور کی تعظیم نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو اور ان کی صرف عبرت اور دعاء رحمت کے لیے زیارت کی جائے گی بشرطیکہ ان کی طرف سفر نہ کیا جائے تو جو اس کی عقل نے فاسد چیز بدعت کی جو کچھ اس کے مخالف تھا۔ یہ اسی پر حملہ کرنے والا ہے اور اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس کے ساتھ اس کا دفاع کر رہا ہے۔ جب اس نے اس پر کوئی کمزور شبہ نہ پایا جس سے اس کا دفاع کرے تو وہ ایسے دعویٰ کی طرف منتقل ہوا کہ اسے بطور

الزام، عدم انصاف اور بہتان جھوٹا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ان لوگوں نے انصاف سے کام لیا جنہوں نے اس شخص کے بارے میں کہا کہ اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔

اس حکایت کے بارے میں بقیہ گفتگو ان شاء اللہ اس کے تذکرہ کے وقت آرہی ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا بلکہ اپنے لیے دعا کی خاطر قبر انور کے پاس کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ بدعت ہے۔

## جواب: قبر کے پاس دعا

یہ نہایت قبیح اور غلط ہے کیونکہ مالکیوں کی کتابیں اسی سے مالا مال ہیں کہ قبر کے پاس دعا کرنا یوں مستحب ہے کہ اس کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت ہو جیسے مواہب پر شرح زرقانی میں ہے کہ یہ جمہور کا قول ہے ان میں سے شوافع اور احناف بھی ہیں، اسی طرح محققین حنابلہ کے ہاں راجح یہی ہے جیسے پہلے گزرا۔ ان تمام اہل علم نے باب زیارۃ قبر نبوی ﷺ میں یہ ذکر کیا کہ آپ کے ساتھ توسل اور آپ سے شفاعت طلب کی جائے اور اس معظم بارگاہ میں اپنے لیے زائر خوب دعا کرے۔ اور اسی طرح صالحین کی زیارت کے وقت جیسے کہ ان کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ ہم نے ان میں سے کچھ اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں جس کا پہلے تذکرہ آیا چاہو تو اس کا مطالعہ کرو۔

خود ہمارے مخالف نے صفحہ "۱۲۵" پر یہ اعتراف کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کی زیارت کرنے والا لفظ "صلوٰۃ" کے بغیر آپ کے لیے شہادت اور دعا کے لفظ ذکر کرے اور دعا کرنے والا اپنے لیے بھی دعا کرے۔

صفحہ "۲٦۸" پر بھی اسی طرح ذکر کیا اور وہاں یہ بھی ذکر کیا کہ قبر کے پاس دعا مطلقاً مکروہ نہیں بلکہ اس کا حکم ہے جیسے کہ سنت میں موجود ہے۔

میرے بھائی اچھی طرح اس آدمی کے عمل میں غور کرو کہ یہ فحش تناقض کا مرتکب ہوا ہے۔

**اعتراض:** صحابہ میں سے ایک بھی قبر کے پاس کھڑا نہیں ہوا اور نہ ہی انہوں نے اپنے لیے دعا کی؟

## جواب: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل

مخالف کا نفی کرنا، مردود اور اس کے اپنے قصور یا سینہ زوری کی وجہ سے ہے اور یہ چیز وہ کیسے ثابت کر سکتا ہے؟ اس سے پہلے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا قول گزرا: "میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، کھڑے ہوئے، دونوں ہاتھ اُٹھائے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ انہوں نے نماز شروع کی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا۔ پھر واپس ہو گئے"۔

خود ابن تیمیہ کا یہ قول ہے۔ سلف صحابہ اور تابعین جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے اور دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے لیکن قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ نہ کرتے۔ اس میں بھی یہ اعتراف ہے کہ صحابہ اور تابعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے، وقت دعا کرتے جیسے اس کا تذکرہ شیخ سبکی نے "الشفاء" میں کیا آپ قریب ہی پڑھ چکے ہیں جو اس نے خود ذکر کیا اور جو عنقریب صفحہ "۱۲۵" اور "۲٦۸" پر آ رہا ہے۔

اعتراض: پھر صفحہ "۳۶" پر لکھا بلکہ نماز ان مساجد میں جن میں کسی نبی، صالح اور دیگر کی قبر نہیں ان مساجد کی نماز سے افضل ہے جن میں قبر ہے اور اس پر آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے۔

## جواب: مسجد حرام میں قبور کا ہونا

اس میں بہت بڑا مغالطہ اور ائمہ مسلمین پر افترا ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور، حطیم کے پاس مسجد حرام میں یا میزاب کے نیچے حطیم میں ہے اور حطیم میں حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور ہیں جیسے "سیر" اور "تواریخ" کی کُتب میں موجود ہے۔ پھر جب صحابہ اور تابعین نے مسجد نبوی ﷺ میں اضافہ کی ضرورت محسوس کی تو انہوں نے اس طرف اضافہ کیا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ داخل ہوا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مدفن ہے اور تمام اُمت کا اب تک اسی پر اجماع ہے جبکہ یہ دونوں مساجد مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ ان تین مساجد میں سے ہیں، ہر ایک کی طرف نمازی فضل نماز کے لیے سفر کرتا ہے نہ کہ دیگر مساجد کی طرف اور اس پر صحیح مبارک احادیث میں نص موجود ہے۔

اعتراض: مخالف کا یہ کہنا کہ زیارت بدعی یہ ہے کہ زائر کا مقصود اس میت سے اپنی حاجات کی طلب ہو یا اس کی قبر کے پاس دعا کا ارادہ ہو یا اس کے توسل سے دعا چاہتا ہو۔ یہ سنت نبوی ﷺ نہیں اور نہ ہی سلف اُمت میں سے کسی نے اسے مستحب کہا بلکہ یہ ان بدعات میں سے ہے جن کے ممنوع ہونے پر سلف اور آئمہ اُمت کا اتفاق ہے۔

## جواب: علماء اہلسنت کے اقوال

معترض کا یہ قول مردود ہے چہ جائیکہ اس میں جو مبالغہ اور حملہ پایا گیا ہے کیونکہ انبیاء اور صالحین کی قبور پر دعا اور ان سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل جو ان کے وسیلہ سے زائر کے لیے دعا ہے یہ شریعت مبارکہ میں ممنوع نہیں اور نہ ہی اس کی ممانعت پر سنت مطہرہ وارد ہوئی، اس کا یہ غلط خیال کہ یہ سنت نہیں یہ اہل سنت کے اقوال کے مخالف ہے ابن تیمیہ کے معاصرین میں سے امام ابن الحاج نے ''المدخل'' میں لکھا۔

امام ابوعبداللہ بن نعمان نے اپنی کتاب ''سفینۃ النجا لاھل الالتجا'' میں زیارت قبور پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا: ''صالحین کی قبور پر دعا اور ان سے توسل کرنا محققین ائمہ دین کا معمول ہے''۔

تمام مذاہب کے علماء حتیٰ کہ حنابلہ نے ''باب الزیارۃ لقبر النبی ﷺ'' میں ذکر کیا کہ آپ سے اور آپ کی دعا سے توسل کیا جائے اور آپ سے شفاعت طلب کی جائے جیسے پہلے گزرا۔ علامہ ابن عابدین نے ''حاشیۃ الدر'' میں فتح سے نقل کیا: ''سنت یہ ہے کہ زیارت قبر کھڑے ہو کر کی جائے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی جائے جیسے آپ ﷺ جنت البقیع جا کر کرتے''۔

تھوڑا سا پہلے ابھی خود ابن تیمیہ کی گفتگو گزری ہے جس میں اس نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام کے وقت صحابہ اور تابعین سلف کی دعا کا اعتراف کیا ہے۔

امام ابن الحاج نے ''المدخل'' میں ہی زیارت قبور کے بارے میں ذکر

کرتے ہوئے کہا: ”پھر زائر میت کے لیے حسب طاقت دعا کرے، پھر ان قبور کے پاس دعا کرے، کوئی مصیبت اس بندے پر نازل ہوئی ہو یا مسلمانوں پر تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اور لوگوں سے دور کرنے کی دعا کرے“۔

پھر اس کے بعد لکھا: ”اگر جس میت کی زیارت کر رہا ہے اگر ان ہستیوں میں سے ہے جن کی برکت کی اُمید کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنائے پھر اپنے لیے دعا کرے، اپنے والدین، مشائخ، رشتہ داروں اس قبرستان میں مدفون دیگر مسلمان اموات اپنے دوستوں اور قیامت تک ان کی اولاد کے لیے اور دیگر ان بھائیوں کے لیے جو اس سے غائب ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لیے التجائیں کرے“۔

بغیة المتشرین، از سید عبدالرحمٰن حضرمی میں ہے کہ حضرات انبیاء اور صلحاء کو وسیلہ بنانا شرعاً محبوب چیز اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کی طلب پر اہل علم کا اتفاق ہے بلکہ اعمال صالحہ سے توسل ثابت ہے جبکہ یہ اعراض ہیں تو ذوات کے ساتھ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہی چیز ہم نے اپنے مشائخ سے پائی انہوں نے اپنے مشائخ سے اور اسی طرح سلسلہ آگے چلتا گیا اور یہ تمام روئے زمین پر جائز و ثابت ہے۔ یہ لوگ ہمارے لیے اُسوہ کے طور پر کافی ہیں کیونکہ انہوں نے ہی ہمیں شریعت نقل کی اور ہم نے اسے ان کی تعلیم سے جانا۔ کسی مومن شخص کا مصیبت کے وقت یا فلاں کہنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل میں داخل ہے اور دعا اس کی طرف مجاز ہے نہ کہ حقیقت۔ تو معنیٰ یہ ہوگا۔ اے فلاں میں تمہیں اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ

بتاتا ہوں کہ وہ میری دعا قبول کرے یا میرے غائب کو واپس کرے۔ ان دلائل میں سے ایک حدیث وہ ہے کہ نابینا کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ (سنن ترمذی: ۲۸۷)

اس کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں درحقیقت جس سے مانگا گیا وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نبی یا ولی سے استغاثہ بطور مجاز ہے تو ان دونوں کے درمیان علاقہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے وسیلہ کرنے والا شخص آپ کو سبب کی طرح مان رہا ہے تو اس کا اطلاق مسبب پر شرعاً اور عرفاً جائز اور قرآن وسنت میں وارد ہے اور قرینہ اس پر حال ہے جیسا کہ علم معانی اور بیان میں یہ مسلمہ ہے۔

شیخ سید عمر بصری سے اس قول ''شیء للہ یا فلان'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ عام لوگوں کا قول ''یا فلان شیء للہ'' غیر عربی ہے لیکن یہ اہل عرف کی جدیدیت ہے اور اس سے ممانعت پر کوئی نص صریح نہیں اور ان کے اطلاق ''شیئاً'' سے مراد کوئی ایسی چیز نہیں جو حرام یا مکروہ ہو جو فساد کا تقاضا کرے کیونکہ انہوں نے اس کا ذکر بطور استمداد یا تعظیم کیا جس کے بارے میں انہیں حسن ظن تھا ہاں عوام کو ان الفاظ سے بچنے کی تنبیہ کی جائے جو حالت زیارت میں توحید سے منافی ہوں ان کی یہ رہنمائی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع دینے والا اور نہ نقصان دینے والا ہے اور اس کے علاوہ کوئی ذاتی طور اپنے اور نہ ہی کوئی دوسرے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نفع ونقصان کا مالک ہو سکتا ہے۔

علامہ کردی مدنی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا، بندے اور رب کے درمیان واسطہ بنانا اگر انہیں اسی طرح پکارتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو وہ اُمور میں پکارتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر ان کی کسی شے میں تاثیر ہے تو یہ کفر ہے اور اگر اس کی مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے توسل ہے اور ساتھ یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع نقصان دینے والا اور تمام اُمور میں مؤثر ہے تو ظاہر عدم کفر ہے اگر چہ اس کا فعل قبیح ہے۔

دیگر اکابر علماء یمن نے کہا کہ آخری بات یہ ہے عوام سے کچھ ایسی وہم ڈالنے والی عبارات صادر ہوتیں ہیں کیونکہ وہ مناسب الفاظ کو نہیں جانتے جبکہ ان کی طبیعتوں میں یہ مرکوز ہے کہ تمام اُمور خیر ہو یا شر، میں مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے تو الفاظ کا علم اصل معنیٰ کے علم سے زائد ہے اور اس پر عام لوگوں کا مواخذہ نہ کیا جائے یہ بمنزل یمین لغو ہے۔ بندہ نے اس مقام پر بڑی تفصیلی گفتگو اس کتاب میں کر دی ہے جس کا ذکر پہلے آیا تو اس کا مطالعہ کیجیے کیونکہ وہ اہم ہے اور عنقریب کچھ دیگر مقامات میں آئے گا جو اس کے مناسب ہے۔

## ہم زیارت بدعی کے مخالف ہیں

رہی زیارت بدعی تو اس کے عدم جواز میں کوئی کلام نہیں اور وہ ایسے اُمور پر مشتمل ہے جو حرام ہوں یا مکروہ مثلاً قبور کی میلہ اور اجتماع کے ذریعے تعظیم کی جائے، اس میں مزامیر، رقص، گانا اور دیگر وہ اُمور شامل ہیں جو ہمارے زمانہ میں

معروف ہیں یا انہیں بُت بنا لیا جائے جس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی جائے یوں کہ وہ سجدہ گاہ بنیں، ان پر اعتکاف کیا جائے، وہاں تصویریں لٹکائی جائیں، قبور کے پاس نوحہ کیا جائے وہاں مرد وزن کا اختلاط ہو یا دیگر اُمور جو کہ سنت مبارکہ میں بطور نص غیر مشروع ہیں۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ ''۳۷'' پر لکھا کہ امام مالک اور دیگر نے ''زرت قبر النبی ﷺ'' کہنا مکروہ قرار دیا۔

**جواب:** اس کی اس کے دعویٰ پر کوئی دلالت نہیں جیسے واضح ہے اور اس پر گفتگو تفصیلی صفحہ ''۱۳'' پر گزر چکی ہے۔ یہ محض تکرار ہے اور وہ مقام دیکھ لیجیے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا بلکہ اس بارے میں مذکورہ احادیث مثلاً ''جس نے میری اور میرے والد ابراہیم کی زیارت ایک ہی سال میں کی میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ اور فرمایا: ''جس نے میری موت کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی''۔ (شعب الایمان: ۳۔۴۸۸)

اور فرمایا: ''جس نے میری'' موت کے بعد زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی''۔ یہ تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔

**جواب:** یہ بات حدیث ''من زارنی وزار ابی '' الخ، کے بارے میں مسلم ہے کہ یہ بعض فجار کی وضع کی وجہ سے باطل ہے جیسے امام نووی نے ''شرح المہذب'' میں اور دیگر اہل علم نے کہا۔ اور شیخ ابن حجر نے ''الجوھر المنظم ''میں ان کی اتباع کی اور

لکھا کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی زیارت مستقل قربت ہے اور اس کا تعلق حج سے نہیں اور نہ ہی ہمارے نبی ﷺ کی زیارت سے ہے۔

## دواحادیث مبارکہ

علامہ ملا علی قاری نے "تذکرۃ الموضوعات" میں شیخ نووی کے مذکورہ کلام کے بعد لکھا۔ شیخ ذہبی نے اس بارے میں کہا: "اس کے تمام طرق کمزور ہیں جو ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں کیونکہ ان کے راویوں میں کوئی ایسا نہیں جس پر کذب کی تہمت ہو۔

اور دیگر احادیث جو زیارت کے بارے میں مروی ہیں جن سے شیخ سبکی نے اپنی "الشفاء" اور ابن حجر نے "الجوھر المنظم" حجۃ الاسلام غزالی نے "الاحیا" سید سمہودی نے "خلاصۃ الوفاء" قاضی عیاض نے "الشفاء" اور دیگر اہل علم نے دیگر کُتب میں استدلال کیا"۔

ان سے دواحادیث جن کا ذکر اُوپر کیا تو ان کے بارے میں اس کا حکم مسلم نہیں کیونکہ وہ تمام ایسی ضعیف نہیں کہ ان سے استدلال نہ کیا جائے بلکہ بعض ان میں سے حسن یا صحیح ہیں مثلاً یہ حدیث "جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی"۔ اور یہ حدیث "جو میرے پاس زیارت کے لیے آیا اور میری زیارت کے علاوہ اس کی کوئی حاجت نہیں تھی تو مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس کی قیامت کے روز شفاعت کروں" جیسے علامہ شیخ محمد عبدالحی لکھنوی نے "السعی المشکور" میں اس پر تفصیلی گفتگو کی اور کچھ پہلے اس سے آیا بھی ہے اور کچھ بعد میں آئے گا۔ اس

سے علمی) طور پر واضح ہو گیا کہ مخالف کا ان تمام کو موضوع قرار دینا اور یہ کہنا کہ یہ مسلمانوں کی ان کُتب میں نہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ ہی انہیں کسی امام نے نقل کیا۔ نہ ائمہ اربعہ نے نہ ان کی مثل تو یہ زیادتی، جھوٹ، سینہ زوری اور ظن وتخمین ہے اور یہ بات ان سے پہلے ہمارے علم کے مطابق کسی نے نہیں کی۔ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ آئمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کے ان احادیث کے نقل نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ یہ ضعیف یا موضوع ہوں جیسے کہ ان کے علاوہ میں یہ لازم نہیں آتا باوجودیکہ مذاہب اربعہ کے محققین علماء کی ایک جماعت نے اور آئمہ محدثین نے بھی ان میں سے بعض کو مقام استدلال پر نقل کیا جیسے قاضی عیاض مالکی، یحییٰ بن حسین، شمس الدین رملی، خطیب شربینی، امام غزالی، حافظ بن علی بن سکن جن کے بارے میں امام عراقی نے کہا کہ وہ کبار حفاظ ناقدین میں سے ہیں۔ اور دیگر اہل علم جن کا شمار نہیں جیسے کہ ان کی کُتب میں یہ چیز موجود ہے۔

ان كنت لا تدرى فتلك مصيبة او كنت تدرى فالمصيبة اعظم

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا، ان میں سے بعض کو بزار، دار قطنی اور انہی کی مثل اسناد ضعیف سے روایت کیا۔

## جواب: ضعف حسن کے منافی نہیں

یہ تسلیم ہے لیکن مقصود میں نقصان دہ نہیں اور وہ مجموعہ طرق سے بعض کا حسن ہونا ثابت کرنا ہے اور یہی شیخ سبکی کا مقصد ہے کیونکہ ضعف اس کے منافی نہیں جیسے یہ نہ وضع کو مستلزم ہے اور نہ ترک استدلال کو جیسے کئی دفعہ گزرا۔ علاوہ ازیں جسے شیخ بزار نے

روایت کیا وہ آئندہ والی حدیث ہے جو ان کے ہاں صحیح ہے جیسے شیخ سبکی وغیرہ نے اسے واضح کیا۔

اعتراض: مخالف نے صفحہ "۳۸" پر اس تیسری حدیث کی بحث میں لکھا:

| | |
|---|---|
| من جاء نی زائراً لاتعمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون له شفیعاً یوم القیامة | جو زیارت کے لیے میرے پاس آیا اور اس کا مقصد فقط میری زیارت تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں روز قیامت اس کا شفیع بنوں۔ |

(معجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۔۲۹۱)

اس حدیث میں نہ زیارت قبر کا ذکر ہے اور نہ موت کے بعد زیارت کا؟

## جواب: زیارت قبر مراد ہے

ہاں! لیکن یہ حدیث موت کے بعد بھی زیارت پر دال ہے کیونکہ یہ اس معنیٰ کے عموم میں داخل ہے جو اس سے مستفاد ہے کیونکہ لفظ "جاء نی" مقام شرط پر ہے جو عموم پر دلالت کر رہا ہے اور بلاشبہ موت کے بعد زیارت، زیارت قبر ہی ہے اسی لیے شیخ سبکی وغیرہ نے لکھا کہ امام ابن سکن کا اس حدیث کے لیے یہ باب باندھنا "باب ثواب زیارة النبی ﷺ" اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس سے موت کے بعد ہی زیارت مراد لی یا موت کے بعد آنا بھی اس کے عموم میں داخل ہے، جس پر حدیث دلالت کر رہی ہے اور یہی صحیح ہے۔ قطع نظر امام ابن سکن کے فہم کے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث سے ظاہر یہی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اپنے وصال کے

بعد اپنی قبر انور کی زیارت کا شوق دلایا ہے کیونکہ تمام مسلمان اول بعثت سے لے کر وصال تک آپ کی زیارت پر حریص تھے اور جو آنے پر قادر تھے وہ پیدل بھی آئے:

وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (پ ۱۷، الحج: ۲۷) اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے تو انہیں ترغیب کی ضرورت نہ تھی اور یہ معنیٰ اس پر قرینہ ہے کہ مراد "من جاء نی زائراً" سے بطور مجاز "من جاء نی قبری" ہے اور دور والوں کا آنا سفر کے ساتھ ہی ہوگا تو حاضری کا شوق دلانا یہ اس میں شوق دلانا ہوگا جس پر یہ موقوف ہے جیسا کہ واضح ہے۔

**اعتراض:** یہ حدیث ضعیف الاسناد، اس کا متن منکر جو استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ایسی روایت پر اعتماد جائز نہیں۔

## جواب: صحت حدیث آئمہ کے ہاں

یہ دعویٰ بلا حجت اور مبالغہ مردود ہے۔ حافظ عراقی نے "تخریج احادیث احیاء العلوم للغزالی" میں لکھا: "اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور اسے امام ابن سکن نے صحیح کہا جو کبار حفاظ ناقدین سے ہیں"۔ یعنی اسے انہوں نے اپنی کتاب "السنن الصحاح المأثورة عن رسول الله" میں صحیح کہا اور اس کتاب کے خطبہ میں انہوں نے ایسی شرط لگائی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے جیسے شیخ سبکی اور سید سمہودی اور دیگر اہل نے بیان کیا۔

سید مرتضیٰ "شرح الاحیاء" میں لکھتے ہیں، اسے دارقطنی اور خلعی نے اپنے فوائد میں ان الفاظ سے نقل کیا "لم تنزعه حاجة الا زيارتی" ابن سکن کا اسے صحیح قرار دینا اور اسے اپنی صحاح میں ذکر کرنا، اسی طرح امام عبدالحق کا سکوت کے ذریعے اسے صحیح قرار دینا کہ انہوں نے اس کی سند پر جرح نہیں کی۔ امام تقی الدین سبکی کا شفاء میں صحیح قرار دینا اس کے مجموعہ طرق کے اعتبار سے ہے۔ اسے حافظ ابو نعیم، ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور اکابر علماء جماعت نے اس سے استدلال کیا۔ مثلاً امام غزالی، علامہ خطیب شربینی وغیرہ۔

**اعتراض:** اسے اصحاب کُتب ستہ نے نقل نہیں کیا نہ ہی امام احمد نے مسند میں نہ ہی کسی معتمد امام نے اسے نقل کیا اور نہ ہی کسی امام نے صحیح کہا جس کی تصحیح پر اعتماد کیا جائے۔

## جواب: کتب ستہ میں نہ ہونا جرح نہیں

یہ سخت زیادتی اور غلط و فاسد گفتگو ہے کیونکہ اصحاب کُتب ستہ اور امام احمد کا حدیث کو نقل کرنا یہ محدثین کے ہاں جرح نہیں کیونکہ جو ان میں نہیں وہ ان کے ہاں ساقط نہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جو ان کے اُصولوں سے آگاہ ہے اور کسی معتمد امام کی عدم تصحیح سے مراد اگر تصحیح اصطلاح کا عدم ہے تو اگر ہم تسلیم کرلیں تو یہ مفید نہیں کیونکہ جسے امام مقدم صحیح نہ کہے وہ ساقط نہیں ہوتی اور تمام کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ کُتب ستہ نے تمام احادیث صحیحہ کا احاطہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی حدیث کی حجت ان اصحاب ستہ کی تصریح پر موقوف ہے کیا تم نے امام ابن جماعہ کا "مختصر" میں یہ قول نہیں پڑھا:

''امام بخاری اور امام مسلم نے تمام صحیح احادیث کا اپنی کتابوں میں احاطہ نہیں کیا''

ایک قول یہ ہے کہ ان سے قلیل احادیث دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے کثیر احادیث رہ گئی ہیں ہاں اُصول خمسہ سے قلیل احادیث رہ گئی ہیں اور یہی اصح ہے۔

اُصول خمسہ سے مراد ''بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی'' ہے۔ اور ان سے زائد کہ جن کی صحت پر کسی امام معتمد کی نص سنن معتمدہ میں ہو نہ کہ محض اس میں اس کا وجود البتہ جب اس کے مؤلف نے صحیح کی شرط لگائی جیسے کتاب ابن خزیمہ، ابوبکر برقانی اور اس کی مثل کُتب آئمہ میں کثیر مشہور ہے۔

امام سیوطی نے ''تدریب'' میں لکھا، شیخ الاسلام نے کہا، مسند دارمی مرتبہ میں سنن سے کم نہیں بلکہ اگر اسے پانچ کے ساتھ ملالیا جائے تو یہ ابن ماجہ سے بہتر ہے کیونکہ یہ کثیر میں اس سے بہتر ہے۔ بہت ساری احادیث جو کُتب ستہ میں نہیں انہیں ان کے علاوہ نے صحیح قرار دیا یا آئمہ نے انہیں جانا اور اُمت نے انہیں قبول کیا اور آئمہ اربعہ مجتہدین میں سے ہر ایک سے یہ قول مشہور ہے۔ جب کوئی حدیث صحیح سامنے آجائے تو وہی میرا مذہب ہے اور یہ نہیں کہا کہ وہ حدیث فلاں کتاب میں وہ حدیث ہو۔

**اعتراض:** یہ شیخ اس بارے میں متفرد ہے وہ نقل علم میں معروف نہیں اور نہ ہی اس کے تحمل میں مشہور ہیں اور نہ ہی اس کا حال معلوم ہے جو اس کی قبولیت خبر کو لازم کرے اور وہ مسلمہ بن سالم جہنی ہیں جو اس حدیث منکر کی روایت کے ساتھ مشہور نہیں۔ ایک اور حدیث موضوع ہے جسے امام طبرانی نے سند مقدم سے ذکر کیا اور اس کا متن یہ ہے:

الحجامة فی الرأس دواء من الجنون     سر میں پچھنے لگوانا جنون، کوڑھ پن،
والجذام والبرص والنعاس     برص، اُنگھ اور داڑھ کا علاج ہے۔
والضرس     (المعجم الکبیر طبرانی: ۱۔۱۳۲۹)

**جواب:** مسلمہ بن سالم جہنی کی جہالت کا دعویٰ مردود ہے اگر یہ اسے نہیں جانتا تو دیگر اسے جانتے ہیں جو اس سے پہلے آئے۔

**اعتراض:** جب مجہول الحال شخص جس کی روایت قلیل ہے ان دو احادیث منکر میں متفرد ہو جو عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہیں۔ آل عمر بن خطاب میں سب سے زیادہ مضبوط اور احفظ ہیں۔ یہ سند ہے۔ نافع عن سالم عن ابیہ عبد اللہ بن عمر یہ اصحاب عبید اللہ میں سے ثقہ مشہور اور متقن اور یہ معلوم ہے کہ ایسے شیخ ہیں جن کی روایت کے ساتھ استدلال جائز نہیں اور نہ ہی ان کی روایت پر اعتماد جائز ہے۔

**جواب:** یہ تمام دعویٰ بلا حجت ہے نہ یہ شیخ مجہول ہے نہ ان میں سے ہے جن کی روایت جائز نہ ہو اور نہ ہی ان سے استدلال کے سقوط کو منکر ہونا مستلزم ہے اور نہ ہی یہ اُصول ہے کہ جو منکر روایات، روایت کرے اس کے ساتھ استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

**اعتراض:** ان سے راوی عبد اللہ بن محمد بغدادی یہ ان شیوخ میں سے ہیں کہ جب اس سے لوگ تفرد کریں تو استدلال درست نہیں، ان پر اسناد حدیث کے اعتبار سے اختلاف کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ ان سے نافع نے انہوں نے سالم سے روایت کی جیسے پہلے گزرا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان سے نافع اور سالم سے ہے اور انہوں نے اس کی

مخالفت کی جو اس سے بہتر ہے اور وہ مسلم بن حاتم انصاری ہیں اور وہ شیخ صدوق ہیں انہوں نے اسے مسلمہ بن سالم انہوں نے عبداللہ یعنی عمری سے انہوں نے نافع سے عن سالم عن ابن عمر سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من جاءنی زائرا لم تنزعه حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون له شفیعاً یوم القیامة

جو میری زیارت کے لیے آیا اور میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہ تھی مجھ پر حق ہے کہ میں روز قیامت اس کا شفیع بنوں

اسی طرح حافظ ابونعیم نے ابومحمد بن عیان از محمد بن احمد بن سلمان ہروی از مسلم بن حاتم انصاری سے روایت کیا۔ یہی روایت مسلم بن حاتم والی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ یہ عبداللہ عمری صغیر سے ہے اور مکبر ضعیف، عبادی کی روایت سے اولیٰ ہے جس میں اضطراب پایا جاتا ہے اور کہا کہ عبیداللہ عمری کبیر ثقہ اور ثبت ہے۔

**جواب:** یہ اولیت زیر بحث مسئلہ میں کافی ہے عمری کبیر ضعف ان کی روایت کے حسن ہونے سے مضر نہیں۔ مقدمہ ''فتح الباری'' میں ہے کہ حفاظ بالحدیث میں اختلاف اس کے مضطرب ہونے کا موجب نہیں۔ البتہ دو شرائط کے ساتھ۔ پہلی شرط وجوہ اختلاف کا برابر ہونا۔ جب ایک قول کو ترجیح دے کر کوئی مقدم کرے تو صحیح کو مرجوح کے ساتھ علت نہ بنائے۔ دوسرا قول استوا کے ساتھ قواعد محدثین کو ان پر جمع کرنا دشوار ہو یا غالب گمان یہ ہو کہ وہ حافظ بعینہ اس حدیث کو ضبط نہیں کر سکا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۳۹'' پر لکھا، ان دونوں روایات پر اعتماد جائز نہیں کیونکہ ان کا مدار

ایسے واحد شیخ پر ہے جو مقبول نہیں وہ مسلمہ بن سالم ہے جو موسیٰ بن ہلال سابقہ حدیث والے کے مشابہ ہے۔

**جواب:** جہنی کے بارے میں یہ دعویٰ کہ اس کی روایت مقبول نہیں یہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے اور دلیل کہاں ہے؟ اور اس کا موسیٰ بن ہلال کے مشابہ ہونا۔ متابعت کے لیے کافی ہے جیسے اس پر حافظ عسقلانی وغیرہ نے تصریح کی۔

**اعتراض:** اقرب یہی ہے کہ یہ دونوں احادیث ایک ہی حدیث ہے جسے عمری صغیر نے روایت کیا جن میں کلام ہے اور اس پر دو شیوخ مختلف ہیں جو نقل میں معروف نہیں اور نہ ہی اسناد حدیث و متن کے ضبط میں مشہور ہیں۔

**جواب:** دونوں کا مجہول ہونا محض دعویٰ ہے اور دونوں کا ضبط میں مشہور نہ ہونا زیر بحث معاملہ میں نقصان دہ نہیں اسی طرح عمری کے ضعف کا معاملہ ہے۔

**اعتراض:** ایسی حدیث جس میں دو شیوخ مجہول الحال متفرد ہوں ان کی روایت قلیل ایسے شیخ سے ہو جس کا حافظہ کم اور حدیث میں مضطرب ہو اور ان دونوں کا اس بارے میں اختلاف ہو اور ان دونوں کا اضطراب ضعف اور عدم ضبط کی نشاندہی کرے تو اس سے استدلال کسی حکم شریعت میں جاری نہیں ہو سکتا۔

**جواب:** ان دونوں کی جہالت کا دعویٰ مردود ہے اور اضطراب ہر حال میں ضعف پیدا نہیں کرتا جیسے کتب اُصولیہ میں ثابت ہے اور تسلیم کر لینے کے بعد پانچ احکام میں سے کسی حکم پر عدم استدلال سے مستلزم نہیں کہ احکام شرعیہ میں سے بطور فضیلت حکم پر بھی

استدلال نہ کیا جائے جیسے اصحاب روایت کے ہاں مسلمہ ہے۔

**اعتراض:** محفوظ از نافع از ابن عمر نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جسے حضرت ایوب سختیانی، عبید اللہ بن عمر، ربیعہ بن عثمان اور دیگر نے روایت کیا۔ اس میں نہ ذکر اعمال ہے اور نہ ہی زیارت قبر کا ذکر بلکہ بعض کے الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| من استطاع منکم ان یموت بالمدینة فلیمت فانه من مات بها کنت له شفیعاً او شهیداً | تم میں سے جو شہر مدینہ میں موت کی طاقت رکھتا ہے وہ وہاں فوت ہو کیونکہ جو اس شہر میں فوت ہوا میں اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔ |

(سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۲)

آگے چل کر صفحہ ''۴۵'' پر لکھا جو روایات پہلے آئیں جنہیں امام نافع اور دیگر نے ابن عمر سے روایت کیا، ان میں زیارت قبر کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ الفاظ ہیں ''جو میری زیارت کے لیے آیا اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ لائی''، تو اس سے معلوم ہو گیا جو مسلمہ بن سالم اور موسیٰ بن ہلال عبدی نے روایت کیا وہ شاذ ہے محفوظ نہیں۔

**جواب:** ہر شاذ مردود نہیں

ہر شاذ مردود نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر غیر محفوظ ساقط ہوتی ہے جس کی تفصیل آئمہ اُصول نے سلفاً خلفاً کی ہے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ ''۴۶'' پر لکھا کہ اگر وہ روایات امام نافع سے محفوظ ہوتیں تو

ان کی روایت حضرت ایوب سختیانی، مالک بن انس اور دیگر لوگ ان صحابہ سے کرتے جن کے حفظ وضبط اور اتقان پر اتفاق ہے۔

**جواب:** اس قضیہ میں ملازمہ کا مقدم اپنے تالی کی مستلزم نہیں ایسی احادیث سے استدلال مضر نہیں جو بعض راویوں سے ہیں لیکن ان کا وصول کثیر سے نہیں۔ پھر مخالف نے "اعیان الصحابہ" کہا جبکہ درست بات یہ تھی "اعیان التابعین و تابع التابعین"۔

**اعتراض:** جب ان کی اس میں متابعت نہیں کی جوان دونوں نے نقل کیں کہ اس میں ان کا اختلاف ہوا کہ وہ ثقہ سے استدلال کر رہے ہیں بلکہ ان دونوں کا ان سے اختلاف ہوا جنہیں ثقہ مشہور، عادل، حفاظ، صاحب اتقان نے نقل کیا تھا تو ان کی خطا روایت کے حمل میں معلوم ہو گئی تو ان کی طرف رجوع جائز نہ رہا اور نہ ہی اس کی مرویات پر یقین رہا۔

**جواب:** یہ مردود مبالغہ ہے، اس وجہ سے جو ہم نے پیچھے آئمہ اُصول حدیث سے نقل کیا۔ ہم نے اس کی گفتگو صفحہ "۱۲" اور صفحہ "۲۹" سے نقل کر کے اس کا رد کیا۔

**اعتراض:** صفحہ "۴۷" پر لکھا کہ اگر ان الفاظ کی صحت کو فرض کر لیا جائے جیسے اسید بن زید جمال نے روایت کیا اور مسلمہ بن سالم جہنی اور موسیٰ بن ہلال عبدی کی روایت کو ثابت مان لیا جائے تو ان میں بطور غیر مشروع زیارت پر کوئی دلالت نہیں اور شیخ الاسلام زیارت شرعی سے منع نہیں کرتے اور نہ ہی اس کا انکار کرتے ہیں۔

**جواب:** یہ بڑا واضح مغالطہ ہے کیونکہ اس کا شیخ مذکور زیارت کا مطلقاً انکار کرتا ہے

خواہ شرعی ہو یا بدعی وہ تو صرف اسے جائز قرار دیتا ہے جو حقیقتاً زیارت قبر نہیں جس پر اس کے سابقہ اور لاحقہ کلمات دلالت کرتے ہیں اور ہم نے ان میں سے کچھ کو پیچھے بیان کیا۔

**اعتراض:** مخالف نے اپنے شیخ سے نقل کیا کہ انہوں نے اس جواب کے میں جو مالکی قاضیوں کی طرف سے اس مسئلہ میں اعتراض ہوا کہ قبور کی طرف کجاوے باندھنا، بعد اس کے کہ محض زیارت قبور کی طرف سفر کے نزاع کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ نزاع اس معنیٰ کو شامل نہیں جس سے علماء نے یہ مراد لیا ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت مستحب ہے اور نہ یہ قول کہ قبر انور کی طرف زیارت کے لیے سفر مستحب ہے جیسا کہ کثیر کے کلام میں موجود ہے کیونکہ وہ حج کا ذکر کرتے اور کہتے ہیں حاجی کے لیے مستحب ہے کہ وہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کرے اور معلوم ہے کہ یہ چیز سفر کے ساتھ ہی ممکن ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ زیارت قریب کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ وہ زیارت بعید کا ارادہ رکھتے ہیں

## جواب: قریب و بعید کے لیے زیارت

یہ اہل علم پر جھوٹ ہے کیونکہ وہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے جواز کے قائل قریب کے لیے اسی طرح ہیں جیسے بعید کے لیے اور انہوں نے واضح کیا کہ بعض کی عبارات میں حجاج کے ساتھ مقید کرنا بیان اولیٰ اور اہم ہے کیونکہ جو حج کرے اور زیارت ترک کرے جبکہ وہ مدینہ طیبہ کے زیادہ قریب ہو تو یہ اس ترک کرنے والے سے زیادہ قبیح ہے جس نے حج نہیں کیا کیونکہ یہ دلیل ہے کہ اس نے اہم قربات کا

اہتمام نہیں کیا اور کامیاب سعی نہیں کی جیسے اس پر وجدان گواہی دیتا ہے یا یہ اغلب کا
بیان ہے تو یہ کسی حال میں بھی مفہوم نہیں ہوگا۔

**اعتراض:** معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ قبر انور کی طرف سفر مستحب ہے لیکن اس
سے ان کی مراد آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے کیونکہ مسافر وزائرین مسجد نبوی ﷺ
تک ہی پہنچ پاتے ہیں اور کوئی بھی قبر انور تک نہیں پہنچتا اور نہ ہی حجرہ میں داخل ہوتا ہے
لیکن کہا جائے گا یہ حقیقت میں زیارت قبر انور نہیں۔

## جواب: اول سے آخری اہل علم

ان اہل علم کا یہ مراد ہونا جو اس نے ذکر کیا یہ ان کے کلام کی تکذیب ہے نہ اس
پر شریعت گواہ ہے نہ لغت نہ عرف۔ اللہ تعالیٰ اس افترا سے پناہ عطا فرمائے، حجرہ تک
نہ پہنچنا، قبر انور کا مشاہدہ نہ کرنا اس کا تقاضا نہیں جس کی نسبت ان اہل علم کی طرف اس
نے کی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب یہ حقیقت میں زیارت قبر ہی نہیں جیسے اس نے خود اقرار
کیا تو ان اہل علم کا اول سے لے کر آخری تک اس پر زیارت قبر کا اطلاق، ان احادیث
سے استدلال کرنا جو زیارت قبر کے بارے میں وارد ہوئیں نہ کہ ان احادیث سے جو
مسجد نبوی ﷺ کے بارے میں آئیں۔ یہ بے وقوفی سے خالی نہیں ہوگا اور جو آدمی
ان تمام کو بے وقوف کہتا ہے یا ان کا تسامح یا سہو غلط یا عدم فہم قرار دیتا ہے بلاشبہ وہ سب
سے بڑا بے وقوف ہے۔

**اعتراض:** نہ کوئی قبر انور تک پہنچتا ہے اور نہ ہی آپ کے حجرہ میں کوئی داخل ہوتا ہے؟

## جواب: امر حادث مانع ہوا

اگر مراد اس سے یہ ہے کہ وقت دفن سے لے کر ایسا نہیں ہوا تو یہ نہایت ہی غلط ہے جسے سلف وخلف کے آئمہ کا کلام بلکہ مخالف کی دیگر مقامات پر گفتگو اسے باطل قرار دیتا ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ حجرہ انور کی رکاوٹ کی وجہ سے ایسا ہے تو یہ بات مسلم ہے لیکن یہ مفید نہیں کیونکہ یہ جائز نہیں کہ یہ امر حادث جو آپ کی تدفین کے کثیر زمانہ بعد آپ کے حکم کے بغیر ہوا یہ عموم حدیث "زوروا القبور" آپ کی قبر انور کے لیے مخص ہو جس کی صحت پر اتفاق ہے اور نہ یہ اس چیز کا باعث ہو گا کہ مراد زیارت قبر انور سے اس کے علاوہ ہو جو زائرین قبور کے ہاں متعارف ہے۔

**اعتراض:** اسی لیے اہل علم نے یوں کہنا مکروہ قرار دیا کہ میں نے قبر انور کی زیارت کی اور بعض نے اسے مکروہ نہیں کہا۔

**جواب:** جو کراہت کی توجیہ اس مخالف نے کی ہے کسی بھی اصحاب ہدایت نے پہلے یہ نہیں کی اس عبارت پر پیچھے تفصیلاً گفتگو گزر چکی ہے جس سے غفلت نہ برتی جائے۔

**اعتراض:** دونوں گروہ اس پر متفق ہیں کہ قبر انور کی زیارت اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح دوسری قبور کی کی جاتی ہے بلکہ یہ تو صرف مسجد میں داخلہ ہے۔

**جواب:** یہ ان تمام پر افترا ہے ان کی کونسی گفتگو اس پر دلالت کرتی ہے جس کی نسبت اس مخالف نے ان کی طرف کی ہے بلکہ دونوں گروہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت پر متفق ہیں اسی معنیٰ کے اعتبار سے جو مخالف نہیں لے رہا۔

**اعتراض:** صفحہ "۴۸" پر لکھا، شیخ بھی اس سفر (جس کو زیارت کہتے ہیں) سے آپ کی مسجد کی طرف سفر قرار دیتے ہیں۔

**جواب:** دیگر باتوں کی طرح یہ بھی باطل ہے کیونکہ اس پر نہ گواہ شریعت ہے نہ لغت نہ عرف۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ان اہل علم کی اس بحث میں کیا کہے گا کہ زائر زیارت کے سفر میں مسجد نبوی ﷺ کی نیت کرے یا محض زیارت کی؟ جس سے ان کی کُتب مناسک مالا مال ہیں۔

**اعتراض:** بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ مسافر کے لیے آپ کو سلام عرض کرنا مستحب ہے اور اہل شہر کے لیے قبر انور پر ٹھہرنا مستحب نہیں۔

**جواب:** عنقریب اس کے قائل کا ذکر آئے گا اور جو اس پر گفتگو کی گئی ہے اسے بیان کیا جائے گا۔

**اعتراض:** امام مالک اور دیگر کہتے ہیں: زیارت اہل مدینہ کے لیے قصداً اور فعلاً مکروہ ہے تو ان کے لیے یہ مکروہ ہے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں اور اس سے نکلیں تو قبر کے پاس آئیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔

## جواب: کثرت حاضری اور تین مذاہب

یہ تلبیس ہے اور اس کا مغالطہ ذلیل ہے کیونکہ اس کے الفاظ "امام مالک اور دیگر اہل علم کہتے ہیں یہ اہل مدینہ کے لیے قصداً اور فعلاً مکروہ ہے" یہ بتا رہے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ اہل مدینہ کے لیے اصل زیارت کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ یہ اس

وقت موضوع سخن ہے۔ معترض کا یہ کہنا کہ وہ یہ مکروہ قرار دیتے ہیں کہ جب بھی وہ مسجد میں داخل ہوں اور اس سے نکلیں تو وہ قبر کے پاس آئیں اور امام مالک اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔۔۔(الخ)۔۔یہ بتاتا ہے کہ یہ ان کے لیے زیارت کی کثرت مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ وہ سفر کے لیے نکلنے والے نہ ہوں اور نہ سفر سے واپس آنے والے ہوں جیسا کہ ان سے منقول ہے اور عنقریب ان کے کلام سے بھی ان کا بیان آرہا ہے۔

پہلی صورت امام مالک سے باطل ہے کیونکہ وہ دیگر آئمہ مسلمین کی طرح قائل ہیں کہ اصلاً زیارت اہل مدینہ کے لیے دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہے جیسے پیچھے گزرا۔ دوسری صورت کے بارے میں شیخ سبکی نے ''شفاء السقام'' میں کہا کہ یہ ان کے ضابطہ سد الذرائع کے مطابق ہے کیونکہ مقیم لوگوں سے کبھی یہ چیز قلت ادب اور پریشانی تک پہنچاتی ہے لیکن باقی تین مذاہب ہر ایک کے لیے زیارت کی کثرت کو مستحب قرار دیتے ہیں خواہ وہ اہل مدینہ ہوں یا دیگر کیونکہ خیر میں کثرت خیر ہی ہوتی ہے۔ شیخ شہاب الدین خفاجی ''نسیم الریاض'' میں لکھتے ہیں، یہی حق ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور سد الذرائع کا دعویٰ ہر مقام پر قابل سماعت نہیں جیسے پہلے شیخ قرافی کے حوالہ سے گزرا۔

علامہ ابن حجر ''جوھر المنظم'' میں لکھتے ہیں: اس کا پریشانی تک پہنچانا قابل توجہ نہیں کیونکہ جو دل میں آپ کا ادب زیادہ رکھتا ہے اور وہ جتنی دیر چاہے حاضر رہے اور جو ایسا نہیں وہ سلام عرض کر کے لوٹ جائے تو محض سلام ہرگز پریشانی تک نہیں پہنچاتا۔

قاضی عیاض ''الشفاء'' میں شیخ باجی سے امام مالک کے قول کی ایک اور توجیہ

ذکر کرتے ہیں۔ عنقریب اس کا رد بھی آ رہا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۴۹" پر لکھا، امام مالک کہتے ہیں: یہ ایسی بدعت ہے جو کسی سلف سے نہیں پہنچی، انہوں نے اس سے منع کیا اور کہا کہ اس اُمت کے آخر کی اصلاح اسی سے ہوگی جس سے اس کے اول کی اصلاح ہوئی۔

**جواب: سو سے زائد دفعہ**

اسے وہ چیز رد کرتی ہے جو امام مالک کے شیخ ربیعہ، ان سے پہلے اور ان کے بعد اہل مدینہ میں سے متعدد کا عمل جاری رہا۔ جب ان لوگوں پر اعتراض کیا گیا جو جمعہ کے دن قبر انور کے پاس عصر سے شام تک رہتے تو حضرت ربیعہ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو کیونکہ آدمی وہی پاتا ہے جو وہ نیت کرتا ہے۔ دیکھیے "الجوهر المنظم" اور اسے یہ چیز بھی رد کرتی ہے جو مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اسے ابن وہب اور مخالف نے بھی ذکر کیا جو آگے آ رہا ہے۔

قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اور دیگر نے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوتے سلام عرض کرتے اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہتے اور یہ عمل ان کا کثرت کے ساتھ تھا جیسے ان سے امام بیہقی اور دیگر اہل علم نے ان کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع سے نقل کیا: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر انور پر سلام کہتے میں نے سو یا اس سے زائد مرتبہ دیکھا وہ قبر انور کے پاس آتے اور کہتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو۔ ابو بکر پر سلام ہو اور میرے والد گرامی پر سلام ہو پھر پلٹ جاتے۔ (الشفاء: ۲۸۶)

## اجماع کا مقام

قاضی عیاض نے بھی ''الشفاء'' میں اسے ذکر کیا، بلاشبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اہل مدینہ میں سے تھے اور انہوں نے یہ عمل صحابہ اور تابعین کے سامنے کیا اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار و اعتراض نہ کرنا زیارت کی مشروعیت اور اس میں کثرت پر اجماع سکوتی ہے کہ اہل مدینہ بھی دیگر لوگوں کی طرح ہیں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ اجماع حجت ہے اگرچہ حدیث اس کے خلاف صحیح ہو کیونکہ وہ ایسی دلیل کی بنا پر ہے جو طعن و معارضہ سے محفوظ ہو۔ تو یہ اقویٰ ہوگا جیسے علامہ محقق ابن حجر نے اپنی دونوں کتابوں ''کف الرعاع'' اور ''الزواجر'' میں اس کی تصریح کی اور اس کے منافی یہ قول شافعی نہیں ہوسکتا کہ ساکت کی طرف قول کی نسبت نہ کی جائے کیونکہ یہ محققین کے ہاں نفی اجماع قطعی پر محمول ہے یعنی جس کا انکار کفر تک پہنچائے تو یہ اس کے اجماع ظنی ہونے کے منافی نہیں تو ساکت کی طرف قول کی نسبت نہ کی جائے سے مراد یہ ہو گی کہ صراحتاً قول کی نسبت نہ کی جائے نہ کہ صریح سے عام موافقت کی جیسے اجازت کے وقت باکرہ کا سکوت اذن سمجھا جاتا ہے اور اسے قول نہیں کہا جاتا جیسے شیخ عبادی نے ''شرح جمع الجوامع'' کے حاشیہ میں ''شرح الوسیط'' امام نووی سے نقل کیا۔

علاوہ ازیں وہاں عموم حدیث ''زوروا القبور'' کے سوا کوئی دلیل نہ ہو۔ جس کی صحت پر اتفاق ہے تو یہی کافی ہے یہ کیسے نہ ہو جبکہ دیگر دلائل صحیحہ کتب دین میں مسطور ہیں۔ ممکن ہے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بات ان تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل پہنچنے

سے پہلے کی ہو۔ اس پر بقیہ گفتگو انشاء اللہ آگے آ رہی ہے۔

ملا علی قاری ''شرح الشفاء'' میں امام مالک کی مذکورہ گفتگو کے تحت لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ زیارت میں کثرت بالاجماع مستحب ہے۔ ممکن ہے سلف صالحین کے ہاں اس سے بھی اہم اُمور ہوں جو انہیں وہاں کثیر ٹھہرنے سے مشغول رکھتے ہوں۔ اسی لیے انہوں نے کہا جب طلب علم، تحصیل علم اور اس کی تدریس و تصانیف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ یہ کثرت طواف و زیارت سے افضل بلکہ نفلی حج اور عمرہ سے اکمل ہے تو ہماری تحریر اور تقریر سے اس کا دفاع ہو گیا جو امام مالک کے اس قول کے ظاہر سے سمجھا جا رہا تھا کہ اس اُمت کے آخر کی اصلاح اسی سے ہو گی جس سے اول اُمت کی ہوئی۔

**اعتراض:** جس نے محض قبر کا ارادہ کیا اور مسجد کا ارادہ نہ کیا یہ حدیث کے مخالف ہو گا؟

**جواب:** یہ اس مخالف کے اور اس کے موافقین کے زعم میں ہی مخالفت ہو گی اور یہ مردود و باطل ہے اور جمہور کے ہاں فحش غلطی ہے جیسے ہم کئی دفعہ پیچھے بیان کر آئے ہیں

**اعتراض:** ان چیزوں میں سے ایک جو واضح کرتی ہیں کہ کسی صحابی سے یہ معروف نہیں کہ انہوں نے زیارت قبر نبوی ﷺ پر گفتگو کی ہو نہ اس میں شوق دلانے کی اور نہ ہی بلا ترغیب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم کا مسمیٰ (زیارت) ان کے ہاں حقیقتاً نہیں تھا۔ (الی آخرہ)۔

**جواب:** رد کے لیے یہ کافی نہیں کہ کوئی شے کسی صحابی یا تابعی سے محفوظ نہ ہو۔ یہ رد تب تام ہوتا ہے اگر منع پر صراحتاً اجماع ہو اور وہ کہاں ہے؟ علاوہ ازیں اگر ہم مان

لیں کہ ان سے اس پر گفتگو معروف نہیں تو یہ نقصان دہ نہیں۔ اس لیے کہ یہ معلوم ہے کہ احکام شرعیہ کی بنا ان کے اطلاقات پر نہیں اور ان کا عدم اطلاق اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے ہاں اس مسمیٰ کی حقیقت نہ ہو بلکہ جائز ہے کہ اس کی وجہ کوئی اور ہو جسے علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا۔ تو مخالف کا یہ قول ''اس اسم کا مسمیٰ کی ان کے ہاں بطور حقیقت نہیں تھا'' باطل ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں اگر ہم یہ بھی مان لیں تو یہ کوئی نقصان نہیں دیتا کیونکہ قیاسی طور پر اس اسم کا مسمیٰ کسی دوسرے کی قبر بھی ہو گی، بلکہ ایسا بطریق اولیٰ ہو گا کیونکہ یہ امر اس قدر جلی تھا جس کے بیان کا صحابہ نے اہتمام نہیں کیا اگر وہ جان لیتے کہ بعض اصحاب وہم ان اُمور جلیہ میں جھگڑا کرتے ہیں تو وہ بھی اس امر کو ثابت و واضح ضرور کرتے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ جن علماء نے اس اسم کا اطلاق کیا ان کا اس سے مقصود آپ کے مسجد میں آنا، اس میں نماز پڑھنا اور اس نماز میں آپ پر سلام کہنا ہے۔

**جواب:** یہ ان پر افترا ہے جبکہ ان کی عبارات اس کو جھٹلاتیں ہے ان خرافات و بکواسات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی التجا ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ آئمہ مسلمین میں نہ آئمہ اربعہ نے اور نہ دیگر نے ان الفاظ روایت سے زیارت قبر انور پر استدلال کیا جبکہ انہوں نے مثلاً فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال کیا کہ وہ سلام عرض کیا کرتے تھے۔

**جواب:** یہ ہماری سابقہ گفتگو سے یوں مردود ہے کہ علماء مسلمین کے محققین کی ایک

جماعت نے اس حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" سے بھی استدلال کیا اور دیگر مثلاً قاضی عیاض، حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ نے۔

**اعتراض:** صفحہ "۵۰" پر اس نے کہا کہ یہ لفظ سلام سے استدلال ہے نہ کہ لفظ زیارت سے۔

**جواب:** ہاں، لیکن کسی شے پر لفظ کا اطلاق اس پر موقوف نہیں کہ معنٰی کی صحت کے بارے میں شریعت وارد ہو اور محض اتنی بات اس کے منع کی وجہ نہیں بنے گا۔ بہت سے الفاظ نصوص میں خصوصاً وارد نہیں ہوئے لیکن کسی نے بھی ان کے اطلاق کو منع نہیں کیا اور یہ معلوم ہے کہ احکام شرعیہ اطلاقات پر مبنی نہیں جیسے گزرا۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذکورہ فعل کہ آپ سلام عرض کرتے تھے اس سے مقید ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس آتے نہ کہ مطلقاً جیسے آگے خود مخالف نے صفحہ "۲۲۷ـ۲۵۳" پر اعتراف کیا اور اسی کو لغت، شرع اور عرف میں زیارت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تحقیق سے ثابت ہونے والے مصداق سے اعراض کر کے اپنے زعم باطل کے رد پر اس سے استدلال نہیں کرتا۔

**اعتراض:** تصانیف مسلمین میں کوئی شے نہیں جن پر حدیث وفقہ میں اعتماد کیا جاتا ہے تو زیارت قبر کے بارے میں نہ رسول سے کوئی اصل اور نہ ہی آپ کے صحابہ سے۔

**جواب:** یہ فقط سینہ زوری ہے جس کا جھوٹا ہونا ہم کئی دفعہ پیچھے واضح کر آئے ہیں بلکہ عنقریب مخالف کا آنے والا کلام خود اس کی تکذیب کرتا ہے۔

**اعتراض:** جمہور اہل علم کی اکثر تصانیف میں زیارت کے استحباب کے بارے کوئی شے نہیں۔

**جواب:** اگر ہم طویل گفتگو کو مان لیں تو یہ اس کے بعد کوئی نقصان نہیں دیتا کہ جمہور علماء ملت محمدیہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کو مستحب قرار دیتے ہیں بلکہ متعدد اہل علم مثلاً قاضی عیاض، امام ابن الہمام اور امام نووی نے اس پر اجماع نقل کیا اور مخالف نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے جو عنقریب باب رابع میں آئے گا۔

**اعتراض:** جنہوں نے زیارت کا ذکر کیا۔ اس کی تفسیر مسجد میں آنے سے کی ہے۔

**جواب:** پیچھے گزرا کہ یہ ان پر افترا ہے کسی نے ایسی بات نہیں کی، اس پر دلیل لائی جائے اگرچہ ان کی کوئی ایک عبارت ہو اور وہ کہاں ہے؟ ان کی کتب مخالف کی بات کو جھوٹا قرار دیتی ہیں۔ ہم ایسے افترا سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

**اعتراض:** اسی لیے اس مسئلہ میں جب تنازع کرنے والے سنت رسول ﷺ اور سنت خلفاء کے محتاج ہوئے جس پر آپ کے صحابہ تھے تو وہ آپ سے منقول کسی حدیث سے استدلال پر قادر نہ ہوئے البتہ وہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع اور مکذوب ہے۔

**جواب:** ہم نے پیچھے گفتگو کرتے ہوئے صفحہ "۱۳" اور اس سے پہلے صفحات پر اس دعویٰ کا بطلان بیان کر دیا۔ اس اعادہ کا کوئی فائدہ نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۵۱" پر لکھا، ان کے پاس نہ صحابہ سے کوئی نقل ہے اور نہ ہی آئمہ مسلمین سے کسی نے کہا ہو کہ فقط زیارت قبور کے لیے سفر مستحب ہے۔

## جواب: زیارت کا تقاضا انتقال و سفر

یہ واضح طور پر مغالطہ ہے کیونکہ زیارت قبور کا حکم ایسی سنت و حدیث صحیحہ میں ہے جس پر اتفاق ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے نقل کیا۔ بلاشبہ یہ لفظ زیارت، سفر کو شامل ہے کیونکہ یہ زائر کے ایک جگہ سے دوسرے مقام زیارت گاہ کی طرف انتقال کا تقاضا کرتی ہے اور یہ انتقال ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف قصداً ہوگا یا دوسرے مقام سے گزرنے کے وقت ہوگا۔ ہر حال میں انتقال، سفر کو شامل ہوگا خواہ قریب سے ہو یا بعید سے۔ تو ضروری ہے کہ زیارت کے لیے سفر کا تحقق ہو اور کم سے کم مرتبہ طلب استحباب ہے۔ جب زیارت قربت ہے تو اس کی طرف سفر بھی قربت ہوگا اور آپ ﷺ کا اپنے صحابہ کے قبور، بقیع اور اُحد کی طرف نکلنا صحت کے ساتھ ثابت ہے اور یہ متفقہ قاعدہ ہے کہ قربت جس پر موقوف ہو وہ وسیلہ بھی قربت ہوگا کیونکہ وہ اسی کی طرف پہنچانے والا ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اس کے ساتھ کسی اور جہت سے حرام متصل ہو جائے۔ جیسے مغصوبہ راستہ پر چلنا، یہ تصریح ہے کہ سفر زیارت کے لیے اس کی مثل قربت ہے تو اب ان احادیث سے استدلال کیا جائے گا جو سفر کی فضیلت اور زیارت کے لیے سفر کو مستحب قرار دیتی ہیں۔

مخالف کا یہ زعم باطل ہے کہ یہ فقط قریب کے لیے قربت ہے یہ مبارک شریعت پر افترا ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو دلائل اس پر دال ہیں وہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے جو تخصیص عام کا بلا دلیل دعویٰ کرتا ہے۔ ہم اسے قطعی طور پر غلط سمجھتے ہیں جیسے یہ اپنے مقام پر مسلمہ ہے۔ اس مقام پر تفصیلی گفتگو ہمارے کتاب

''سعادۃ الدارین '' میں موجود ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ زعم کہ یہ معلوم ہے کہ قبور کی معروف زیارت آپ کی قبر انور میں ممتنع ہے کیونکہ اس عمل پر نہ قدرت ہے اور نہ ہی اس کا حکم ہے تو محال ہے کہ کوئی بھی اہل علم قبر انور کی زیارت سے اس زیارت کا قصد کرے وہ تو صرف آپ کی مسجد کی طرف سفر کا ارادہ کرتے ہیں۔

**جواب: اجماع کو توڑا**

اس کا یہ غلط خیال ہے کہ آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت نہ مقدور عمل ہے اور نہ ہی مامور، یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے کسی مسلمان نے نہیں کی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اس بات کے ذریعے مسلمانوں کے اجماع کو توڑ ڈالا، اگر کوئی اس کے معاونین میں سے اس غلط باطل خیال کی تائید کرنا چاہے تو وہ ماضی کے اسلاف سے اس پر کوئی نقل بیان کرے، ان اقوال شاذہ کی نقل نفع نہیں دے سکتی جنہیں علماء دین نے کئی دفع رد کیا ہے۔

علماء کے بارے میں مخالف کا یہ دعویٰ کہ وہ قبر انور کی زیارت سے آپ کی مسجد کی طرف سفر کا ارادہ کرتے، نہایت ہی باطل ہے، اہل علم میں سے کسی ایک کا تذکرہ لائیے کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ شخص اس بحث میں ایسے عجیب وغریب اُمور لایا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مسلمانوں کے طعن کا نشانہ بنا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۵۲'' پر اس نے لکھا، کثیر متاخرین نے جب قبر انور کی زیارت کے بارے میں مروی احادیث پائیں تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ تمام احادیث یا ان میں

سے بعض صحیح ہیں تو اس اجمال لفظ اور ان احادیث موضوعہ کی روایت سے غلط در غلط محض زیارت قبور کے سفر کا استحباب ثابت کیا۔

## جواب: علماء سے سوئے ظن پر

یہ علماء دین کے بارے میں قبیح طعن اور سوء ظن ہے جس پر اس کے پاس کوئی حجت نہیں جبکہ انہوں نے استحباب کا قول دلیل کی بنا پر کیا اور یہ ان کی تحقیق ہے کیونکہ ان کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ منقول ہے مگر اس وقت جب آپ سے یہ مروی ہو اگرچہ وہ اقسام روایات کے اقل درجہ پر ہو جیسے پہلے اس بحث میں کچھ کی نصوص گزر چکی ہیں لیکن اس شخص کے غلط اور کھوٹے مذہب میں شدید تعصب نے اسے یہاں تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اسے معاف کرے۔

**اعتراض:** ورنہ یہ قول آئمہ مسلمین میں سے کسی سے منقول نہیں۔

## جواب: متفقہ حدیث دلیل ہے

کثیر مسائل فروعیہ کے بارے میں آئمہ نے تصریح نہیں کی، ان کے شاگردوں نے ان کے مقرر قواعد پر ان مسائل کو تخریج کیا اور اس میں کوئی ضرر نہیں اور ان مسائل کا وجود اس پر شاہد عادل ہے اور اس مذکورہ مسئلہ کی اصل شریعت میں مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ قول پر ایسی دلیل بیان کی جو سنت مبارکہ صحیحہ سے ثابت ہے جس پر اتفاق ہے اس سے اس کا یہ آنے والا قول باطل ہو گیا کہ جب وہ کسی ایسے مجتہد عالم کا قول ہو

جن کے اجماع کا اعتبار ہے کہ یہ مستحب ہے تو اقوال تین ہو جائیں گے۔

**اعتراض:** کیونکہ لوگوں کے محض زیارت قبور کے سفر کے بارے میں دو اقوال ہیں: نہی اور اباحت۔

**جواب:** آپ ہماری سابقہ گفتگو صفحہ "۴" پر پڑھ چکے ہیں کہ نہی کا قول مردود بلکہ غلط ہے۔ جمہور اہل علم اسے مستحب قرار دیتے ہیں جیسے ہم نے اس کی تفصیل اس کتاب میں دی ہے۔ جس کا ذکر پہلے آیا اور حجت انہی کے ساتھ ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۵۲" پر چوتھی حدیث کی بحث میں لکھا اور وہ یہ ہے "جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی"۔ (سنن دار قطنی: ۱۹۲)

اس حدیث کے ساتھ استدلال درست نہیں اور نہ ہی ایسی حدیث پر اعتماد درست ہے کیونکہ یہ ایسی حدیث ہے جس کا متن، منکر اور سند ساقط ہے۔

**جواب:** یہ ایسا مبالغہ ہے جس کا رد عنقریب آرہا ہے۔

**اعتراض:** بلکہ اہل علم نے اسے ضعیف کہا، اس پر طعن کیا اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ یہ احادیث موضوعہ اور روایات مکذوبہ میں سے ہے۔

## جواب: ضعف بھی شدید نہیں

اس کا ضعیف ہونا تو مسلم ہے کیونکہ امام بیہقی اور ابن عساکر ہر ایک نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کی لیکن یہ چیز مفید نہیں کیونکہ ہم کئی بار یہ ذکر کر چکے ہیں کہ

ضعیف ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا اور نہ اپنے حجت ہونے سے ساقط ہو سکتی ہے اور کسی نے بھی اس کے شدید ضعف کی تصریح نہیں کی بلکہ عنقریب یہ آئے گا کہ امام احمد سے ایک ارجح روایت میں اس روایت کی توثیق ہے اور مقصود اس کے ساتھ حدیث اول کی تقویت ہے اور اس کا حدیث موضوعہ یا روایت مکذوبہ ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ ابن تیمیہ کے علاوہ ایسی بے تکی بات کسی نے بھی نہیں کی گویا مخالف کی مراد لفظ بعض سے ابن تیمیہ ہی ہے لیکن اس کے نام کی تصریح نہیں کی تا کہ اپنے غلط قول کو رواج دیا جا سکے۔

**اعتراض:** اس اضافہ کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں مراد اس لفظ ''وصحبنی'' کا اضافہ ہے۔

## جواب: منکر اور مکذوب میں واضح فرق

اس اضافے کے کذب کا جزم کہاں سے ہو گیا؟ جبکہ ابن عساکر نے جب یہ کہا کہ یہ بعض راویوں کا تفرد اور یہ اضافہ منکر ہے تو اہل علم نے ان کا یوں رد کیا کہ اس حدیث کو متعدد اہل علم نے اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا اور اس کے یہ متابعات ہیں دیکھیے ''جوهر المنظم'' اور ''نسیم الریاض'' اور مخالف نے خود صفحہ ''۶۰'' پر تسلیم کیا جب اس نے اس روایت کی شیخ ابو الفرج ابن جوزی سے بیان کیا اور اس کے بعد وہاں کہا، یہ ایسا اضافہ ہے جو نہایت ہی منکر ہے تو اس کے کلام میں فحش تناقض لازم آئے گا کیونکہ منکر ہونے اور کذب ہونے میں صبح کی طرح فرق ہے۔ رہی تشبیہ صحابی

کے ساتھ تو یہ ہر وجہ سے مساوات کا تقاضا نہیں کرتی تو یہ حدیث اس سے معارض نہیں ہو سکتی کہ اگر کسی نے تم میں سے اُحد کی مثل سونا خرچ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۱۴)

جیسے کہ اس کے شیخ ابن تیمیہ نے غلط خیال کیا۔ عنقریب اس کا زعم مذکور صفحہ ''۶۸'' پر ذکر کر کے اس کا رد کریں گے۔

اعتراض: صفحہ ''۵۳'' پر لکھا، عبد اللہ بن امام احمد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو سنا، حفص بن سلیمان ابو عمر قاری متروک الحدیث ہے۔

## جواب: راجح توثیق کا ہونا

یہ ان دو روایات میں سے غیر راجح روایت ہے جو امام احمد سے حفص مذکور کے بارے میں مروی ہیں۔ مخالف نے اسے اپنی خواہش کے موافق ہونے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا حالانکہ ان سے زیادہ راجح روایت اس کی توثیق ہے کہ وہ صالح الحدیث ہیں جیسے سید سمہودی کی ''خلاصة الوفاء'' میں ہے۔

حافظ زین الدین عراقی کے شاگرد علامہ بہاؤ الدین ''ابو الوفاء حلبی'' نے الکشف الحثیث عمن زمی یوضع الحدیث ''میں نقل کیا کہ امام وکیع نے حفص مذکور کے بارے میں کہا کہ یہ ثقہ ہے۔ انتہی۔ تمہارے لیے یہی بات کافی ہے۔

اعتراض: شیخ ابن عدی نے حفص سے ایسی احادیث نقل کیں جو منکر اور غیر محفوظ ہیں انہی میں یہ حدیث ہے جسے انہوں نے زیارت کے بارے میں نقل کیا۔

## جواب: راوی کا صالح اور ثقہ ہونا

اس کا منکر ہونا، اس سے استدلال کے سقوط کو مستلزم نہیں اور نہ ہی یہ پہلی حدیث کی تقویت کے منافی ہے اور نہ ہی یہ اُصول ہے کہ جو مناکیر روایت کرے اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا جبکہ اس حدیث میں یہ منفرد نہیں کیونکہ یہ بطریق اہلیہ لیث عائشہ بنت یونس سے مروی ہے جیسے امام سبکی نے اسے اپنی ''الشفاء'' میں واضح کیا اور سید سمہودی نے ''خلاصة الوفاء'' میں بطریق نعمان بن شبل بھی ذکر کیا جسے مخالف نے صفحہ ''۶۴'' پر ذکر کیا اور اس کے کلام وہاں بھی اور دیگر مقامات پر بھی رد کیا جائے گا اور آپ جان چکے ہیں حفص مذکور کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے راجح روایت یہ ہے کہ یہ صالح الحدیث ہے اور امام وکیع نے بھی انہی کے بارے میں کیا کہ یہ ثقہ ہے تو اس میں غفلت سے کام نہ لو۔

**اعتراض:** صفحہ ''۵۴'' پر ہے امام بیہقی نے ''کتاب السنن الکبیر'' میں حدیث حفص جو زیارت کے بارے میں، بیان کی اور فرمایا: اس میں حفص متفرد اور یہ ضعیف ہے۔

**جواب:** یہ بات مسلم نہیں وجہ پیچھے ابھی گزری اسی لیے سبکی نے اپنی ''الشفاء'' میں لکھا کہ امام بیہقی نے حفص کے بارے میں جو کہا کہ یہ اس بارے میں متفرد ہے۔ یہ ان کے مطالعہ کے مطابق ہے۔ انتہی۔

**اعتراض:** اسی طرح بیہقی نے ''السنن الکبیر'' اور ''شعب الایمان'' میں حفص کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ اس حدیث کی روایت میں متفرد ہیں۔

**جواب:** پیچھے تم جان چکے ہو کہ یہ بات محل نظر ہے اور اس کے بعد مخالف نے جو مبالغہ ذکر کیا وہ قبول نہیں وہ محض تکرار ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۵۷" پر لکھا۔ شیخ ابن عدی کہتے ہیں: لیث سے یہ حدیث حفص کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔

**جواب:** یعنی مذکور الفاظ میں، ورنہ پیچھے معلوم ہو گیا کہ لیث کی اہلیہ عائشہ بنت یونس مذکوران سے ان الفاظ میں اسے روایت کیا:

من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی

جس نے میری موت کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی وہ اس کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ (معجم الکبیر طبرانی: ۱۲-۴۰۶)

**اعتراض:** صفحہ "۶۰" پر لکھا، یہ اضافہ بہت زیادہ منکر ہے۔

**جواب:** منکر ہونا غیر کذب ہے جس کا اس اضافہ کے بارے میں صفحہ "۵۲" پر جزم کا اظہار کیا گیا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۶۳" پر لکھا، جواب یہ دیا جائے کہ یہ ایسی اسناد نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور نہ ایسی جس کی طرف رجوع کیا جائے بلکہ یہ سند مظلم و تاریک ہے۔

**جواب:** یہ دعویٰ حجت کے بغیر ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۶۴" پر لکھا، بعض حفاظ متاخرین نے کہا کہ ہمیں ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن بکار نے یہ روایت بیان کی۔

**جواب:** جو حدیث مخالف نے اس سند کے ساتھ بیان کی۔ یہ امام تقی الدین سبکی کی گفتگو میں چودھویں روایت ہے اور وہاں پر گفتگو یہاں گفتگو سے مستغنی کر دے گی۔

**اعتراض:** یہ جواب دیا جائے کہ یہ روایت بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں یہ ایسی حدیث ہے جو گھڑی گئی ہے اور ایسی روایت ہے جو بنائی گئی ہے اور اس کے ساتھ استدلال جائز نہیں اور نہ ہی اس پر اعتماد ان وجوہات سے درست ہے:

**پہلی وجہ:** یہ نعمان بن شبل کی روایت ہے اور موسیٰ بن ہارون الحمال نے ان پر اتہام کیا۔

**جواب:** یہ مردود مبالغہ ہے، نعمان بن شبل کا متہم ہونا اس کی خبر کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں اور نہ اس کے منکر ہونے کو جیسے محدثین نے اس کی تصریح کی اور ہم نے پہلے کچھ اس کا تذکرہ کیا۔

**اعتراض۔ دوسری وجہ:** اس کی سند میں محمد بن فضل بن عطیہ ہے جو کذاب ہے۔

**جواب:** یہ راوی اور ہیں

سید سمہودی نے ''وفاء الوفاء'' میں اس کا رد یوں کیا کہ محمد بن فضل جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ مدنی ہیں اور ابن عطیہ جس کو محدثین نے کاذب کہا وہ کوفی ہیں

ایک قول یہ ہے کہ وہ مروزی ہیں جو بخارہ میں مقیم تھے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ اس کے علاوہ ہیں۔

**اعتراض۔ تیسری وجہ:** اس کی سند میں جابر جعفی ہیں جو ثقہ نہیں۔

## جواب: جابر جعفی پر گفتگو

اس میں گفتگو اگرچہ کثیر ہے لیکن "تہذیب الکلام" میں ان کے حالات میں ہے کہ امام ابونعیم نے ثوری سے نقل کیا کہ جب وہ کہیں "جابر حدثنا او اخبرنا" (جابر نے ہمیں بیان کیا) تو یہ کافی ہے۔ امام ابن مہدی نے سفیان سے نقل کیا:

ما رأیت اورع فی الحدیث منہ — میں نے اس سے بڑھ کر حدیث میں صاحب تقویٰ نہیں دیکھا۔

شیخ ابن عطیہ نے شعبہ سے نقل کیا کہ جابر حدیث میں صدوق ہیں۔ امام یحییٰ بن ابی کثیر نے شعبہ سے نقل کیا جب جابر کہیں "حدثنا وسمعت" تو یہ تمام لوگوں میں زیادہ ثقہ ہونگے۔

حضرت وکیع کہتے ہیں: جب تمہیں کسی شے میں شک ہو تو جابر کے ثقہ ہونے میں شک نہ کرو۔ ہمیں ان سے حضرت مسعر، سفیان، شعبہ اور حفص بن صالح نے روایت کیا اور شیخ ابن عبدالحکم کہتے ہیں، میں نے امام شافعی سے سنا، سفیان ثوری نے شعبہ سے کہا اگر تم جابر جعفی پر کلام واعتراض کروگے تو میں ضرور تمہارے بارے میں کلام کروں گا۔

معلّٰی بن منصور کہتے ہیں: مجھے شیخ ابوعوانہ نے بتایا کہ سفیان اور شعبہ دونوں نے مجھے جابر جعفی سے منع کیا اور میں ان کے پاس گیا تو میں نے پوچھا تمہارے ہاں کوئی ہے تو انہوں نے کہا کہ شعبہ اور سفیان۔

گا اوران میں عمل کرنے والے کا اجر پچاس آدمیوں کی طرح ہوگا جنہوں نے اس کی مثل عمل کیا'' عرض کیا گیا، یارسول اللہ ﷺ یہ ہم میں سے پچاس آدمیوں کا اجر یا ان میں سے؟ فرمایا: بلکہ تم میں سے پچاس آدمیوں کا اجر۔ (سنن ترمذی: ۳۰۵۸)

اوراسی طرح اس حدیث میں ہے بلکہ تمہارے بعد ایسی قوم آئے گی کہ ان کے پاس دو تختیوں کے درمیان کتاب ہوگی، وہ اس کی تعلیمات پر عمل کریں گے:

اولئك اعظم منكم اجراً — اور وہ تم میں سے اجر زیادہ پانے والے ہونگے۔ (المعجم الکبیر طبرانی: ۴/۲۳)

امام احمد نے دارمی اور حاکم نے اسے روایت کیا اور اس سے حافظ ابن کثیر نے اوائل تفسیر میں استدلال کیا۔ امام نووی نے امالی میں اس کی سندیں ذکر کیں۔ حافظ سیوطی نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا کہ امام حاکم کے الفاظ یہ ہیں ''وہ معلق اوراق کو پائیں گے اوران میں تعلیمات پر عمل کریں گے:

فهولاء افضل اهل الايمان ايماناً — اور یہ اہل ایمان میں سے افضل عمل والے ہونگے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۱۱۴۷)

مخالف کے استدلال میں مذکورہ دعویٰ کہ نفس متن کا بُطلان باطل ہے جو اس کے غبی ہونے پر دلیل ہے جسے ہم نے پہلے اس کی طرف اشارہ کیا۔ باقی جو مخالف نے اپنے شیخ سے نقل کیا، اس کا اکثر حصہ ایسے اُمور غریبہ اور اقوال مخدوشہ پر مشتمل ہے جن کا رد پہلے کئی دفعہ گزرا ہے۔

اعتراض: مخالف نے صفحہ "٦٦" پر لکھا، قبر انور کی زیارت کو زندگی کی زیارت قرار دینا جیسے سبکی نے قیاس کیا ہے یہ ایسا قیاس ہے کہ پہلے علماء مسلمین میں سے کوئی ایسا قیاس نہیں لائے اور نہ ان میں سے کسی ایک نے زیارت قبر کو اللہ تعالیٰ کی خاطر زندہ محبت کیے گئے کی زندگی پر قیاس کیا۔ لہٰذا یہ سب سے بدتر قیاس ہے۔

**جواب: قیاس کا درست ہونا**

یہ کلام باطل ہے اور جو اس نے توجیہ کی یہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ اس کا عدم علم اس چیز کے عدم پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے فاسد ہونے پر۔ بہت سی چیزیں پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے چھوڑیں۔ یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے یہ نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے، اور فضل سراپا ہبہ ہے تو یہ قیاس صحیح ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ نے آپ کی ظاہری حیات میں ملاقات کا شرف پایا اور کثرت کے ساتھ آپ پر سلام عرض کیا اور آپ کی برکات کے انوار سے انہوں نے فیض پایا۔ اس میں کیا رکاوٹ ہے کہ ہم آپ کے دروازے پر جائیں اور آپ کی جناب میں توسل کریں اور آپ سے خطاب سے شرف پائیں۔ علاوہ ازیں یہ بات ثابت ہے جیسے آگے آرہا ہے کہ جس نے دور سے سلام ودرود پڑھا وہ آپ تک پہنچایا جاتا ہے اور جس نے قبر انور کے پاس پڑھا وہ آپ اسے بلا واسطہ سنتے ہیں تو آپ کی عظیم بارگاہ کی حاضری سے منع پر کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض: مخالف نے صفحہ "٦٨" پر لکھا۔ نفس متن باطل ہے کیونکہ جو اعمال اللہ تعالیٰ

اوراس کے رسول ﷺ نے فرض کیے ان کے بجالانے سے کوئی صحابی نہیں بن جاتا۔

**جواب:** اس پر صفحہ "٦٥" پر گفتگو ہو چکی ہے تو اب یہ محض مخالف کی عادت کے مطابق تکرار ہے۔

**اعتراض:** جس نے بھی ایسے شخص کی تشبیہ کسی شخص کے زیارت کرنے والے کے ساتھ دی جس نے زندگی میں اس سے ملاقات کی ہے اس کے عقل و دین میں فتور ہے

**جواب:** تشبیہ تمام وجوہ سے نہیں

ہاں! اگر وہ خیال کرے کہ یہ تشبیہ ہر لحاظ سے ہے جیسے کہ واضح ہے رہی بعض وجوہ سے جیسے آپ پر سلام، آپ کے لیے دعا، اور آپ کے لیے صلہ اور آپ کی بارگاہ میں حاضری ہو تو یہ صحیح ہے کیونکہ اس پر احادیث وارد ہیں جن کی "سعادة الدارین" وغیرہ میں تفصیل موجود ہے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "٦٩" پر لکھا کہ شیخ ابو الولید الباجی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور غیر میں فرق کیا گیا ہے۔ (الی آخرہ)

**جواب:** عنقریب اس پر گفتگو صفحہ "١٥١،١٥٢" کے حوالے سے آرہی ہے کیونکہ یہی مقام اس کے لیے زیادہ مناسب ہے جسے تم دیکھ لو گے۔

**اعتراض:** صفحہ "٧٠" پر لکھا، مدینہ شریف کا قبر نبوی ﷺ کی خاطر قصد ممنوع ہے جیسے امام مالک اور ان کے جمہور اصحاب نے اس پر تصریح کی ہے۔

**جواب:** ہم نے پیچھے ذکر کیا کہ یہ امام مالک اور ان کے اصحاب پر کذب ہے۔

سوائے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے ان سے روایت نہیں کیا لہذا ان سے صحیح صریح نقل کا مطالبہ کیا جائے۔ مالکیہ کی کتب اس کو جھوٹا قرار دیتی ہیں۔ امام مالک کے اصحاب اپنے امام کا یہ مذہب ہونے کا انکار کرتے ہیں اور یہ دیگر سے امام مالک کے مذہب کو خوب جانتے ہیں۔

**اعتراض:** اسی طرح دیگر صحابہ جو بیت المقدس میں تھے اور تمام اہل شام ان میں سے کسی بارے میں بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے حضرت خلیل علیہ السلام اور دیگر کی قبر کی طرف سفر کیا ہو جیسے کہ انہوں نے قبر انور کے لیے مدینہ شریف کا سفر نہیں کیا۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا حجت ہے اس نفی پر کوئی واضح دلیل لائی جائے اسی طرح کی بات اس کے بعد صفحہ کے جواب میں کہی جائے گی۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۷۱" پر لکھا کہ قبر انور کے پاس آپ کے گھر تک کسی کا پہنچنا ممکن نہیں۔ (الیٰ آخرہ)

**جواب:** اس پر گفتگو عنقریب آرہی ہے۔

**اعتراض:** پہلے وہ روایت گزری ہے جسے سعید ابن منصور نے سنن میں عبد العزیز دراوردی سے انہوں نے سہیل بن ابی سہیل سے کہ حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب آئے اور انہوں نے مجھے آواز دی تو پوچھا کہ میں تمہیں قبر انور کے پاس دیکھ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا، میں نے نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کیا تو فرمایا: "جب تم مسجد میں داخل ہوں تو نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجو" پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے گھر کو میلہ نہ بناؤ مجھ پر صلاۃ پڑھو کیونکہ تمہاری صلاۃ مجھے پہنچائی جاتی ہے''۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۔۵۷۷)

تم اور اندلس میں رہنے والے لوگ اس میں برابر ہو۔

## جواب: اصل زیارت کا انکار

یہ اصل زیارت سے منع پر دلیل نہیں بلکہ یہ غیر مشروع طریقہ پر زیارت کے لیے آنے کی ممانعت ہے۔ اس پر دلیل ان کا یہ جملہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہوں تو سلام عرض کرو (الیٰ آخرہ) تو ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حاضری مختصر قرار دیتے ہو نہ کہ طویل اور اس پر اہل علم کی جماعت ہے لیکن اکثریت کہتی ہے کہ وہاں تطویل ہی بہتر ہے اور بہتر اس میں فرق کرنا ہے تو ان لوگوں کے لیے جو دل میں رقت پائیں اور ادب کا خیال رکھیں وہ جتنی دیر چاہیں حاضری دیں اور جس کے دل میں ایسا نہ ہو اس کے لیے جلدی ہی بہتر ہے جیسے ''الجوهر المنظم'' میں ہے اور اس پر دلیل امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ انہوں نے بھی ایسی زیارت کرنے والے کو منع کیا جو حد سے متجاوز تھا۔ فرمایا: کیا میں اپنے والد گرامی سے حدیث سناؤں؟ پھر مذکورہ حدیث بیان کی اور ان کے پوتے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرنے آتے تو اس ستون کے پاس کھڑے ہوتے جو ''ریاض الجنة'' سے متصل ہے، سلام کہتے اور فرماتے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس ہے اور شیخ مطری سے پیچھے گزرا کہ یہ مسجد میں حجرہ شامل کرنے سے پہلے

اسلاف کی حاضری کی جگہ ہے۔ امام حسن بن حسن اور زین العابدین رضی اللہ عنہم نے جس کو منع کیا وہ قبر انور کے زیادہ قریب چلا گیا ہوگا جیسے اس کی طرف امام ابو یعلیٰ سے آنے والی روایت صفحہ "۱۰۹" میں اشارہ ہے تو انہوں نے اسے آگاہی دی کہ سلام غیب کا بھی پہنچ جاتا ہے یا انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص حاضری میں کثرت تکلف سے کام لیتا ہے تو یہ اس کے موافق ہوگا جو پیچھے امام مالک سے گزرا ہے اور حدیث میں ممانعت میں یہ احتمال ہے کہ یہ اُمت سے مشقت کا ازالہ ہو کیونکہ اس میں کمال رحمت پائی جاتی ہے۔ اس کی تائید اس جملہ حدیث "اور مجھ پر صلاۃ پڑھو جہاں بھی تم ہو" سے ہوتی ہے۔

تو اب یہ واضح ہو گیا کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے جو مخالف نے ذکر کیا یہ اس کے خیال کے مطابق نہیں اور اس مذکورہ حدیث پر تفصیلی گفتگو صفحہ "۱۵۲" پر آ رہی ہے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۹۲" پر لکھا، یہ معلوم ہے کہ محض آپ کی زیارت اگر اُمت کے لیے عبادت زائدہ ہوتی تو قبر انور کا دروازہ کھولا رہتا اور لوگ آپ کی قبر کے پاس اس عبادت کے فعل پر قدرت پاتے جبکہ لوگ آپ کی مسجد میں داخل ہونے پر قدرت پاتے ہیں۔

## جواب: قبر انور کا مشاہدہ

قبر انور کے مشاہدہ سے زیارت اگرچہ آج کے دور میں معدوم ہے لیکن یہ پہلے ممکن و مشروع تھی اگر کسی بادشاہ کے حکم سے یہ دیواریں اور اس عمارت کو ختم کیا جائے تو انسان بنو عدنان کے سربراہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تک پہنچ سکتا ہے۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح حسن کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے اماں جان! میرے لیے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین کے مزار کھولیں تو انہوں نے تین قبور میرے لیے کھولیں نہ وہ اُونچی تھیں نہ زمین سے ملی ہوئیں تھیں اور بطحاء کے سفید سنگریزے ان پر رکھے ہوئے تھے جیسے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں ہے۔

اگر آپ کی قبر انور کی زیارت آپ کے حق کی ادائیگی آپ کے حضور، شرف پانا اور آپ کا سلام دینے والے کا سلام سن کر خود سلام کا جواب دینا ہو تو یہی کافی ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ اس میں دنیا و دین کی سعادت ہے جو اس سے محروم رہا وہ بالیقین فضیلت عظمیٰ سے محروم ہے اور قبر انور کے پاس عبادت زائدہ کی عدم مشروعیت سے نفس زیارت کی عدم مشروعیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی باب حجرہ بند ہونے سے اس کی مشروعیت کی نفی ہوتی ہے کیونکہ یہ خوف تھا کہ آپ کی قبر انور کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کی قبر انور ظاہر رہتی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

وفاء الوفاء، میں ان الفاظ سے تحریر ہے، شیخ اقشہری ابوالمظفر رشید ابوالمظفر کاذرونی شارح مصابیح سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک علماء کی جماعت سے لوگوں کی نگاہوں سے قبر انور کے مخفی ہونے کا سبب پوچھا کہ ایسی دیوار بنادی گئی ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں تو بعض نے کہا کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فوت ہونے لگے تو انہوں نے حکم دیا کہ میرا جنازہ لے کر قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر کیا جائے پھر

اُٹھالیا جائے اور بقیع میں میری قبر بنائی جائے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آپ کی وصیت کو پورا کریں تو ایک گروہ نے یہ خیال کیا کہ کہیں انہیں حجرہ انور میں دفن کیا جائے تو انہوں نے اسے روکا اور ان سے قتال کیا اور جب عبد الملک وغیرہ کا دور آیا تو انہوں نے اسے بند اور پوشیدہ کر دیا۔ انتہیٰ۔

پھر مخالف کا یہ کہنا کہ یہ غیر مشروع اور غیر مقدور ہے، یہ تکرار کے ساتھ فحش غلطی ہے کیونکہ جب زیارت غیر ممکن ہے تو اس کے غیر مشروع ہونے کا کیا معنیٰ ہوا؟ شی کا شریعت میں مشروع اور عدم مشروع ہونا، اس کے امکان کی فرع ہے جیسے کہ ابو البقاء دمشقی حنفی نے اپنی کتاب ''آکام المرجان فی احکام الجان'' کے تیسویں باب میں یوں لکھا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ جنات اور انسان کے درمیان مناکحت جائز نہیں اور تابعین میں سے کسی کا اسے مکروہ قرار دینا اس کے امکان پر دلیل ہے کیونکہ غیر ممکن پر شرعاً جواز اور عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ انتہیٰ۔

اعتراض: صفحہ ''۳۷'' پر لکھا، لوگوں کے لیے آپ پر ہر جگہ صلاۃ وسلام مشروع ہے اور یہ کہ وہ آپ کے گھر کو میلہ اور سجدہ گاہ نہ بنائیں اور انہیں آپ نے اس سے منع کیا ہے کہ وہ آپ کے پاس داخل ہو کر زیارت کریں جیسے قبور کی زیارت کی جاتی ہے اور یہ ان کی اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی توحید کے کمال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و تعظیم میں کمال ایمان ہے۔

## جواب: واضح جھوٹ ہے

اس کا یہ دعویٰ کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس داخل ہو کر زیارت سے منع کیا جیسے کہ دیگر قبور کی زیارت کی جاتی ہے یہ اس کے خرافات اور واضح جھوٹ ہیں جو قابل تسلیم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ''لا تزوروا قبری'' (میری قبر انور کی زیارت نہ کرو) بلکہ اگر ایسا وارد بھی ہوتا تو اس کی تاویل ضروری ہوتی کیونکہ پیچھے آپ کی زیارت انور کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع گزرا اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہے اور اس کا دیگر ظنیات سے تعارض نہیں ہو سکتا تو اس کی تاویل ضروری ہو گی کیونکہ وہ ظنی ہے تا کہ وہ قطعی کے موافق ہو جائے اور حدیث نبوی ﷺ ''میرے گھر کو عید گاہ نہ بناؤ'' کی مخالف کے غلط خیال کے مطابق عدم مشروعیت زیارت پر دلالت نہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے زیارت بلکہ اس کی کثرت پر شوق دلایا گیا ہو جیسے عنقریب آ رہا ہے یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نہی ہو تو اسے حالت مخصوصہ پر محمول کیا جائے گا کہ اسے عید کی طرح نہ بناؤ مثلاً وہاں ہی ٹھہر جانا، اظہار زینت اور لعب و ناچ اور ایسی چیزیں کرنا جو عیدوں کے موقع پر جمع ہوتی ہیں بلکہ تم صرف زیارت اور سلام و دعا کے لیے آؤ اور پھر لوٹ جاؤ تو اس میں کسی طرح بھی مخالف کے لیے دلیل نہیں اور اس کا یہ خیال کہ منع زیارت، کمال توحید اور رسول پر کمال ایمان کا موجب ہے۔ (الخ)۔۔ تخیل باطل ہے جو اس کے غبی ہونے اور اس کے فتنہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو قابل اعتراض ہے وہ یہ کہ قبور کو سجدہ گاہ بنایا جائے، ان کی طرف نماز یا ان

کے اندر یا ان کے اُوپر پڑھی جائے اور ان میں تصاویر کی نمائش کی جائے جیسے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، بخلاف زیارت اور سلام ودعا کے وہ جائز ہے جیسے ہم نے اُوپر بیان کیا ہر عقلمند آدمی ان دونوں کے درمیان فرق جانتا ہے اور وہ ثابت کرتا ہے جب کوئی دوسری نوع زیارت کو مبارک شریعت کے مطابق کرے تو اس سے کوئی ممنوع چیز لازم نہیں آتی۔

## دواُمور کا ضروری ہونا

یہاں دواُمور کا ہونا ضروری ہے:

**پہلی چیز:** نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور آپ کو تمام مخلوق سے بلند مرتبہ دینا ضروری ہے۔

**دوسری چیز:** ربوبیت کا یکتا ہونا اور یہ اعتقاد کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں تمام مخلوق سے جدا ہے جو مخلوق میں باری تعالیٰ کی کسی شے میں بھی شرکت مانتا ہے اس نے شرک کیا جس نے آپ ﷺ کے مرتبہ میں کمی کی وہ عاصی یا کافر ہے اور جس نے آپ ﷺ کی انواع تعظیم سے عزت کی اور وہاں تک نہیں پہنچایا جو باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اس نے حق پایا اور جانب ربوبیت ورسالت دونوں کی محافظت کی یہی ایسا قول ہے جس میں نہ افراط ہے نہ کوئی تفریط۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۷۵" پر لکھا اور دیگر دلائل جو واضح کرتے ہیں کہ قبور کا ارادہ کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے مخالف اور آپ کی شریعت وسنت سے نکلنے والے ہیں۔۔۔۔(الخ)

**جواب:** بات ایسے نہیں وہ تمام احادیث جن کا ذکر مخالف نے کیا ان میں سے کوئی بھی اس کے زعم باطل پر دلیل نہیں جیسے کہ ہم پیچھے تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ صفحہ ''۴، ۸، ۵۱'' پر گفتگو گزر چکی ہے تو یہاں اسے لوٹا نہیں رہے اور ہم نے اس پر بڑی تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں کر دی جو تفصیل چاہتا ہے اس کا مطالعہ کرے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۷۷'' پر اس پانچویں حدیث ''جس نے بیت اللہ کا حج کیا لیکن میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی'' (الکامل لابن عدی: ۷۔۱۴) کے تحت لکھا، یہ حدیث مذکور بہت ہی منکر حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ مکذوبات اور موضوعات میں سے ہے۔ یہ امام مالک کے حوالے سے جھوٹ گھڑا گیا ہے انہوں نے اسے ہرگز بیان نہیں کیا غرائب، مناکیر اور موضوعات کو جمع کرنے والوں نے ہی اسے روایت کیا۔

**جواب: حدیث موضوع نہیں**

غرض تسلیم اس کا منکر ہونا، اس کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے اگر یہ حسن نہ ہو جیسے عنقریب آئے گا اور اس کا یہ کہنا کہ اسے انہوں نے ہی روایت کیا جو غرائب کو جمع کرتے ہیں ۔۔۔ (الخ) یہ بھی اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ بہت سی احادیث ایسے لوگوں نے جمع کیں ان کو کسی نے موضوع قرار نہیں دیا اور نہ ہی ان سے استدلال کو ساقط کیا۔ اس کا یہ دعویٰ کہ یہ امام مالک پر جھوٹ ہے اس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں محض راویوں پر جرح اس کے

مذکور دعوؤں کو ثابت نہیں کر سکتی جیسے اپنے محل پر یہ چیز ثابت ہے اور کچھ اس میں سے آگے آبھی رہا ہے۔

اعتراض: شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کر کے درست کیا

جواب: ابن جوزی کی زیادتی

یہ بھی محض دعویٰ ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کر کے غلط کیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں انہوں نے بہت ساری صحیح و حسن احادیث کو موضوعات میں ذکر کیا۔ ان کی زیادتی یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث اور مسند احمد کی احادیث کو موضوعات اور مکذوب قرار دیا جیسے اس پر امام سیوطی وغیرہ نے تصریح کی۔ سید مرتضی زبیدی نے ''شرح الاحیاء'' میں اس حدیث کے تحت لکھا ''میں کہتا ہوں کہ اسے امام دیلمی نے اور حافظ عبدالواحد تمیمی نے ''جواھر الکلام فی الحکم والاحکام من کلام سید الانام'' میں بھی روایت کیا۔ حافظ سیوطی نے ابن جوزی پر اسے موضوعات میں ذکر کرنے کا رد کیا اور کہا کہ ابن جوزی نے اس بارے میں درست نہیں کیا۔

علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' میں کہا: ''شیخ ابن عدی نے اس حدیث کو قابل استدلال سند سے ذکر کیا لیکن ابن جوزی نے اسے ''الموضوعات'' میں ذکر کیا جو ان کی غلطی ہے زیادہ سے زیادہ یہ روایت غریب ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ''خلاصۃ الوفاء'' میں ہے۔ علامہ ملا علی قاری ''شرح لباب المناسک'' میں لکھتے ہیں:

''اسے امام ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا'' اور یہی تمہارے لیے کافی ہے۔

**اعتراض:** اس حدیث کو محمد بن نعمان پر محمول کیا جائے نہ کہ اس کے جد پر جیسے کہ دار قطنی نے ابو حاتم بن حبان البستی کی کتاب ''المحرومین'' کے حواشی میں لکھا۔

**جواب:** محمد بن نعمان پر طعن جس کا ذکر دار قطنی نے حواشی میں کیا۔ یہ اس کے موضوع ہونے پر دلیل نہیں۔ اسی طرح ان کی گفتگو ''احادیث مالك الغرائب'' (جو کہ موطا میں نہیں) بعد اس کے کہ اس میں طریق مذکور سے نقل کیا کہ یہ شیخ اس میں متفرد اور یہ منکر ہے۔ یہ اس کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ کسی روای کا وضاع ہونا یہ بھی اسے مستلزم نہیں کہ اس کی تمام روایات مکذوب ٹھہریں۔ محض راویوں کی جرح کی وجہ سے حدیث کو موضوع قرار دینا یہ ابن جوزی کی عادت ہے اور اہل علم نے اسے ان کی زیادتیوں میں قرار دیا ہے اس میں ان کی تقلید نہ کی جائے۔

## جلدی حکم لگانے والے محدثین

کتاب الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، از علامہ عبدالحی لکنوی میں ہے کہ محدثین کی ایک جماعت ہے جو راویوں پر جرح کی وجہ سے جرح حدیث کے بارے میں تعصب برتتے ہیں تو وہ جلدی وجود طعن کی وجہ سے حدیث کو موضوع یا ضعیف قرار دے دیتے ہیں اگرچہ اس کے راوی میں تھوڑا طعن ہو یا وہ کسی دوسرے کے مخالف ہو۔ ان میں سے ابن جوزی، عمر بن بدر موصلی رضا صغانی لغوی، جوزقانی شیخ ابن تیمیہ حرانی، مجد الدین لغوی وغیرہ، بہت سی احادیث قوی ہیں جن میں انہوں

نے قوت جرح کی وجہ سے ضعیف کہا تو عالم پر لازم ہے کہ وہ احکام کی تحقیق کے بغیر ان کے اقوال قبول نہ کرے اور جس نے بلا تنقید ان کی تقلید کر لی وہ گمراہ ہو گیا اور اس نے عوام کو فساد میں مبتلا کیا۔

پھر لکھا کہ میں نے ان کے احوال کی تفصیل ''الاجوبة الفاضلة'' میں کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اُصول حدیث کی مباحث میں تحقیق حق کے لیے وہ کافی ہے۔

پھر حواشی ''تحفة اطلبتة علی رسالة مسح الرقبة'' میں لکھا کہ کچھ محدثین ایسے ہیں جو احادیث کو موضوع، ضعیف و باطل قرار دینے میں مبالغہ اور زیادتی سے کام لیتے ہیں، ان میں ابن جوزی، ابن تیمیہ حنبلی، جوزقانی، صنعانی وغیرہ ہیں پھر حافظ سخاوی اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور دیگر اہل علم کی اس پر بطور شہادت تصریحات ذکر کیں۔ پھر لکھا، اس متشدد اور متساہل طائفہ کے حدیث کو موضوع، باطل اور ضعیف قرار دینے کو جلدی قبول نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی ان کے صدق پر یقین کیا جائے جب تک آئمہ نقاد اور دیگر کبار آئمہ متقدمین کی موافقت نہ ہو، اس بحث کو اچھی طرح محفوظ کیجیے۔ جو تمہیں کثیر مقامات پر فائدہ دے گی۔

میں نے اس مقصد پر گفتگو زیارت قبر نبوی ﷺ کی بحث پر مشتمل تین رسائل میں کی ہے ''الکلام المبرم فی نقض القول المحکم۔ الکلام المبرور فی رد القول المنصور، السعی المشکور فی رد المذهب المأثور'' میں نے یہ تینوں

رسائل اس کے رد میں لکھے جس نے حج کیا لیکن قبر نبوی ﷺ کی زیارت نہ کی اور اس کے حرام اور عدم مباح ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ انتہیٰ

یہ تینوں رسائل اُردو میں ہیں عربی میں نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم پر یوں احسان کرے کہ کوئی ہمارے لیے ان کا ترجمہ عربی میں کر دے تاکہ ان کا فائدہ عرب وعجم کو ہو اس کی مراد اس شخص سے ہے جس نے حج کیا اور قبر نبوی ﷺ کی زیارت نہ کی۔ محمد صدیق خان جو حسن قنوجی بھوپالی کی اولاد ہے جو لفظ نواب سے مشہور ہے اور قریب ہی دور میں وہ فوت ہوا وہ ضال اور مضل تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے ساتھ معاملہ فرمائے اور اس کے عقیدے والوں سے پناہ دے۔ آمین

نوٹ: ہماری معلومات کے مطابق مولانا عبدالحی لکھنوی نے یہ تینوں رسائل مولوی بشیر سہوانی کے رد میں لکھے تھے۔ اور ان کے رسائل کا مجموعہ بھی دستیاب ہے۔

(قادری غفرلہ)

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۸۷" پر لکھا کہ نعمان بن شبل نے اس حدیث کی روایت محمد بن فضل بن عطیہ سے کی جو کذب اور وضع حدیث میں مشہور ہے۔

**جواب: راوی دوسرا ہے**

پیچھے گزر چکا کہ یہ بات مردود ہے کیونکہ محمد بن فضل جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس ابن عطیہ کے علاوہ ہیں جو کذب میں مشہور ہیں کیونکہ یہ کوفی یا مروزی جبکہ دوسرا مدنی ہے اس میں غفلت کا شکار نہ ہوں۔

اعتراض: کسی معتمد امام نے اس کی توثیق نہیں کی۔

جواب: بات ایسے نہیں کیونکہ پیچھے اسے امام ابن عدی قابل اعتماد نے ثقہ قرار دیا۔

اعتراض: نسخہ مالک از نافع از ابن عمر محفوظ و مشہور ہے جسے ان کے شاگردوں نے نقل کیا خواہ وہ موطا کے راوی ہیں یا نہیں بلکہ اسے امام مالک نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی اس کے طرق کو انہوں نے سنا۔

## جواب: امام مالک سے روایت کا ثبوت

یہ محض سینہ زوری ہے جس کا اس کے بعد کوئی فائدہ نہیں کہ امام دار قطنی نے مذکورہ حدیث کو ''احادیث مالك الغرائب'' میں مذکورہ سند کے ساتھ نقل کیا جیسے گزرا اور سید مرتضی نے ''شرح الاحیاء'' میں حافظ عراقی سے نقل کیا کہ خطیب نے بھی اسے مالک کے راویوں سے حدیث ابن عمر سے نقل کیا اور یہی تمہارے لیے کافی ہے۔

اعتراض: اگر یہ ان کی حدیث ہوتی تو ان سے ان کے بعض شاگرد ضرور روایت کرتے۔

## جواب: حدیث کا پہنچنا ضروری نہیں

یہ بات مردود ہے کیونکہ روایت احادیث میں یہ نقصان دہ چیز نہیں کہ ان میں سے بعض کثیر راویوں تک نہ پہنچے اور نہ ہی ان کے لیے یہ لازم ہے جیسے ان کے نزدیک یہ جرح بھی نہیں جو نہایت واضح ہے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۳۹" پر لکھا کہ سبکی نے عمران بن موسیٰ سے نقل کیا کہ انہوں نے نعمان بن شبل کو ثقہ کہا۔ یہ صحیح نہیں۔

**جواب:** اس میں ابن عدی کا قول کافی ہے بعد اس کے کہ نعمان مذکور کی احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ احادیث نافع از ابن عمر ہیں جنہیں نعمان بن شبل نے مالک سے روایت کیا اور میں نہیں جانتا کہ ان کو مالک سے نعمان بن شبل کے علاوہ کسی نے سے روایت کیا اور میں نے اس کی حدیث میں کوئی حدیث غریب نہیں پائی کہ وہ حد سے گزر جائے تو میں نے ان کا تذکرہ کیا۔ ابن عدی نے اس پر سکوت کیا، اس پر جو عمران بن موسیٰ زجاجی سے نعمان کے حالات کی ابتدا میں حکایت کیا کہ وہ ثقہ ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی کی "لسان المیزان" میں ہے چاہو تو اس کا مطالعہ کرلو۔

**اعتراض:** یہ معلوم ہے کہ جمال کی مراد تہمت کذب ہے۔

**جواب: تہمت کا مفسر ہونا**

یہ عجیب مغالطہ ہے یہ کہاں سے معلوم ہوگیا؟ دلیل اس بارے میں کونسی ہے؟ کیا آپ نے ان کا دل پھاڑ لیا کہ معلوم ہوگیا کہ ان کی مراد وہی ہے جو مخالف نے ذکر کی یا مخالف نے غیب پر اطلاع پالی۔ ہاں! ممکن ہے کہ یہ اس کتاب میں اس کے کشف ذوقی میں سے ہو کہ اس نے کذب کا دعویٰ کیا یہی مفسر ہے اور حق یہ ہے کہ یہ تہمت مفسر نہیں تو اس پر ثقہ قرار دینے والوں کی توثیق کو تقدیم حاصل ہوگی جیسے امام تقی الدین سبکی وغیرہ نے اس کا ذکر کیا۔

امام بزدوی کی ''کشف الاصول'' میں ثابت ہے کہ آئمہ حدیث کے مجمل ومبہم طعن کو قبول نہ کیا جائے مثلاً کوئی کہے یہ حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے یا فلاں متروک الحدیث یا ذاھب الحدیث یا مجروح یا عادل نہیں اس کے بغیر کہ وہ سبب طعن ذکر کرے اور یہی قول عام محدثین وفقہاء کا مذہب ہے۔

اعتراض: مخالف نے صفحہ ''۸۰'' پر لکھا، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نعمان بن شبل کو کسی معتمد ایسے امام نے ثقہ قرار دیا جس کی توثیق پر اعتماد اور اس کی تعدیل کی طرف رجوع کیا جائے تو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان سے زیارت کے بارے میں روایت کو قبول اور اس کے قوی ہونے کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس میں اعتراض دوسرے پر ہے اور اس میں طعن محمد بن محمد بن نعمان پر ہے (الیٰ آخرہ)

جواب: اس راوی پر طعن اس کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں اگر محمد بن نعمان کا ضعف بطریق صحیح یا نعمان کا کذب ثابت ہو جائے کسی ایسے امام سے جو جرح میں معتمد اور مفید ہے کہ وہ قابل استدلال نہیں اور نہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے تو اس حدیث کا اس سند سے بطور اعتبار لانا ساقط ہوگا جبکہ اس کا مکذوب ہونا پھر بھی ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ مطلقاً محل اعتبار سے خارج ہوگی۔

اعتراض: اس حدیث پر گفتگو کے آخر میں سبکی کا یہ قول عجیب ہے کہ ہم پر ضروری ہے کہ دار قطنی کے کلام کو قبول اور امام ابن جوزی کے قول کو رد کریں۔

## جواب: ابن جوزی کا رد

یہ اس مخالف کی عجیب بات ہے کیونکہ امام سبکی نے دار قطنی کا یہ کلام نقل کیا ہے کہ یہ منکر ہے اور یہ شخص اس میں متفرد ہے اور سبکی نے لکھا کہ ظاہر یہی ہے کہ امام دار قطنی کا اسے منکر قرار دینا اس کے تفرد اور سند مذکور کے حوالہ سے عدم قبولیت ہے لیکن اس کے منکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ متن منکر ہو اور نہ ہی اس کا موضوع ہونا لازم آتا ہے اس پر انہوں نے دار قطنی کے قول کی قبولیت اور ابن جوزی کی تردید کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس پر غبار نہیں کیونکہ حدیث کا منکر ہونا یا روایت حدیث میں راوی کا متفرد یا مطعون ہونا۔ یہ اس کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ابن جوزی کے کلام کو رد کیا جائے۔ تو اب سبکی نے جو حکم لگایا ہے وہ کلام دار قطنی کے بغیر درست نہیں ہوگا۔

**اعتراض:** فرض کر لیا جائے کہ یہ روایت صحیح اور حدیث مقبول ہے تو اس میں صرف زیارت شرعیہ پر ہی حجت ہوگی اور ہم نے یہ کئی دفعہ ذکر کر دیا ہے کہ شیخ الاسلام زیارت شرعیہ کا انکار نہیں کرتے۔

## جواب: زیارت پر قدرت ہی نہیں

یہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعیہ پر حجت ہے لیکن شیخ الاسلام اسے جائز نہیں مانتے بلکہ وہ اسے غیر مقدور بناتے ہیں جیسے گزرا اور کچھ اس کے زعم کے خلاف آئے گا جو اس کی مدد کرنے والا ہے اور جو اس مخالف سے شیخ الاسلام سے یہاں طویل گفتگو

نقل کی اس کا رد کئی بار پیچھے آچکا ہے میں دوبارہ اسے لوٹانا نہیں چاہتا، میں بار بار اس کے رد سے تھک چکا ہوں۔

اعتراض: مخالف کا صفحہ "۸۳" پر یہ لکھنا، ایک قول یہ ہے کہ اس میں قصر نہیں جو سفر زیارت قبور کے لیے ہو۔

جواب: اس قول کو شیخ موفق الدین بن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب "المغنی" میں شیخ ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا اور اس پر استدلال حدیث "لاتشد الرحال" سے ذکر کیا اور پھر اس پر لکھا۔ صحیح بات اس کے مخالف ہے کیونکہ آپ مدینہ پاک سے پیدل اور سواری پر قباء تشریف لاتے آپ نے قبور کی زیارت کی اور ان کی زیارت کا حکم دیا اور حدیث "لا تشد الرحال" فضیلت پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر۔

شیخ سبکی کہتے ہیں: میں نے ابن قدامہ کی گفتگو دیکھی ہے لیکن ابن عقیل کی گفتگو نہیں پڑھی۔ علامہ محقق ابن حجر "الجوهر المنظم" میں لکھتے ہیں: ابن عقیل کی گفتگو ضعیف ہونے کے باوجود اس صورت میں ہے جب آپ کی زیارت کے ساتھ اس جگہ کا قصد کیا جائے اور یہ ہمارے کلام کے منافی نہیں کیونکہ گفتگو محض میت کے قصد میں ہے اور جس میں بالکل اس جگہ کا قصد نہیں ہے۔ اگر بالفرض شیخ ابن عقیل کے کلام میں ہمارے نبی ﷺ کی زیارت کو شامل مانا جائے تو اس بارے میں موجود دلائل کے تقاضا کی وجہ سے اسے غیر پر محمول کرنا ضروری ہے اگر آپ فرض کریں کہ وہ اس کا

اعتبار نہیں کرتے تو ہم انہیں ابن تیمیہ کے ساتھ متصل کریں گے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ یہ چیز ان سے ثابت نہیں، یہ نہ اعتراض کیا جائے کہ جگہ کا قصد نہی کے تحت داخل ہے اور زیارت کے لیے بقعہ کا قصد ضروری ہے کیونکہ سلام و دعا دور سے بھی حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ بقعہ کا قصد جب اس پر مشتمل ہے تو یہ ممنوع نہیں ہوگا کیونکہ ممنوع اس کا بعینہ قصد یا برائے اس چیز کی تعظیم جس پر شریعت شاہد نہ ہو۔ علاوہ ازیں زیارت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بقعہ کو اس پر اُبھارنے والے قصد میں دخل ہو اور وہ قصد زیارت کا حصول کے لیے دور کا سفر ممنوع ہو کیا تم نے وہ روایت نہیں پڑھی جو متعدد طرق سے ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے تو عرض کیا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اہل بقیع کے پاس جائیں اور ان کے لیے استغفار کریں تو آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی رات بقیع کی طرف نکلے وہاں طویل قیام کیا، پھر تین دفعہ ہاتھ اُٹھاتے۔ (مسلم ۲: ۶۷۰)

یہ حدیث مشہور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم دی کہ اہل قبور کی زیارت کے وقت یہ پڑھا جائے جیسے مسلم نے روایت کیا۔ اس میں غور کیجیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بقیع کی طرف کیسے نکلے کہ اہل بقیع کے لیے طلب مغفرت کریں اور آپ نے غیبت پر ہی اکتفا نہ کیا جبکہ آپ غیبت پر اکتفا کرتے تو انہیں نفع اور فائدہ ہوتا تو آپ نے یہ تعلیم دی کہ آپ پر سلام دور سے اگرچہ آپ تک

پہنچ جاتا ہے لیکن اس میں وہ فضائل اور فوائد نہیں جن کا بیان آنے والا ہے کہ جو سلام میں قریب سے ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبر کے پاس اس لیے حاضری ہے تا کہ اس میں مدفون کی زیارت اور اس کے لیے دعا کی جائے مطلوب ہے اور یہ مقامات کا قصد نہیں ہوتا نہ ہی کوئی حدیث اس کے امتناع پر دلالت کرتی ہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی کا قول ہے جیسے پیچھے گزرا۔ آپ کا سیدہ عائشہ کو تعلیم دینا۔ یہ خواتین کے لیے زیارت قبور کی مشروعیت پر سب سے بڑی دلیل ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ جو اپنے مقام پر مشہور ہیں تو یہ خواتین کی زیارت قبور پر لعنت کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس صورت میں ہے جب ان کے زیادہ نوحہ کرنے یا ان پر فتنہ کا خوف ہو۔

**اعتراض:** جن لوگوں نے ہمارے نبی کا استثناء کیا انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی کہ یہ سفر آپ کی مسجد کی طرف ہے۔

**جواب:** متعدد مرتبہ پیچھے گزر چکا ہے یہ ان پر افترا ہے نہ ان پر شریعت کی گواہی ہے اور نہ ہی لغت وعرف کی اس سے اس کی غلطی واضح ہوتی ہے۔ عنقریب اس کے حال میں خبط ثابت ہوگا کہ درست یہ ہے کہ سفر آپ کی قبر انور کی طرف مستثنٰی ہے کیونکہ یہ سفر آپ کی مسجد کی طرف ہے۔ (الٰی آخرہ)

**اعتراض:** صفحہ "۸۴" پر یہ لکھا کہ کچھ لوگ جو اس کا تصور نہیں کرتے کہ زیارت ممکن اور مشروع کیسے ہے حتی کہ وہ مسجد اور حجرہ دیکھیں، بلکہ وہ جب زیارت قبر انور کے الفاظ سنتے ہیں تو یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اس طرح کی معروف زیارت ہے جو

زیارت قبور میں کی جاتی ہے کہ بندہ قبر تک پہنچے اور اس کے پاس بیٹھے اور وہی کرے جو زیارت شرعی میں کیا جاتا ہے یا بدعی میں جب وہ مسجد نبوی ﷺ اور حجرہ انور کو دیکھے گا تو اس پر آشکار ہو جائے کہ آپ کی قبر کے پاس زیارت کا راستہ ہی نہیں جیسے دیگر قبور کی زیارت معروف کی جاتی ہے۔

## جواب: مشاہدہ قبر ضروری نہیں

اس سے مطلقا زیارت قبر انور کی مشروعیت کا عدم لازم نہیں آتا اور اس میں مشاہدہ قبر کی شرط و قید معتبر نہیں اگر یہ قید ہو تو بعض زمانوں میں اس کے معدوم ہونے سے عدم امکان لازم نہیں آتا اور نہ ہی عدم مشروعیت جیسے کہ مخالف کا غلط خیال ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۸۵" پر دار قطنی کی "العلل" کی اس حدیث کی بحث میں لکھا:

"جس نے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی اس کے لیے میں شفیع اور گواہ بنوں گا"

(مسند احمد: ۲۔ ۴۷)

اس کا جواب یوں ہے یکہ اس حدیث میں مذکور الفاظ غلط ہیں جو امام نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیے۔

**جواب:** اس میں یہ محل نظر ہے جیسے "خلاصۃ الوفاء" میں ہے اور علامہ محقق ابن حجر نے "الجوهر المنظم" میں لکھا، اس حدیث کے راویوں میں سے ایک میں اختلاف ہے اور اسے درست قرار دیا گیا۔ کہ یہ سفیان بن موسیٰ ہے جسے امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور ان لوگوں کا رد کیا جنہوں نے اس کے راوی کو غلط قرار دیا

بایں طور کہ معروف یہ ہے: ''تم میں سے جو طاقت رکھتا ہے وہ شہر مدینہ میں فوت ہو وہ ایسا کرے'' اس سے اس کا ساقط ہونا ثابت ہو گیا جو اس مقام پر مخالف نے طویل گفتگو کی اور اس سے اس کا یہ قول بھی باطل ہو گیا کہ لفظ زیارت اس میں محفوظ نہیں۔

اعتراض: اگر یہ لفظ محفوظ ہے تو یہ محل نزاع پر حجت نہیں۔

## جواب: لفظ زارنی حجت ہے

یہ باطل جملہ ہے کیونکہ لفظ ''زارنی'' مقام شرط پر ہے جو عموم پر دلیل ہے اس سے بلانزاع حجت قائم ہو گئی۔

اعتراض: صفحہ ''۹۴'' پر لکھا، ابھی میں نے کچھ آئمہ کی گفتگو حکم مرسل کے بارے میں ذکر کی۔

## جواب: جمہور کے ہاں مرسل کا حکم

یہاں مخالف کی طویل گفتگو تمہیں ہولنا کی میں نہ ڈالے کیونکہ مرسل جمہور کے ہاں حجت ہے جیسے علامہ قاری نے ''تذکرۃ الموضوعات'' اور دیگر اہل علم نے لکھا اور سواد اعظم کی اتباع کا حکم صحیح ثابت ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۱۰۸'' پر آٹھویں حدیث کے تحت لکھا، ''جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔ (سنن دار قطنی: ۲۔۲۷۸)

اور آپ کی قبر کے پاس حجرہ میں داخل ہو کر سلام کہنا یہ مشروع تھا جب لوگ وہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہو سکتے۔

## جواب: امکان تا قیامت

اس کا امکان روز قیامت تک باقی ہے اور اس کا عدم اس کے استحالہ کو مستلزم نہیں کہ اس پر عدم مشروعیت کو متفرع کیا جائے۔ حجرہ نبویہ کے دروازے کا بند ہونا اور لوگوں کی نگاہوں سے قبر انور کا مخفی ہونا، اس تعمیر کے بعد ہے جو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بعد ہوئی جیسے تاریخ کی کتب میں موجود ہے۔ ہمارے مخالف نے بھی صفحہ "۱۳۸" پر اس کا اعتراف کیا اور یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر یہ نیا حکم آپ کی مذکورہ شریعت کے لیے ختم کرنے والا ہو جبکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ و تخصیص کا وجود لازم آئے گا اور اس کا باطل ہونا مخفی نہیں اور اس مقام کی کچھ تفصیل صفحہ "۲۶۱" پر گفتگو کرتے ہوئے آئے گی۔

**اعتراض:** سلام اور صلوٰۃ کو حجرہ کے پاس جگہ کے ساتھ مخصوص کرنا یہ محل نزاع ہے اور اہل علم کے اس بارے میں تین اقوال ہیں: مخالف نے صفحہ "۱۰۹" پر لکھا، مقصود اس چیز کی معرفت ہے جو سلف سے دخول مسجد اور قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام منقول ہے۔ مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ ہمیں زید بن حباب، انہیں جعفر بن ابراہیم جو ذوالجناحین کے بیٹے ہیں انہیں علی بن علی نے اپنے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے ایک شخص کو سوراخ کی طرف دیکھا جو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اس سے وہ داخل ہو کر دعا کر رہا تھا تو آپ نے اسے منع کیا اور کہا کیا میں تمہیں وہ حدیث بیان کروں جو میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے رسول اللہ

ﷺ سے روایت کی کہ میری قبر انور کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔۔۔ (الخ)

## جواب: فرامین اہل بیت کی خوبصورت توجیہ

یہ کسی طرح بھی آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس سلام کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا ہاں یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے جب اس شخص کو کھڑکی کے ذریعے قبر انور کے زیادہ قریب ہونے میں مبالغہ کرتے ہوئے دیکھا جو ادب مشروع کے لائق نہیں تو آپ نے اسے منع کیا اور یہ بتانا چاہا کہ سلام آپ کو غیبت کی صورت میں بھی پہنچ جاتا ہے۔

امام نووی نے ''الایضاح'' میں لکھا، درست بات جس پر علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زیارت کرنے والے کے لیے ادب یہ ہے کہ وہ آپ سے دور رہے جیسے وہ آپ کی ظاہری حیات میں اگر حاضر ہوتا تو وہ آپ سے دور رہتا۔ اس کی تائید ہمارے آئمہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ میت کی زیارت کرنے والا شخص قریب ہو سکتا ہے جیسے وہ اس کی ظاہری حیات میں اس کے قریب تھا۔

یا ممکن ہے کہ انہوں نے اس شخص کو زیارت میں حد سے بڑھتے ہوئے پایا کہ وہ اس طریقہ پر حاضر ہوا جو مشروع نہ تھا اس پر اسے بھی محمول کیا جائے گا جو امام حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے کیونکہ انہوں نے کہا جب تم مسجد میں داخل ہوں تو آپ ﷺ پر سلام کرو جیسے کہ اس کی تفصیل پیچھے گزری تو اہل بیت رضی اللہ عنہم یا کسی سلف یا کسی خلف جس پر اعتماد اور ان کی اقتدا کی جاتی ہے۔ یہ بات کیسے خیال کی جا

سکتی ہے کہ وہ اس سے منع کرے۔ پیچھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے گزرا کہ انہوں نے اپنے دادا علی بن حسین سے بیان کیا ''جب وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام کے لیے آتے تو ستون کے پاس کھڑے ہوتے پھر فرماتے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کا سر اقدس ہے''۔

اہم نوٹ: امام سمنودی نے اہل بیت نبوی ﷺ کے فرامین کے بارے میں واضح کیا ہے کہ یہ عدم زیارت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ یہ زیارت کے عدم مشروع طریقہ پر تنبیہ واطلاع ہے کیونکہ اس روایت میں یہ موجود ہے کہ وہ شخص کھڑکی سے بڑے تکلف سے داخل ہو کر قریب مزار حاضری دیتا تو ان بزرگوں نے واضح کیا کہ ایسے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تم جہاں بھی کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو صلاۃ وسلام عرض کرو گے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں ''وہ شخص قبر انور کے ساتھ چمٹ کر حاضری دیتا تھا تو ان بزرگوں نے اسے حاضری کا سلیقہ تعلیم دیا۔ اس کے لیے مخالفین کے نمائندہ شیخ ناصر الدین البانی کی کتاب ''تحذیر الساجد'' سے یہ تفصیلی روایت ذکر کی جا رہی ہے:

عن علی بن حسین: انه رأی رجلاً یجیء الی فرجة کانت عند قبر النبی ﷺ (کذا الاصل) فیدخل فیها فیدعو، فدعاه فقال:

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو ایسی کھڑکی سے داخل ہوتے ہوئے دیکھا کہ وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس تھی اس نے داخل ہو کر دعا کی۔

الا احدثك بحديث سمعته من
ابی عن جد رسول اللهﷺ قال:
"لاتتخذوا قبری عیداً ولابیوتکم
قبوراً وصلوا علی فان صلاتکم
وتسلیمکم تبلغنی حیثما کنتم"
ویقویه ما اخرجه ابن ابی شیبة
ایضاً وابن خزیمة فی "حدیث
علی ابن حجر" (ج:۴۔رقم:۴۸)
وابن عساکر (۱/۲۱۷/۴) من
طریقین عن سهیل بن ابی سهیل
انه رأی قبر النبیﷺ فالتزمه
ومسح، قال: فحصبنی حسن بن
حسن بن علی بن ابی طالب فقال
قال رسول اللهﷺ: لاتتخذوا
بیتی عیداً ولا تتخذوا بیوتکم
مقابر وصلوا علیّ حیثما کنتم
فان صلاتکم تبلغنی

تو آپ نے اس شخص کو بلا کر فرمایا کیا میں
تمہیں وہ حدیث سناؤں کہ میں نے اپنے
والد سے اور انہوں نے اپنے نانا رسول اللہ
ﷺ سے سنی آپ نے فرمایا: میری قبر کو
میلہ نہ بنانا اور نہ تم اپنے گھروں کو قبور
بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا صلاۃ
وسلام مجھے پہنچ جاتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو
اسے وہ روایت تقویت دیتی ہے جسے امام
ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا اور امام ابن
خذیمہ نے حدیث علی بن حجر
(جلد:۴۔حدیث:۴۸) اور امام ابن
عساکر (جلد:۱۔صفحہ:۲۱۷) میں دو طرق
سے سہیل بن ابی سہیل سے بیان کیا کہ
انہوں نے قبر نبوی ﷺ کو دیکھا کہ وہ اس
کے ساتھ چمٹ گے اور اسے جسم سے لگایا
بیان کرتے ہیں مجھے حضرت حسن بن حسن
بن علی بن ابوطالب نے سنگریزہ مارا اور فرمایا

(تحذیر الساجد من اتخاذ القبور المساجد: ۱۲۷تا۱۲۹۔طبعہ اول:۱۴۲۲ھ) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان اور مجھ پر درود پڑھو جہاں بھی تم ہو کیونکہ تمہارا صلاۃ وسلام مجھے پہنچایا جاتا ہے

یہ روایت آشکار کررہی ہے کہ وہ شخص آداب زیارت سے آگاہ نہیں تھا اس لیے وہ کھڑکی سے داخل ہوتا اور پھر قبر انور کے ساتھ چمٹ کر حاضری دیتا تو اہل بیت کے بزرگوں نے اسے آداب زیارت کی تعلیم دی اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ وہ لوگ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے مخالف تھے۔ (قادری غفرلہ)

علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' میں لکھا، آپ ﷺ کی خدمت میں قبر انور پر سلام کے لیے آنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر اسلاف سے منقول ہے۔شیخ مجد الدین لغوی کہتے ہیں: قبر انور کے پاس آپ ﷺ پر سلام عرض کرنا آپ ﷺ پر دیگر مقامات پر صلوٰۃ پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ کثیر احادیث میں ہے۔ان میں سے ایک روایت یہ ہے: ''جس نے بھی میری قبر انور کے پاس سلام پڑھا اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتا ہے حتی کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''

(مسند احمد: ۲۵۲۷)

اس کے معارض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجنے والے پر ایک صلوٰۃ کے عوض دس یا روایت سابقہ کے مطابق سو بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کی صلوٰۃ آپ ﷺ کا جواب دینے سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں یہ پیچھے گزرا ہے

کہ آپ ﷺ صلوٰۃ کا جواب بھی سلام کی طرح دیتے ہیں۔

## قریب سے سلام کی افضلیت

تو بہتر یہ توجیہ ہے کہ سلام کی افضلیت اس لیے ہے کہ یہ ملاقات اور تحیہ کا شعار ہے۔ اب اس کے افضل ہونے کی تخصیص ہر زیارت کے وقت حالت ملاقات میں ہے کہ اگر کسی نے سلام لقاء کہا تو اس کے بعد دائی سلام سے صلوٰۃ بہتر ہے اگرچہ مقام زیارت میں رہے اور اس پر دلیل اہل علم کا یہ طریقہ ہے جو انہوں نے ذکر کیا کہ زیارت کرنے والا سلام سے ابتدا کرے اور انہوں نے یہ ذکر کیا کہ وہ اختتام صلوٰۃ پر کرے۔ علاوہ ازیں آپ کی قبر انور کے پاس کثرت کے ساتھ سلام کے لیے حاضری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور اس کا کسی صحابی نے بھی انکار نہیں کیا تو یہ قیامت تک اس کی مشروعیت پر اجماع سکوتی ہوگا اور اس مقام کی تفصیل کے لیے کچھ گفتگو صفحہ "۱۲۶" اور مابعد میں بھی آرہی ہے ایسے ہی اس حدیث پر گفتگو آرہی ہے کہ میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔

**اعتراض:** یہ تقاضا کرتا ہے کہ آپ کے گھر کے پاس سلام کہنے میں کوئی فضیلت نہیں جیسے آپ پر گھر کے پاس صلوٰۃ میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ آپ نے اپنے گھر کی تخصیص سے منع کیا۔ (الخ)

**جواب:** یہ کلام بے ہودہ اور باطل ہے اس کا رد ہم پیچھے کر چکے ہیں اور اس پر کثیر

احادیث دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر امام سبکی نے اپنی ''الشفاء'' میں اور علامہ محقق ابن حجر نے اپنی کتاب ''الدر المنضود'' اور ''الجوهر المنظم'' اور دیگر اہل علم نے ذکر کیا کہ جس نے آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس صلوٰۃ یا سلام عرض کیا اسے آپ حقیقی سماع سے سنتے ہیں اور بلا واسطہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ واسطہ کے ساتھ پہنچایا اور سنا جاتا ہے اور تمہارے لیے یہی فضیلت وعظمت کبریٰ کافی ہے اگرچہ مذکورہ بعض احادیث میں یہ وارد ہے کہ یہ دونوں آپ کو پہنچائے جاتے ہیں جب قبر انور کے پاس پڑھے جائیں کیونکہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ ان دونوں کو یوں جمع کیا جائے کہ قبر انور کے پاس والا اس سے مخصوص ہے کہ اس کا صلوٰۃ وسلام پہنچایا جائے اور آپ دونوں کو سنیں بھی، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے آدمی کی مزید خصوصیت، اس کے لیے خصوصی اہتمام اور اس کے ساتھ آپ کی استمداد حاصل ہوگی خواہ وہ جمعہ کی شب ہو یا دیگر اوقات میں کیونکہ مقید کا اطلاق مطلق پر بھی ہوتا ہے اور ادلہ کو جمع کرنا جن کا ظاہر میں تعارض ہو ممکن حد تک لازم ہوتا ہے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہے کہ قبر انور کے پاس حاضر کے سلام کا جواب آپ کا بنفس نفیس دینا بلاشبہ امر واقع ہے اختلاف اس کے علاوہ کے سلام کے جواب میں ہے اگرچہ ظاہر سنت اس پر گواہ ہے جیسے آگے آرہا ہے اور یہ ایسی عظیم فضیلت ہے جو قبر انور کے پاس سلام عرض کرنے والا پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اس کے لیے جمع کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ واسطہ کے بغیر اس کی آواز سنیں اور اس کے

سلام کا جواب خود دیں تو اس کے لیے یہ کیسے ہوگا جو ان دونوں باتوں بلکہ ایک کو سنے تو وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی جلدی میں سستی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اس میں قدرت کے باوجود تاخیر نہیں کرے گا مگر اس کے حق میں کہ جو خیرات سے دور اور بڑی قربت کے موسم سے دھتکار دیا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے احسان وکرم سے ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں کہ میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔۔۔(الخ)

ساتھ ان جمیع روایات کے جیسے مخالف نے دوسروں کی طرح ذکر کیا کیونکہ اس میں ممانعت اُمت پر مشقت کو دور کرنا یا اس کی طرف اشارہ ہے جو ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ کی قبر انور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ جیسے علامہ ابن حجر نے واضح کیا یا اس کی کراہت کی وجہ سے کہ لوگ قبر انور کی تعظیم میں تجاوز کریں جس کا حکم نہیں دیا گیا یا وہ مخصوص حالت سے ممانعت ہو کہ تم اسے میلہ گاہ نہ بناؤ وہاں ٹھہر جانے، اظہار زینت اور وہاں خوشی منانے سے یا دیگر وہ چیزیں جو عیدوں میں جمع ہوتی ہیں بلکہ زیارت سلام ودعا کے لیے وہاں آیا جائے اور پھر واپسی ہو جائے۔ تو یہ بتا رہا ہے کہ یہ اس حالت کے علاوہ ہے جو آنے سے منع نہیں کرتی یا اس کو ایسی عادت بنا لینے سے ممانعت ہے جو حشمت واحترام کو ختم کرے کیونکہ بلاشبہ حاضر ہو کر صلوۃ وسلام عرض کرنا دوری سے افضل ہے کیونکہ حضوری کے وقت دل کا حضور غالب ہوتا ہے اور غیبت کے وقت غفلت ہوتی ہے تو معنیٰ یہ ہوا کہ میری قبر کو محل عادت نہ بناؤ کیونکہ یہ چیز بے ادبی اور

احترام کے اُٹھ جانے کا سبب ہے اور یہ کہ کوئی گمان نہ کرے کہ دور والے کی دعا مجھ تک پہنچتی نہیں۔ اس لیے بعد میں فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو صلوٰۃ وسلام پڑھو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

علاوہ ازیں اس میں زیارت کا شوق دلانے اور اس میں کثرت کرنے کا احتمال ہے تو معنیٰ یہ ہوگا میری قبر کی زیارت سے تھکو مت اور قبر کے پاس آکر صلوٰۃ وسلام سے نہ تھکو کہ تم میرے پاس بعض اوقات میں ہی آؤ یا یہ کہ اس کے لیے کوئی وقت مخصوص نہ کرو جیسے عید وقت مخصوص میں ہوتی ہے۔ اس گفتگو کا بطلان ہو گیا جو مخالف نے یہاں طویل کی۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۱۰'' پر لکھا کہ سعید نے بھی روایت کیا کہ ہمیں عبدالعزیز بن محمد نے بیان کیا کہ سہیل بن ابی سہیل نے بتایا کہ مجھے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبر کے پاس مجھے دیکھا تو مجھے آواز دی۔

**جواب:** اس پر گفتگو صفحہ ''۷۱'' پر گزر چکی ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو۔

**اعتراض:** مخالف صفحہ ''۱۱۱'' پر لکھتے ہیں کہ اس میں یہ ہے کہ آپ نے دخول مسجد کے وقت آپ پر سلام کا حکم دیا۔

**جواب:** کیا اس میں یہ ہے کہ آپ نے قبر انور کے پاس سلام عرض کرنے سے منع فرمایا اگر مراد اس سے یہ ہوتی تو یہ لفظ صریح اس کے زیادہ لائق ہے نہ کہ ایسا لفظ جس میں مراد اور غیر مراد دونوں کا احتمال ہے کیونکہ معاملہ بڑا عظیم ہے۔ اس سے اعراض

کرنا اس پر دلیل ہے کہ مراد اس کے علاوہ ہے یہ وہی ہے جو پیچھے ہم نے گفتگو کی تھی کہ دلائل وقوانین کا تقاضا یہی ہے۔

اعتراض: سلام وہی مشروع ہے جو نبی کریم ﷺ سے اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ پر دخول مسجد کے وقت سلام عرض کرتے اور یہ ہر مسجد میں مشروع ہے۔

## جواب: صحابہ کا جواز پر اجماع

اسی طرح قبر کے پاس زیارت کرنے والے کا سلام بھی قبر کے پاس مشروع ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جیسا کہ مسلم میں ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس کی تعلیم دی اور اسی کا آپ نے انہیں حکم دیا جس کا مخالف نے صفحہ "۳۶" پر اعتراف کیا جیسے مسلم، احمد، ابن ماجہ اور نسائی، ترمذی، طبرانی، ابن ابی شیبہ اور دیگر نے اسلاف سے نقل کیا بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں کثرت کے ساتھ بغیر کسی صحابی کے انکار کے مروی ہے اور یہ ان کا اس کے جواز پر اجماع ہے جیسے گزرا۔

مخالف نے اس کی مشروعیت کا اعتراف کیا جیسے پہلے آیا اور جیسے عنقریب اس کا یہ اقرار آئے گا کہ اس حدیث کا ظاہر جو بھی کوئی سلام مجھ پر کہے گا مجھ پر میری روح کو لوٹایا جاتا ہے یہ عام ہے خواہ قبر کے پاس یا قبر کے علاوہ سلام کہے اور جو وہاں اس نے خیال کیا کہ یہ مشروع سے خارج ہے اور اس میں علماء کا نزاع ہے۔ یہ افترا محض ہے اور مخالف کی اپنی غلطی کوئی حجت نہیں جو اس نے یہاں ذکر کیا جیسے کہ تم ہماری سابقہ گفتگو سے جان چکے ہو۔

جواب: صفحہ "۱۱۳" پر لکھا۔ یہاں مقصود اس چیز کا جاننا ہے جن پر سلف تھے اور وہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا حکم فرمودہ صلوٰۃ وسلام اور سلام تحیہ کے درمیان فرق ہے جو موجب جواب ہے۔

## جواب: سلام زائر کا افضل ہونا

ان دونوں کے درمیان ماموراور مشروع ہونے میں کوئی فرق نہیں ان میں سے ہر ایک اسلاف سے ثابت ہے اور جو اس نے غلط خیال کیا کہ جس صلاۃ وسلام کا حکم دیا ہے یہ جواب ورد کا موجب نہیں۔ قبر کے پاس سلام تحیہ جواب کا موجب اس سے خارج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر افترا ہے۔ یہ بغیر دلیل جھوٹ ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں عموم رکھا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲، الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اور اسے اس سے مقید نہیں کیا کہ وہ قبر سے دور ہوں یا غائب۔ اسی طرح جو احادیث میں صلاۃ وسلام کے فضل پر وارد ہیں وہ کسی دور والے کے ساتھ مقید نہیں اور نہ حاضر ہونے والے زائر کو اس سے نکالا گیا ہے۔

یہ شخص اس میں غور نہیں کرتا کہ سلام کا موجب جواب ہونا جب سلام کرنے والے کا حق ہے جیسے اس کا خود مخالف نے اقرار کیا تو یہ جواب سلام دینے والے کے

حق کی ادائیگی ہے۔ تو ہر سلام کہنے والے کا حق ہے تو کیا مقام ہوگا اس کا جو تمام سلام کہنے والوں کے سردار ہیں اور جو قبر انور کے پاس سلام کہتا ہے یہ آپ کا حق ادا کر رہا ہے اور کونسی فضیلت ہے جو نبی کریم ﷺ کے حق کی ادائیگی سے بڑی ہو اور یہ فضیلت غیر زائر سلام کہنے والے کو حاصل نہیں۔ صلاۃ وسلام پڑھ کر اگرچہ وہ حکم پر عمل بجالایا لیکن اس سے آپ کے حق کی ادائیگی اس طرح حاصل نہیں ہوتی جو زیارت کرنے والے سے حاصل ہوتی ہے اور سابقہ گفتگو سے معلوم ہو چکا کہ وہ ان دونوں فضیلتوں کو یقیناً حاصل کرنے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دس دفعہ سلام اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے جواب پانا ہے اور بطور فخر یہ چیز کافی ہے اور دور سے سلام کہنے والے کو ان دونوں چیزوں کا اجتماع بطور یقین حاصل نہیں ہوگا تو ضروری ہے زیارت کرنے والے کا سلام اس سلام سے زیادہ فضیلت والا ہو جو غیر زائر کا سلام ہے۔

**اعتراض:** اسی لیے مدنی صحابہ خلفاء راشدین کے دور اور ان کے بعد مسجد میں داخل ہوتے نماز یا اعتکاف یا تعلیم وتعلم یا اللہ تعالیٰ کے ذکر و دعا کے لیے جانے جو کہ مساجد میں مشروع ہے تو وہ آپ کی قبر کی طرف نہ جاتے کہ وہاں جا کر زیارت کریں اور نہ ہی وہ حجرہ انور کے باہر ٹھہرتے جیسے کہ وہ آپ کی قبر کی زیارت کے لیے حجرہ میں داخل بھی نہ ہوتے۔ (الیٰ آخرہ)

**جواب:** اس کی بات کی تکذیب علماء دین کی کُتب کرتیں ہیں۔ خصوصاً آثار، احادیث اور سیر کی کُتب جیسے ہم نے انہی کے حوالے سے کچھ ذکر کیا۔ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''۔

**اعتراض:** بلکہ یہ ان بدعات سے ہے جس کا آئمہ اور علماء نے انکار کیا۔

**جواب:** یہ ان پر محض جھوٹ ہے جس کا رد پیچھے کئی دفعہ گزرا۔

**اعتراض:** اہل علم نے بیان کیا ہے کہ سلف نے یہ عمل نہ کیا جس کا ذکر امام مالک نے ''المبسوط'' میں اور ان کے اصحاب نے کیا۔ جیسے ابوالولید الباجی۔

**جواب:** یہ رُسوا کن بات ہے کیونکہ امام مالک اور باقی آئمہ اس کے قائل ہیں کہ زیارت اصل کے اعتبار سے مندوبات میں سے افضل قربت ہے جس کا ذکر شیخ ابن ھبیرہ نے اپنی کتاب ''اتفاق الائمۃ'' میں کیا اور اس سے علماء اُمت کی کُتب مالامال ہیں۔

امام مالک کی انفرادی رائے یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے لیے کثیر زیارت نہیں مانتے جبکہ وہ سفر کا ارادہ نہ کریں یا سفر سے شہر مدینہ آئیں اور اس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ انہیں شہر مدینہ کے سلف کا یہ عمل نہیں ملا یہی وہ چیز ہے جس کا ذکر امام مالک نے ''المبسوط'' میں کیا۔

## چند اُمور کا تذکرہ

اس کے باوجود یہاں چند اُمور ہیں:

**پہلی چیز:** امام مالک سے ''المبسوط'' کی روایت منقطع ہے جیسے امام زرقانی کے حوالہ سے گزرا۔

**دوسری چیز:** انہوں نے کراہت کی تصریح نہیں کی بلکہ کہا ''تارۃ لاأدری'' اور کبھی یہ کہا کہ یہ مسجد میں داخل وخارج ہونے پر لازم نہیں۔ (الیٰ آخرہ)

**تیسری چیز**: ان کی گفتگو میں یہ بھی موجود ہے کہ اس کے ترک کی گنجائش ہے جو بتا رہا ہے کہ اس چیز پر عمل مشہور و معروف ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جسے مسلمان اچھا جانیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھی ہے"۔ (نصب الرایہ: ۴۔۱۳۳)

**چوتھی چیز**: ان چیزوں کے ساتھ استدلال مردود ہے کیونکہ اہل مدینہ کے متعدد اہل علم ہیں مثلاً ان کے شیخ حضرت ربیعہ کے زمانہ میں اس سے پہلے اور بعد میں ان کا عمل موجود ہے جیسے "الجوهر المنظم" میں ہے اور ان روایات کی وجہ سے جو امام بیہقی اور دیگر اہل علم کے ہاں صحت کے ساتھ امام نافع سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کثرت کے ساتھ زیارت منقول ہے اور بلاشبہ وہ اہل مدینہ میں سے تھے اور ان پر کسی صحابی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ جیسے اس کی تفصیل پہلے گزری۔ اس سے یہ چیز واضح ہو رہی ہے کہ مخالف کی گفتگو جھوٹے دعوے اور باطل بناوٹیں ہیں۔ بعض غافلوں نے امام مالک کے قول پر یہ اعتراض کیا کہ زیارت قربت ہے لیکن وہ اہل مدینہ کے لیے اس میں کثرت نہیں مانتے کیونکہ اس میں تناقض اور کثرت قربت سے منع کرنا ہے جو کسی کا بھی قول نہیں۔

## جواب: کثرت کا ممنوع ہونا

شے کے قربت ہونے اور اس میں کثرت کے ممنوع ہونے میں تلازم نہیں تو جائز ہے بعض قربتوں کی کثرت ایسی وجہ سے ممنوع ہو جس کا وہ تقاضا کرتی ہے۔ صحیح میں یہ وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تمام زمانہ روزہ رکھنے سے منع کیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو تمام رات قیام سے منع کیا اور فرمایا: "تم پر

تمہارے بدن کا حق ہے'' اور یہ بھی فرمایا: ''تیرا نفس تیری سواری ہے اس پر نرمی اختیار کرو''۔ (روح البیان: ۶۔۴۸۱)

اس کی مثل کثیر چیزیں ہیں اور قنیہ میں خزانۃ الاکمل سے کراہت کے باب میں مذکور ہے کہ قرآن کی تعظیم کی خاطر تین دن سے کم میں اسے ختم نہ کیا جائے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے تین دنوں سے کم میں قرآن ختم کیا وہ اسے سمجھ نہیں پائے گا۔ (سنن ترمذی: ۵۱۹۶)

**اعتراض:** مخالف کا صفحہ ''۱۱۴'' پر یہ لکھنا کہ امام مالک نے فرمایا کہ مجھے اپنے شہروں کے کسی فقیہ سے یہ بات نہیں پہنچی۔

**جواب:** علامہ ملا علی قاری ''شرح الشفاء'' میں لکھتے ہیں: ممکن ہے سلف صالحین کے ہاں اس سے دیگر اہم اُمور ہوں جو وہاں کثرت ٹھہراؤ سے انہیں مشغول کرتے ہوں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں: طلب علم، اس کی تحصیل وتدریس اور تصنیف خالص نیت پر ہو تو یہ کثرت طواف وزیارت سے افضل بلکہ نفلی حج اور عمرہ سے اکمل ہے اور وقت وفات کو حیات پر قیاس کرنا صحیح ہے۔ بلا شبہ صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ کو کثرت کے ساتھ سلام کہتے اور بار بار ملاقات کا شرف پاتے اور آپ کے انوار وبرکات سے فیض کا تبرک پاتے تو اس میں کونسی ممانعت ہے کہ آپ کے دروازے پر بار بار آیا جائے اور آپ کی جناب سے توسل حاصل کیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ بات ثابت ہے ''جو آپ پر دور سے صلاۃ پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے جو

آپ کی قبر کے پاس صلاۃ پڑھے آپ خود اسے سنتے ہیں۔ (الضعفاء للعقیلی: ۴۔۱۳۶)

پھر لکھا حاصل یہ ہے کہ صلاۃ میں کثرت بالا جماع مستحب ہے کیونکہ اس کا وقوع افضل جگہ پر سب سے اولیٰ ہے۔ پھر اگر یہ کثرت تھکاوٹ کا موجب بنے تو بلا شبہ اسے مکروہ قرار دیا جائے گا اس کی طرف اس حدیث نبوی ﷺ میں اشارہ ہے: ''ایک دن چھوڑ کر ملاقات کرو کیونکہ یہ محبت میں اضافہ کرتا ہے'۔ (المستدرک: ۳۔۳۹۰)

اور اگر کثرت شوق اور اضافہ ذوق ہو تو پھر اس بارگاہ سے منع کی کوئی صورت نہیں اگر چہ یہ بطور دوام ہو جیسے اس پر حدیث حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ صلوٰۃ وسلام کے کثرت کے حوالے سے دلیل ہے تو ہماری گفتگو اور ہماری اس تحریر سے اس کا دفاع ہو گیا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہونے والا ہے اس اُمت کے آخر کی اصلاح اس کے ساتھ ہو گی جس کے ساتھ اس کے اول کی اصلاح ہوئی۔

**اعتراض:** اس اُمت کے اول وصدر سے یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے ایسا عمل کیا

**جواب:** ہم نے اُوپر ان کا عذر یہ بیان کیا کہ وہ ایسے اُمور میں مشغول رہتے تھے جو اس سے بھی اہم تھے۔

**اعتراض:** امام مالک رحمہ اللہ اسے مکروہ جانتے تھے اس لیے کہ انہیں یہ بات نہیں پہنچی تھی۔

**جواب:** اس بارے میں آپ پیچھے گفتگو پڑھ چکے ہیں۔

**اعتراض:** البتہ قبر نبوی ﷺ منع کے ساتھ، شرع اور حس میں خاص ہے۔

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور پہلے ایسی بات کسی مسلمان نے نہیں کہی، اس تخصیص پر کیا دلیل ہے بلکہ چاروں دلائل اس دعویٰ کے رد اور نقض پر قائم ہیں جیسے اسے علماء اُمت نے بار بار بیان کیا ہے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

اعتراض: جیسے ہی آپ کو حجرہ میں دفن کیا گیا اور لوگوں کو حجرہ میں قبر کی زیارت سے منع کیا جیسے دیگر قبور کی زیارت کی جاتی ہے اور زیارت کرنے والا قبر کے پاس پہنچتا ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور ایسے نہیں تو یہ زیارت آپ کے حق میں مستحب نہ ہوئی اور نہ ممکن ہے اور یہ آپ کے قدر و شرف کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ (الخ)

جواب: آج بھی ممکن ہے

یہ باطل دعویٰ اور فاسد گفتگو ہے جو ہمارے علم کے مطابق پہلے کسی نے نہیں کی کیونکہ زیارت مشاہدہ قبر کے ساتھ اگرچہ اس زمانہ میں معدوم ہے لیکن ممکن ہے اور یہ مشروع ہے اگر بادشاہ کے حکم سے یہ دیواریں اُٹھا دی جائیں تو ہر ایک قبر انور تک پہنچے گا اور قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا خوف وغیرہ وہ ان دیواروں کے بنانے کا باعث ہے جیسے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔ اور اس سے مطلقاً مشروعیت زیارت کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ ہی مشاہدہ قبر کی اس میں قید ہے اور اگر یہ قید ہو تو بعض زمانوں میں اس کا عدم، عدم امکان کو لازم نہیں اور نہ ہی عدم مشروعیت کو بلکہ اس کا امکان آخری زمانہ تک باقی ہے اور اس کا عدم اس کے امتناع کو مستلزم نہیں حتی

کہ اس پر عدم استحباب متفرع ہو اور یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ یہ نیا معاملہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات کے کثیر زمانہ کے بعد ہوا بلکہ یہ معاملہ زیارت قبر انور کی مشروعیت کو ختم کر رہا ہے اور اس پر عہد نبوی ﷺ کے بعد نسخ اور تخصیص کا موجود ہونا لازم آئے گا اور اس کا باطل ہونا مخفی نہیں۔

مخالف کا یہ وہم کہ آپ کے حق میں زیارت کی ممانعت قدر و شرف کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ یہ غلط و فاسد وہم ہے جو اس کی جہالت و خبط اور مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس پر صفحہ ''۳۷'' پر گفتگو کر چکے ہیں اور یہ اس پر شیطانی وسوسہ ہے جس کی وجہ سے ان ادلہ کو نہیں چھوڑ سکتے جو صحیح اور زیارت قبر انور پر دلیل ہیں جیسے کہ اہل علم نے انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا کیونکہ آپ ﷺ کی زیارت آپ کی تعظیم، آپ سے برکت حاصل کرنا اور آپ کے حق میں ادائیگی ہے اور ہم آپ کی قبر انور کے پاس آپ پر صلوٰۃ وسلام کی برکت سے عظیم رحمت حاصل کریں اور ان ملائکہ کے ساتھ جو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ہم آپ کے خطاب کی فضیلت پائیں کہ آپ خود ہمارے سلام کا جواب دیں۔ مخالف کا یہ جملہ '' الیٰ عند القبر '' اہل نحو کے ادنیٰ طالب علم کے ہاں نہایت غلط ہے۔

**اعتراض:** یہ ان لوگوں کے طائفہ کی غلطی ہے جو کہتے ہیں کہ جب ہر ایک آدمی کی زیارت مستحب ہے تو سید الاولین والآخرین کی قبر انور کا مقام کیا ہوگا۔

## جواب: قیاس کا درست ہونا

ان کی غلطی پر کیا دلیل ہے جبکہ ان لوگوں نے آپ کی قبر انور کی زیارت کے استحباب کو دوسروں کی قبر کی زیارت کے استحباب پر قیاس کیا جو ایسے دلائل سے ثابت ہے جن کی صحت پر اتفاق ہے جیسے کہ پہلے گزرا جب یہ صحیح ہے اس پر کوئی غبار نہیں جیسے امام سبکی وغیرہ نے اسے واضح کیا۔

**اعتراض:** ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ میت کی قبر کی مطلقاً زیارت یہ اس میت کے اکرام و تعظیم میں سے ہے۔

## جواب: اہل علم نے یہ بات نہیں کہی

یہ اہل علم پر بدظنی ہے جس کی تکذیب ان کی عبارات کرتی ہیں کہ انہوں نے زیارت کی کئی اقسام ذکر کی ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے اور انہوں نے مطلقاً یہ بات نہیں کہی جس کا مخالف نے دعویٰ کیا ہے جیسے ''الشفاء'' میں سبکی نے واضح کیا اور اس سے پہلے امام غزالی وغیرہ نے بھی، اگر چاہو تو ان کی عبارات دیکھو۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ ''۱۱۵'' پر لکھا، ان لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ترک زیارت میں آپ کی عزت و کرامت کو کم کرنا ہے۔ یہ انہوں نے غلط کہا اور سنت و اجماع اُمت کی مخالفت کی۔

## جواب: عزت وجہ زیارت

بلا شبہ آپ ﷺ کی زیارت آپ کی عزت کی وجہ سے ہے کیونکہ اس میں

آپ کا حق اور لزوم تعظیم ہے تو اس سے منع کرنے والا ہی مغالطہ کھانے والا اور سنت و اجماع اُمت کا مخالف ہے۔اس کی تفصیل علماء اُمت نے بیان کی اور کچھ کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔

اعتراض: تواتر اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر تک وصول، نہ اپنے لیے دعا اور نہ ہی کسی غیر کے لیے اور نہ ہی اپنی دعا کے لیے مشروع قرار دیا۔

## جواب: کہاں ہیں وہ علماء اور روایت؟

یہ عظیم بہتان ہے کہاں ہیں وہ علماء جنہوں نے اس پر اجماع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر تک وصول کو مشروع نہیں کیا؟ کہاں ہے وہ روایت کرنے والے جن کی یہ روایت حد تواتر کو پہنچتی ہے؟ وہ کونسی کتاب ہے جس میں یہ ذکر ہے؟ یہ علماء اُمت کی کُتب سامنے ہیں جو اس معترض کی بات کی تکذیب کر رہی ہیں۔مخالف کے ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ فرمائے۔

اعتراض: اس پر اجماع ہے کہ آپ کی قبر پر نماز نہ پڑھی جائے۔

## جواب: تمام انبیاء علیہم السلام کا معاملہ

یہ آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی انبیاء علیہم السلام کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ ان کی قبور پر نماز نہیں پڑھی جاتی کہ انہیں نماز کے ساتھ سجدہ گاہ بنایا جائے یا ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

اعتراض: قبر کی زیارت مشروع وہی ہے جو قبر تک وصول اور اس کے مشاہدہ سے ہو۔

## جواب: مفہوم زیارت میں داخلہ

یہ دعویٰ فاسد ہے اس پر نہ شریعت گواہ ہے نہ لغت نہ عرف کیونکہ قبر کو دیکھنا قبر کی زیارت مشروع کے مفہوم میں داخل نہیں۔ اگر وہ داخل ہو تو پھر بھی نقصان نہیں کیونکہ یہ بھی قبر انور میں موجود ہے۔ ہاں! اس کا فقدان کئی زمانوں کے بعد ان عوارض کی وجہ سے لاحق ہوا جن کا بیان پیچھے آ چکا ہے اور شے کا عدم اس کی عدم مشروعیت کو مستلزم نہیں۔

**اعتراض:** یہ زیارت آپ کے حق میں نص واجماع کی وجہ سے مشروع نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔

**جواب:** یہ اس کے ایسے باطل جملوں میں سے ہے جس کا قول پہلے کسی مسلمان نے نہیں کیا اور اس کی تکذیب اور اس کے معاونین کی تکذیب کئی دفعہ پیچھے گزر چکی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی زیارت چاروں دلائل کے ساتھ مشروع ہے جیسے علماء دین نے اسے بیان کیا اور اس کے ساتھ اس کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے جو اس نے اس مقام پر طویل گفتگو کی۔

پھر اس کا یہ کہنا ''یہ غیر مشروع ہے'' اور اس کے بعد لکھنا کہ ''یہ ممکن بھی نہیں'' یہ سخت خطا اور فحش غلطی ہے ہم پیچھے ہم صفحہ ''۲۷'' پر گفتگو کر چکے ہیں کہ غیر ممکن پر شریعت کا حکم اور عدم حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ یہ امکان کی فرع ہے تو غفلت مت کیجیے۔

**اعتراض:** ان لوگوں کی غلطی اس سے واضح ہوئی جو انہوں نے عام مسلمانوں پر قیاس کیا اور یہ قیاس فاسد ہے۔ (الخ)

**جواب:** اس کا رد پہلے گزر چکا، یہ قیاس صحیح ہے اور یہ اپنے کلام میں مغالطہ دینے والا ہے اور مطلقاً آپ کی منع زیارت کے اختصاص پر کوئی دلیل نہیں جیسے اس افترا کرنے اور ان کی اتباع کرنے والے نے غلط خیال کیا۔

**اعتراض:** مخالف کا صفحہ "۱۱۶" پر یہ لکھنا کہ مقصود یہاں اسے جاننا ہے جس پر سنت جاری اور اس پر آپ کے خلفاء، صحابہ، اہل علم و دین شہر مدینہ تھے کہ انہوں نے آپ کی قبر انور کی زیارت کو ترک کیا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حق کی ادائیگی میں کامل تھے۔ (الخ)

**جواب:** یہ تمام اس کی خرافات وجھوٹ اور وساوس ہیں جن کا رد پہلے گزرا۔ بعض اہل علم نے اسی وجہ سے اسے کافر قرار دیا جیسے علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں ذکر کیا۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۱۱۷" پر لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ آپ کی تدفین حجرہ میں ہوئی اور لوگوں کو قبر کے مشاہدہ اور اس سے کہ وہاں کوئی ٹھہرے اور اس کی زیارت وغیرہ کرنے سے روک دیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت ثابت ہو۔

## جواب: حجرہ میں تدفین کی وجہ

یہ تخیل باطل اور بلا حجت دعویٰ ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اس سے پہلے کسی عالم کا یہ قول نہیں بلکہ حجرہ انور میں آپ کی تدفین اس کے بعد ہوئی کہ صحابہ کا مقام دفن میں اختلاف ہوا۔ پھر یہ حدیث صحیح مشہور بتائی گئی "کہ نبی کا جہاں وصال ہوتا ہے اسی جگہ پر ان کی تدفین ہوتی ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۰) تو یہ آپ کی خصوصیت نہیں

جیسے کہ مخالف کا خیال ہے۔ دیکھئے "جوھر المنظم" بلکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسے "نسیم الریاض" وغیرہ میں ہے اگر یہ فرمان نہ ہوتا تو صحابہ آپ کو بقیع یا دیگر مقام پر دفن کرتے اور لوگوں کا قبر انور کے مشاہدہ سے رُک جانا اس تعمیر کیوجہ سے ہے جو آپ کے زمانہ تدفین کے بعد کافی مدت کے بعد ہوئی جیسا کہ کُتب حدیث اور سیر میں تحریر ہے تم اسے جانتے ہو نہ اس وجہ سے جو مخالف نے وہم کیا۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ زیارت جب شریعت مبارکہ کے آداب کے مطابق ہو تو وہ کسی ممنوع چیز کی طرف نہیں پہنچاتی اور نہ وہ توحید میں مخل ہوتی ہے بلکہ جو شرک تک پہنچاتی ہے وہ قبور کو سجدہ گاہ بنانا، ان میں تصاویر لگانا ہے جیسے احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور عقل مند آدمی ان دونوں کے درمیان فرق جانتا ہے تو اگر اس آدمی کے پاس ایسا علم ہے جو اس کا فائدہ دیتا ہے کہ آپ کے حجرہ انور میں دفن سے لوگوں کو قبر انور کے مشاہدہ سے روکنا ہے۔ (الخ) اگر غرض وہی ہے جو اس نے خیال کیا اس پر سلف صالحین سے کوئی نقل لائے محض وہم والوں کا خیال فائدہ نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کا اس بحث میں طویل کلام اس کے غبی، خبطی اور عقل میں اضطراب پر دلیل ہے اور اس آدمی سے بڑھ کر وہ عجیب ہے جو اس کی موافقت کرے اور اس کا مددگار بنے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں دعا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۱۸" پر لکھا، اگر رسول اللہ ﷺ انہیں زیارت قبر کی اجازت دیتے اور انہیں اس پر قادر کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس حق سے اعراض کرتے جس کا وہ

عبادت اور محبت میں مستحق ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حق سے بھی اعراض کرتے جو آپ پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے لیے دعا کی صورت میں واجب ہے اس رسول کے حق سے اعراض کرتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور لوگوں کے درمیان امر ونہی اور خبر پہنچانے میں واسطہ بنایا تھا اگر وہ ایسا کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حق کو ضائع کرتے جیسے کہ نصاریٰ نے کیا۔ (الخ)

## جواب: احادیث میں تخصیص

یہ ایسی گفتگو ہے جس سے ان کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس میں ان چیزوں کا فاسد خیالات وآراء سے چھوڑنا ہے جن پر دلائل شرعیہ دلالت کرتے ہیں اور یہ کیسے اس ارشاد نبوی ﷺ ''زوروا القبور'' میں تخصیص اور اس ارشاد نبوی ﷺ ''جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو گئی'' کے ترک پر کیسے اقدام کرے گا۔ اور سلف وخلف کے اجماع کی مخالفت ان خیالات سے کیسے کرے گا کہ جن پر نہ کتاب کی گواہی ہے اور نہ سنت اور سنت صحیحہ میں یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ میری قبر انور کو بُت نہ بنانا'' بلاشبہ آپ ﷺ کی دعا مقبول ہے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''کہ مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا میں تو اللہ کا بندہ ہوں تو یوں کہو ''عبد اللہ ورسولہ'' جیسے بخاری میں ہے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خوف

ہے کہ تم دنیا میں ملوث ہو جاؤ گے۔" (البخاری:۳۱۴۸۶)

اور آپ ﷺ سے بخاری و مسلم میں ہے: "شیطان اس سے مایوس ہو چکا کہ نمازی لوگ جزیرہ عرب میں اس کی پوجا کریں" (مسلم:۴۲۱۶۶)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "میری اُمت کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گا انہیں ذلیل کرنے والا نقصان نہیں پہنچا سکتا حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا اور وہ اس پر ہونگے" (البخاری:۳،۳۳۱)

اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے پہلے لوگوں کے طریقوں کی قدم بقدم اتباع کرو گے حتی کہ اگر وہ کسی گو کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی داخل ہو جاؤ گے، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ یہود و نصاریٰ ہیں تو فرمایا: اور کون ہیں؟۔ (البخاری:۳۱۲۷۴)

اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مراد ان بدعات کا عمل ہے جن کا فاعل ایمان سے نہیں نکلتا۔ دلیل وہ احادیث ہیں جو پہلے آئی ہیں تا کہ ان کے درمیان موافقت ہو جائے جو کہ واجب ہے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: "قیامت قائم نہیں ہو گی حتی کہ میری اُمت کا ایک گروہ مشرکین سے مل جائے حتی کہ میری اُمت کے لوگ بُتوں کی عبادت کریں گے"۔ (الحلیہ از ابونعیم: ۳_۲۸۹)

یہ قرب قیامت میں اس وقت ہو گا جب اس کی بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی اور اس وقت کفار ہی موجود ہونگے کیونکہ اہل ایمان نرم ہوا چلنے کی وجہ سے فوت ہو چکے ہونگے جیسے مسلم وغیرہ کی روایت میں موجود ہے۔

شرح نقایہ للسیوطی، میں ہے کہ سنن ابن ماجہ نے حضرت شداد بن اوس سے یہ فرمان نبوی ﷺ نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سب سے زیادہ خوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا ہے لیکن میں نہیں ڈرتا کہ وہ سورج کی عبادت کریں گے نہ چاند کی نہ بُت کی لیکن ان کے اعمال غیر اللہ کے لیے اور مخفی خواہش کے لیے ہونگے''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۴_۲۵۳)

اعتراض: مخالف نے صفحہ''۱۱۹'' پر یہ لکھا کہ اگر آپ پر صلوٰۃ وسلام اور دعا آپ کی قبر انور کے پاس دیگر مقام سے افضل ہے جیسے کہ میت کے لیے دعا اس کی قبر کے پاس افضل ہے تو لوگ اس جگہ کو اضافی دعا کے لیے مخصوص کرتے۔

جواب: یہ اس کا شدید فکری اضطراب ہے، کثیر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر انور کے پاس آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ ایسے فضائل کو جامع ہے جو قبر انور سے دور والے کے لیے نہیں جیسا کہ صفحہ''۱۰۹'' پر گفتگو میں گزرا اور مزید صفحہ''۱۲۶'' کی گفتگو پر آئے گا۔

اعتراض: یہ اور دیگر چیزیں واضح کر رہی ہیں کہ لوگوں نے اس سے منع کیا اور سلف یہ عمل نہیں کرتے تھے وہ آپ کی قبر انور کی زیارت ہے۔

جواب: اس نے جو خود اور غیر سے ذکر کیا اس نے مطلقاً جو دعویٰ کیا ہے اس سے یہ کسی طرح واضح نہیں ہوتا اور اس دعویٰ پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں جس پر کتاب وسنت اور اجماع اُمت کی شہادت ہو۔

اعتراض: صفحہ''۱۲۱'' پر لکھا، جب ثابت ہے کہ قبر کا قرب، نص اور اجماع سے ممنوع

ہے اور مقدور بھی نہیں تو معلوم ہو گیا کہ اس کا قرب مستحب نہیں بخلاف دیگر قبور کی زیارت کے۔

## جواب: حکم شرعی کا فرع امکان ہونا

یہ اس نے عجیب بات کر دی کونسی نص اور کونسا اجماع قبر نبوی ﷺ کے قرب سے منع پر دلیل ہے حتی کہ اس پر یہ مرتب کیا جائے کہ وہ مستحب نہیں جبکہ تمام موالک نے تصریح کی ہے کہ قبر انور کا قرب اولیٰ ہے جیسا کہ ان کی متعدد کُتب میں تحریر ہے۔ دیکھئے ''الجوهر المنظم'' اور خود مخالف نے صفحہ ''۱۴۰'' پر اس کا اعتراف کیا ہے تو اپنے نفس کی اس نے تکذیب کی وہ غیر مقدور ہے جیسے اس نے دعویٰ کیا تو اس پر استحباب یا عدم کا شرعی حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ یہ اس کے امکان کی فرع ہے جیسے پیچھے کئی دفعہ گزرا ہے۔

**اعتراض:** جو چیز واضح کرتی ہے کہ اس شخص کے متبعین جو آپ کی قبر کی زیارت کے لیے آتے ہیں تو وہ آپ کی قبر کو ایسے محسوس کرتے ہیں جس کی زیارت ممکن ہے اس کے لیے دروازہ ہو گا جس سے وہ قبر کے پاس داخل ہونگے اور قبر کے پاس زائر کے لیے ایسی جگہ ہو گی جو آدمی وہاں داخل ہو اس کا بیٹھنا ممکن ہو گا بلکہ وہ جگہ زائرین کے لیے گنجائش رکھتی ہو گی اور جو اسے سجدہ گاہ بنائے گا وہ اسے صورت محراب یا اس کے قریب ہو گا اگر دروازہ بند ہوا تو اس کے لیے جالیاں بنائی گئیں ہونگی تا کہ وہ قبر دیکھیں اور دعا کریں جبکہ قبر نبوی ﷺ ان تمام کے خلاف ہے اس کی زیارت کرنے والے کے لیے کوئی راستہ

بھی کسی طرح موجود نہیں اور قبر کے پاس لڑی ایسی جگہ نہیں جو زائرین کے لیے گنجائش رکھتی ہو اور نہ ہی مکان کے لیے ایسی جالی ہے جس سے قبر دیکھی جا سکے۔ (الخ)

## جواب: یہ مفہوم زیارت میں داخل نہیں

اس کا رد یہ ہے کہ جو تمام اس نے ذکر کیا، یہ قبر کی زیارت مسنونہ کے مفہوم میں داخل نہیں اور قبر نبوی ﷺ میں اس چیز کے نہ ہونے سے مطلقاً زیارت کا عدم لازم نہیں آتا۔ اگر وہ بطریق سنت ہو البتہ وہ ایسی جگہ پر تھی کہ اس میں لوگ داخل ہو سکیں بلکہ لوگ داخل ہوتے اور آپ کے پاس سمجھ دانا لوگ حاضر ہوتے جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سفیان تمار، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور ان کے بیٹے عبداللہ، حضرت بلال، انس بن مالک، ابوایوب انصاری، معاذ بن جبل اور دیگر اسلاف رضی اللہ عنہم سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ جس سے کتب احادیث وسیر بھری پڑی ہیں مگر وہ خوف تھا جس سے حضور ﷺ نے انہیں ڈرایا تو وہ دیوار بنانے پر تیار ہوئے اور یہ اور معاملہ ہے نہ حضور ﷺ نے حکم دیا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ آپ کی قبر ایسی جگہ ہو کہ وہاں تک کوئی پہنچ نہ سکے۔ اور نہ کوئی اس کا مشاہدہ کر سکے اور آپ کو صرف وہی ڈر تھا جو آپ نے بیان کیا اور انہوں نے اس لیے یہ عمل کیا۔

**اعتراض:** کوئی ایک قادر نہیں کہ زعفران وغیرہ کے ساتھ قبر انور ﷺ کو خوشبو لگائے اور نہ اس کے لیے تیل کی نذر مانی جا سکتی ہے نہ شمع کی، نہ پردہ وغیرہ کی جیسا کہ دیگر قبور کے لیے مانی جاتی ہے۔

**جواب:** اس سے کونسی چیز مانع ہے اور ہر مذہب کے علماء نے اپنی کُتب میں ان اُمور کے احکام کیوں بیان کیے، کیا ان میں سے کسی کا مطالعہ شیخ الاسلام اور اس کے معاونین نے نہیں کیا۔ اس پر بندہ نے تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں کی ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ہم یہاں گفتگو طویل نہیں کرنا چاہتے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ ''۱۲۳'' پر لکھا، لوگ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ شیاطین کی طرف سے ان کا گمراہ کرنا ہے۔

**جواب: کرامات کا حق ہونا**

اس گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی کرامات کا انکار ہے جو کہ اہل سنت وجماعت کے ہاں حق اور ان کے وقوع پر کتاب وسنت کے دلائل ہیں جس میں کوئی غرابت نہیں مگر یہ اہل کرامت میں سے نہیں اور ہم نے اپنی مذکورہ کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر گفتگو کی ہے اور یہ سبب بھی بیان کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ کرامات قلیل اور اس کے بعد کثیر کیوں ہوئیں؟

**اعتراض:** مخالف کا یہ قول کہ رجال غیب جنات ہیں جیسے ارشاد الٰہی ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (پ ۲۹، الجن: ۶)

اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنّوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

## جواب: اولیاء بھی شامل ہیں

یہ دعویٰ س کے غلط اعتقاد کی وجہ سے عجیب اور افترا ہے اور آیت مبارکہ سے اس پر استدلال بھی نہایت عجیب ہے کیونکہ یہ قرآن میں اپنی رائے کا دخل ہے اور اس بارے میں احادیث صحیحہ میں شدید وعید وارد ہے۔ جمہور علماء اُمت محمدیہ کا اتفاق اور تمام اکابر صوفیاء کا اس پر یقین ہے کہ رجال غیب اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا گروہ ہے ان میں اوتاد ،ابدال، نقباء اور نجباء ہیں جن سے زمین کبھی خالی نہیں ہوتی اور اس پر کثیر احادیث وارد ہیں بلکہ ان کا مجموعہ تواتر کو پہنچا ہوا ہے ان میں سے کچھ صحیح کچھ حسن اور کچھ ضعیف ہیں۔

علامہ ملا علی قاری نے ''شرح الحصن'' میں رجال غیب کے بارے میں لکھا کہ یہی اولیاء ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ انتہیٰ۔

تو انہیں رجال غیب اس لیے کہا کہ اکثر لوگ انہیں نہیں جانتے اور ان کی شان میں متعدد اہل علم محققین نے گفتگو کی ہے جن کی اقتدا علم ظاہر و باطن میں کی جاتی ہے مثلاً امام احمد، حجۃ الاسلام غزالی، امام یافعی، حافظ ابو نعیم، قسطلانی، سیوطی، نجم الدین غیطی، شعرانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، علامہ محقق ابن حجر اور دیگر اہل علم۔ ہم نے ان میں سے کچھ چیزیں اپنی سابقہ مذکورہ کتاب میں ذکر کی ہیں جن کا یہ مختصر رسالہ متحمل نہیں ہوسکتا بلاشبہ اس کے دعویٰ میں اس گروہ کو اذیت ہوتی جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے کسی ولی کو اذیت دی میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں'' اور جس کے خلاف اللہ تعالیٰ

جنگ کرے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

**اعتراض:** عہد صحابہ کے اسلام میں کسی نبی کی قبر نہیں جس کی طرف سفر کیا جاتا یا وہاں دعا یا طلب برکت یا شفاعت وغیرہ مانگی جاتی۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا حجت ہے اس نفی عام پر کوئی واضح دلیل لائی جائے اور یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے جبکہ اس دعویٰ کا رد پیچھے آچکا ہے۔

**اعتراض:** اہل علم اور سلف نے قبر انور کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا پر گفتگو کی تو کچھ نے دعا کے لیے وہاں ٹھہرنے سے منع کیا نہ کہ سلام کے لیے۔

**جواب:** پیچھے اس پر گفتگو گزر چکی ہے۔ دیکھئے صفحہ "۳۵"۔

**اعتراض:** بعض نے ان دونوں سے منع کیا۔

**جواب:** یہ اس کا اختراع ہے جو وہم پیدا کرتا ہے کہ کسی دوسرے نے بھی ایسا کہا ہے اور اس پر مطالبہ ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح صریح نقل لائی جائے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

**اعتراض:** موت کے بعد آپ سے دعا، طلب استغفار و شفاعت کسی بھی مسلمان امام سے منقول نہیں نہ آئمہ اربعہ سے نہ دیگر سے بلکہ جو دعائیں انہوں نے ذکر کی ہیں وہ اس سے خالی ہیں۔

**جواب: وصال کے بعد صحابی کا دعا کا عرض کرنا**

یہ اس روایت سے مردود ہے جسے امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حدیث طویل میں ذکر کیا جسے "خلاصۃ الوفاء" وغیرہ نے نقل کیا کہ مالک دار

جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط ہوا۔ صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''اپنی اُمت کے لیے بارش طلب کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ان پر بارش ہو جائے گی تو اسی طرح ہوا، اس میں یہ بھی الفاظ ہیں، فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، میرا اسلام کہو اور بتاؤ کہ ان پر بارش کی جائے گی اور انہیں کہو کہ نرمی سے کام لیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے دین میں شدید تھے وہ صحابی آپ کے پاس آئے اور پوری بات بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیے۔ پھر عرض کیا'' اے میرے رب میں کمی نہیں کرتا مگر جس سے میں عاجز ہوں''۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۔۱۱۴۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۔۳۵۶)

اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ سے حصول حاجات میں دعا طلب کی جاتی جیسے کہ آپ کی ظاہری حیات میں کی جاتی کیونکہ آپ سائل کا سوال جان لیتے ہیں جیسے کہ احادیث صحیحہ میں ہے جبکہ آپ کو اس کے حصول کا سبب بننے پر قدرت ہے جس کے بارے میں رب تعالیٰ کے ہاں آپ کو سوال و شفاعت کا عرض کیا جائے کیونکہ مذکور صحابی کا آپ کی قبر انور کے پاس آنا اور آپ کو پکارنا اور آپ سے اُمت کے لیے بارش کا عرض کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باقی صحابہ کی موجودگی میں اسے ثابت رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ''میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع کرو'' تو یہ

اس پر دلیل ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔

سید سمہودی، حافظ قسطلانی، امام زرقانی اور دیگر اہل علم نے کثرت کے ساتھ یہ چیزیں ذکر کیں ہیں کہ اہل علم نے شدائد و تکالیف میں نبی کریم ﷺ سے پناہ لی تو انہیں نجات حاصل ہوئی۔

سید احمد رفاعی کا واقعہ کہ انہوں نے حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اپنا دست مبارک عطا کریں تاکہ وہ اسے بوسہ دیں اور یہ چیز مسلمانوں کے اجتماع میں حاصل ہوئی جو مشہور و متواتر اور صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے اور متعدد آئمہ نے اس پر مستقل کُتب لکھیں۔ ہر مذہب کے اہل علم نے آداب زیارت میں امام عتبی، سفیان بن عیینہ، سمعانی اور اصمعی کے اقوال نقل کیے اور انہوں نے زائرین کے لیے ان کی طرح عرض کرنا مستحب قرار دیا جس کی تفصیل ہماری کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں ہے اور انہوں نے لکھا کہ زائر کے لیے یوں کہنا بھی مستحب ہے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی خدمت میں آئے، ہم آپ کے زائر ہیں، ہم آپ کے حق کی ادائیگی اور آپ کی زیارت سے تبرک اور آپ کی شفاعت کے لیے آئے ہیں ان چیزوں میں جنہوں نے ہماری پشتوں کو بوجھل اور دلوں کو تاریک کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہمارا آپ کے علاوہ کوئی شفیع نہیں جس کا ہم سہارا لیں اور نہ ہی آپ کے دروازے کے علاوہ کسی سے اُمید ہے اپنے رب سے ہماری بخشش اور ہماری شفاعت کیجیے اور اس سے مانگیے کہ وہ ہمارے مقاصد کو پورا فرمائے۔

احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اہل ایمان کے لیے شفاعت کی اجازت مل چکی ہے کیونکہ اہل ایمان وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ شفاعت پر راضی ہے اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے شفاعت مانگی۔ مثلاً حضرت انس بن مالک، مازن بن غضوبہ، سواد بن قارب جس کی تفصیل ہماری کتاب میں موجود ہے۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۱۲۴" پر لکھا کہ امام مالک نے "المبسوط" میں فرمایا میں یہ جائز نہیں سمجھتا کہ قبر نبوی ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی جائے۔

**جواب:** پیچھے روایت مبسوط اور روایت ابن وہب از امام مالک ہر ایک پر گفتگو صفحہ "۳۵" اور "۱۱۳" گزر چکی ہے وہ گفتگو کافی ہے۔ اس میں تکرار کی ضرورت نہیں۔

**اعتراض:** امام مالک رحمہ اللہ اسے بدعت جانتے ہیں۔

**جواب:** انہوں نے ہرگز اس کی تصریح نہیں کی جیسے گزرا۔

**اعتراض:** شیخ ابو ولید باجی کہتے ہیں، بندہ کے نزدیک لفظ "صلوٰۃ" سے نبی کریم ﷺ کے لیے دعا کرنا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کیونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں اس بارے میں اختلاف ہے۔

**جواب:** مراد وہ اختلاف ہے جو روایت میں آیا کہ وہ کہتے، السلام علی النبی السلام علی ابی بکر، السلام علیٰ ابی ، ایک اور روایت میں یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر بھی۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم السلام پر مستقل صلوٰۃ مکروہ ہے تو شیخ باجی کا یہ قول کیسے درست ہوگا؟ کہ میرے

نزدیک نبی کریم ﷺ کے لیے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لیے لفظ ''صلاۃ'' سے دعا کی جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ دوسری روایت کے مطابق حدیث ابن عمر میں یہ ہے کہ ان دونوں پر صلوٰۃ تبعاً یا تغلیباً آیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبی اکمل کے لیے افضل لفظ صلوٰۃ وسلام کو جمع کرنا ہے جیسے یہ ارشاد الٰہی اس پر دلیل ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲، الاحزاب:۵٦)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اور صاحبین کو لفظ سلام کے ساتھ مخصوص کیا جائے، خوب غور سے کام لو کیونکہ یہی قول معتبر ہے۔ ملاحظہ کیجیے ''شرح الشفاء'' از ملا علی قاری۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۲۵'' پر مخالف نے لکھا، اور ہر حال میں دعا سے مراد چھوٹی دعا ہے۔

## جواب: طویل قیام کا بہتر ہونا

اس میں قبر نبوی ﷺ کے پاس دعا کا اعتراف ہے اور یہ اس سے متضاد ہے جو مخالف نے صفحہ ''۳۵'' پر اس کے منع، کراہت اور بدعت ہونے کا دعویٰ کیا اور لکھا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل نہیں۔ امام نووی وغیرہ نے اکثر علماء کی اتباع کرتے ہوئے نقل کیا کہ زائر کے لیے طویل قیام بہتر ہے اور اس کی تفصیل علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' میں کی۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ لکھنا کہ قبر انور کے پاس یہ ارشاد الٰہی

| | |
|---|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ | اگر وہ اپنی جانوں میں ظلم کر لیں تو آپ |
| جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ | کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں |
| وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا | اور رسول ان کے لیے شفاعت کریں تو وہ |
| اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا | پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور |
| (پ۵ ، النساء:۶۴) | رحم فرمانے والا۔ |

نہ پڑھا جائے جیسے کہ اس کا ذکر نہ امام مالک رحمہ اللہ نے کیا اور نہ ہی ہمارے متقدمین اصحاب نے اور نہ ہی جمہور اہل علم نے کیا۔

## جواب: آیت کا عموم

یہ دعویٰ مردود ہے۔ آپ ﷺ کی قبر پر حاضر ہونے والے کے لیے اہل علم نے یہ مستحب قرار دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہوئے یہ آیت مبارکہ پڑھے کیونکہ تمام لوگوں نے اس سے ہر آنے والے کے لیے عموم ہی سمجھا ہے اگرچہ یہ ظاہری حیات میں معین لوگوں کے بارے میں نازل کی گئی کیونکہ اس میں علت عام ہے، ہر وہ شخص جس میں یہ وصف پایا جائے خواہ وہ ظاہری حیات میں ہو یا وصال کے بعد یہ آپ ﷺ کی طرف آنے کی طلب ہے خواہ وہ دور سے آئے یا قریب سے، سفر کرے یا بلا سفر، کیونکہ اس میں لفظ ''جاء وك'' مقام شرط میں ہے جو عموم پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ ہر اس شخص پر یہ مخفی نہیں جو تھوڑا سا بھی علم کا ذوق رکھتا ہے۔ بخلاف مخالف کے جو عنقریب آرہا ہے۔ تمام مناسک لکھنے والوں کے تمام مذاہب کی کتب

میں اس کا ذکر ہے اور اسے انہوں نے ان آداب زائر میں شامل کیا جس پر عمل اس کے لیے سنت ہے اور بعض زائرین قبر مبارک نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے اس آیت کو پڑھا اور نبی کریم ﷺ سے طلب استغفار کیا اور ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا جیسا کہ اس کا ذکر مورخین نے کیا اور ہم نے اس کی تفصیل سابق مذکور کتاب میں کر دی ہے چاہو تو اس کا مطالعہ کرو۔

**اعتراض:** یہ اس نہی کو ثابت کرتا ہے کہ آپ کی قبر یا گھر کو عید بنایا جائے۔

**جواب:** قبر نبوی ﷺ کے پاس آپ کے لیے دعا یا نفس زائر کے لیے دعا اگرچہ وہ طویل ہو جس پر اکثر علماء ہیں جیسے پیچھے گزرا تو یہ قبر کو کسی طرح بھی میلہ بنانا نہیں ہے بلکہ اس کا اس طریقہ پر میلہ بنانا ممنوع ہے کہ جب وہاں کوئی ٹھہر جائے اور وہاں لہو ولعب اظہار زینت اور ان چیزوں کا اجتماع ہو جو عیدوں پر جمع کی جاتی ہیں۔

**اعتراض:** مخالف کا صفحہ "۱۲۶" پر لکھنا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے اس کے اور غیر کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔

**جواب: مخصص کون ہے؟**

اہل قبور پر سلام کی مشروعیت کے حوالہ سے آپ کی قبر انور اور کسی دوسرے کی قبر میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اس پر وارد نصوص عام ہیں بلاشبہ یہ واحد مفہوم ہے جس کے افراد متعدد ہیں تو کونسا مخصص ہے جو منع کے ساتھ قبر نبوی ﷺ میں تخصیص اور آپ کے اور غیر کے درمیان فرق کرتا ہے جبکہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے: "جو بھی مجھ پر

سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح انور کو مجھ پر لوٹاتا ہے" اور ایک جماعت آئمہ مثلاً امام احمد، بیہقی اور ابوداؤد نے اسے قبر کے پاس سلام کے ساتھ مخصوص کیا اور آپ کی زیارت کی مشروعیت کو ثابت کیا جیسے اس کا اقرار خود مخالف نے پیچھے کیا ہے بلکہ شیخ موفق الدین بن قدامہ حنبلی صاحب مغنی نے ذکر کیا کہ امام احمد سے روایت ہے کہ یہ آپ کی قبر انور کے ساتھ مقید ہے اور اسے دور سے سلام کہنے والے پر محمول کرنا ہمارے علم کے مطابق کسی کا قول نہیں۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ جسے آپ کے صحابہ نے مشروع کیا اور اس پر عمل کیا وہ قبر انور کی زیارت سے منع ہے جیسے کہ دیگر قبور کی زیارت کی جاتی ہے۔ یہ آپ کے فضائل میں سے ہے اور یہ اُمت پر رحمت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کی تکمیل ہے۔ اور تمام اسلاف اس پر متفق ہیں کہ زائر آپ سے کوئی شے نہ مانگے نہ آپ سے وہ طلب کرے جو آپ کی حیات میں طلب کیا جاتا ہے اور جو قیامت میں طلب کیا جائے گا، نہ شفاعت نہ استغفار اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔

**جواب:** ہم نے پیچھے ان تمام دعووں میں اس کا جھوٹا ہونا بیان کیا ہے جن کی وجہ سے وہ اہل اسلام کے نزدیک ایسی مثل بنا جس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی قسم یہ چیزیں ان میں سے کسی سے بھی نقل کیے بغیر جرأت عظیمہ اور عذاب کبریٰ ہے۔

**اعتراض:** مزار حجرہ کے پاس آپ کے لیے دعا کرنا اور آپ پر سلام کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ اس ارشاد نبوی ﷺ میں داخل ہے جو آدمی بھی مجھ پر سلام کہتا ہے

اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں تو اسے انہوں نے اس لیے مستحب قرار دیا لیکن بعض نے اسے مستحب نہیں کہا۔ آگے چل کر لکھا کہ اس حدیث میں نہ سلام کہنے والے کی ثنا ہے اور نہ ہی مدح۔۔ (الخ)

## جواب: ظاہر حدیث کا مفہوم

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں اس بکواس سے جو اس آدمی نے ان جملوں میں کیا ہے اور مجھے اس پر اس کی پریشان کن بات سے کثیر تعجب ہوا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اس حدیث نبوی ﷺ ''جو بھی مجھ پر سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح طیبہ کو مجھ پر لوٹاتا ہے'' کا ظاہر عام ہے قبر کے پاس اور اس کے علاوہ سلام کہنے والے کو شامل ہے جیسے کہ اس نے اس کتاب میں دیگر مقامات پر اس کا اعتراف کیا۔ مثلاً صفحہ ''۱۷۲'' پر ہے کہ ناقدین کی ایک جماعت نے اسے قبر کے پاس سلام کے ساتھ مخصوص کیا اور انہوں نے اس کے ساتھ زیارت قبر کی مشروعیت ثابت کی۔ مثلاً امام بیہقی کہ انہوں نے عنوان قائم کیا ''باب زیارۃ قبر النبی ﷺ'' اور اس کے تحت یہ حدیث نقل کی۔

اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی ''سنن'' میں کہا جیسے صفحہ ''۵۰'' پر گزرا۔ اور صفحہ ''۱۴۵'' پر بھی اعتراف کیا کہ مراد قبر انور کے پاس سلام ہے اور پھر یہ اس کا تقاضا بھی ہے جس کی تفسیر امام بخاری کے ایک شیخ مقبری نے کی جس کا ذکر امام سبکی وغیرہ نے کیا اور اسے دور سے سلام کہنے والے پر محمول کرنا اور اس میں زائر سلام کہنے والے کو داخل نہ کرنا ہمارے علم کے مطابق کسی کا یہ قول نہیں۔

مخالف کا قول کہ بعض نے اسے مستحب اس لیے قرار نہیں دیا کہ وہ اس میں داخل نہیں۔ یہ مردود اور محض افترا ہے۔ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث مذکور اپنے مطلق ہونے کے باوجود اس کے مدلول کے افراد میں سے کوئی اس میں داخل نہ ہو اور اس فرد کے خروج پر کوئی دلیل نہ ہو کیا وہ نہیں یہ سمجھتا کہ جس چیز کا حکم دیا گیا وہ مطلقاً آپ پر صلوٰۃ وسلام ہے خواہ وہ بطور خطاب ہو یا غیبت ہو درود پڑھنے والا بعید ہو یا قریب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مبارک خطاب میں عموم رکھا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی | بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے |
| النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ | ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود |
| وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ ۲۲، الاحزاب:۵۶) | اور خوب سلام بھیجو۔ |

اور اسے ان لوگوں کے ساتھ مقید نہیں کیا جو قبر سے دور اور غائب ہوں اسی طرح جو صلوٰۃ وسلام کی فضیلت میں احادیث آئی ہیں وہ بھی اس درود والے کے ساتھ مقید نہیں اور نہ ہی ان سے حاضر ہونے والا زائر نکالا گیا ہے تو اس کے بعد اس کا یہ وہم کہ اس صلوٰۃ وسلام کا حکم ہے جو ردو جواب سلام کی موجب نہیں اور قبر کے پاس سلام تحیہ جو رد کا موجب ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس رسول پر افترا اور بلا دلیل سراپا جھوٹ ہے۔

اس سے وہ بنیاد ساقط ہو گئی جو اس نے بنائی کہ دور والے کا سلام جو موجب رد نہیں یہ افضل ہو گا اس سلام سے جو قریب سے اور موجب رد ہے کیونکہ اس کے کلام کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس خیال پر مبنی ہے کہ سلام جو کہ رد کا موجب نہیں یہ

ان میں سے ہے جس پر کتاب وسنت دلالت کرتا ہے اور سلام جورد کو لازم کرنے والے ہیں اس کا حال ایسا نہیں یہ خیال فاسد اور واضح طور پر تصنع ہے۔

اسی طرح اس کا خیال غلط ہے کہ پہلے سلام پر سلف کا اتفاق ہے جبکہ دوسرا اس طرح نہیں، کیا اس نے اس سلام کے بارے میں غور کیا جو جواب کا موجب ہے کہ وہ سلام کہنے والے کا حق ہے جیسے خود اس نے اس چیز کا اقرار کیا تو یہ سلام کہنے والے کے حق کی ادائیگی ٹھہرا اور یہ ہر سلام کہنے والے کے حق کے بارے میں ہے تو کیا عالم ہوگا تمام سلام کہنے والوں کے سردار کی قبر انور کے پاس جوان کا حق ادا کرنے والا ہے کونسی بڑی فضیلت ہے جو نبی مصطفیٰ ﷺ کی ادائیگی سے بڑی ہے اور یہ فضیلت غیر زائر سلام کرنے والے کو حاصل نہیں کیونکہ اگر چہ وہ صلوٰۃ وسلام پڑھتا اور اسے بجالاتا ہے جس کا حکم دیا گیا لیکن اس سے آپ ﷺ کے حق کی ادائیگی اس طرح نہیں ہوتی جو زیارت کرنے والے سے ہوتی ہے اس کے باوجود کوئی عقل مند کیسے کہہ سکتا ہے کہ سلام جو جواب کا موجب نہیں بنتا وہ افضل ہے اس سے جو جواب کا موجب بنتا ہے ہر کوئی لازمی کہے گا کہ یہ سینہ زوری اور قابل تردید ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام جن پر اللہ تعالیٰ کا دس دفعہ صلوٰۃ وسلام مرتب ہوتا ہے وہ غائب وبعید تک محدود نہیں بلکہ وہ ہر حاضر، قریب اور غائب وبعید کو شامل ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے اور اس کی مسلمان گروہوں میں سے اس مخص سے پہلے کسی نے مخالفت نہیں کی اور ہماری معلومات کے مطابق کسی نے یہ نہیں کہا یہ غیر زائرین کے ساتھ مختص ہے۔ اگر

کوئی اس کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے دلائل اربعہ میں سے کوئی ایک دلیل طلب کی جائے گی اور اس کا قول، عادل شہادت کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کا زائر کے سلام کا جواب دینا سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور غیر زائر کے سلام کا جواب دینے کے بارے میں علماء اُمت کے درمیان اختلاف ہے اگرچہ ظاہر سنت اس پر گواہ ہے تو معلوم ہو گیا کہ قبر کے پاس سلام عرض کرنے والا دونوں فضیلتوں اللہ تعالیٰ کا دس دفعہ سلام اور خود نبی کریم ﷺ کا جواب کو جمع کرتا ہے اور یہ چیز فخر کے لیے کافی ہے لیکن دور سے سلام کہنے والا یقینی طور پر ان فضیلتوں کو جمع نہیں کر پاتا تو ضروری ہے کہ زائر کا سلام غیر زائر کے سلام سے زیادہ فضائل کو جامع ہو۔ ایک اور شے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زائر کو بلاواسطہ سنتے ہیں اور غیر زائر کا سلام واسطہ سے جیسے پہلے آ چکا اور کچھ گفتگو اس پر آ رہی ہے۔ الغرض یہ قول "ایسا سلام جو جواب کا موجب نہ ہو افضل ہوتا ہے اس سلام سے جو جواب کا موجب ہو"۔ یہ نہایت ہی مردود ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا صفحہ "۱۲۷" پر یہ لکھنا کہ قبر انور کے پاس آپ پر سلام کہنا اس کے بارے میں شہر مدینہ میں مقیم صحابہ اور تابعین سے یہی معلوم ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے جب وہ مسجد میں داخل ہوتے اور اس سے نکلتے۔ (الخ)

**جواب: قبر انور کے پاس کثرت سلام**

یہ دعویٰ بلا حجت اور واضح مغالطہ ہے کیونکہ اس طرف سوائے امام مالک رحمہ اللہ کے کوئی نہیں گیا۔ کافی دفعہ اس کا رد پہلے گزر چکا ہے اور تین آئمہ، شہر مدینہ میں مقیم

لوگوں کے لیے باہر آنے والوں کی طرح کثرت سلام وقیام کو مستحب قرار دیتے ہیں کیونکہ خیر میں کثرت خیر ہی ہوتی ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے جو بلاشبہ شہر مدینہ کے مقیمین میں سے تھے اور ان پر کسی ایک صحابی نے بھی اعتراض وانکار نہیں کیا جبکہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کثیر تھے اور ان کے عمل سے بھی آگاہ تھے۔

اس لیے علامہ خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں لکھا یہی بات ایسا حق ہے جس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں اور علامہ قاری نے کہا کہ ممات کے حال کو کثرت میں حیات کے حال پر قیاس کرنا صحیح ہے اور یہ چیز بالاجماع مستحب ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۲۸'' پر لکھا، اگر یہ سلام آپ پر اس سلام کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح آپ دنیا میں تھے تو صحابہ کرتے جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوتے اور اس سے نکلتے جس طرح اگر وہ آپ کی حیات میں مسجد میں داخل ہوتے تو وہ ان کے لیے مشروع تھا جیسے ہی وہ آپ کو دیکھتے سلام کہتے۔

## جواب: سلام تحیہ کا موقع

یہ اس شخص کی عجیب بات ہے کیونکہ سلام تحیہ ہر ملاقات پر حیات میں ضروری ہے خواہ وہ دن میں ہزار دفعہ ہو اور سلام تحیہ، ممات کے بعد زیارت قبر کے تابع ہے یہ ہر مرتبہ لازم نہیں اور نہ ہی اس میں تکرار مسنون ہے بلکہ ایک ہی دفعہ کافی ہے ہاں آخرت کی یاد کے لیے اس میں کثرت مستحب ہے اور اس سے نفع پاتا ہے۔ جس کے یہ مناسب ہو ایک طائفہ کے ہاں جس میں امام غزالی بھی ہیں بالفرض اگر مان لیں تو

صحابہ کے داخل وخارج ہوتے وقت عدم سلام اس کی عدم مشروعیت اور مسئولیت لازم نہیں آتی جبکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے بطور سد الذریعہ نہ کیا ہو اور اس سے بچے ہوں جس سے صاحب شریعت نے بچنے کا حکم دیا یا ان اہم اُمور کی وجہ سے جنہوں نے انہیں مشغول کیا۔

علاوہ ازیں ہم کئی دفعہ پیچھے یہ ذکر کر آئے ہیں کہ کثرت بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کا ایک صحابی نے بھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے زجر کیا تو اس کے جواز پر اجماع سکوتی ہے اور اس مسئلہ میں یہ کافی ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ سنت اس کے لیے جو کسی قوم کے پاس آئے وہ آتے اور جاتے وقت سلام کہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور فرمایا کہ پہلا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں تو جب آپ دنیا میں تھے تو کوئی آپ کے پاس آتا تو سلام کہتا جب واپس جاتا تو سلام کہتا۔ یہ چیز قبر کے پاس مشروع نہیں اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

**جواب: سلام تحیہ کی مشروعیت**

یہ پہلی بات سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے کیونکہ حالت حیات، حالت ممات کا غیر ہوتی ہے۔ بہت ساری اشیاء حالت حیات میں مشروع لیکن بعد از ممات مشروع نہیں، تو سلام تحیہ حالت حیات میں ملاقات اور جدائی کے وقت دونوں پر مشروع ہے لیکن ممات کے بعد سلام تحیہ فقط ایک موقع پر مشروع ہے اور وہ ان دونوں میں پہلا ہے تو عدم مشروعیت سے پہلے کی عدم مشروعیت لازم نہیں آتی۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے بیرونی سفر کے وقت قبر کی زیارت کو جائز قرار دیا ہو اور ان کے لیے یا ان کے غیر کے لیے سفر سے واپسی پر جائز فرمایا ہو یا مسافروں کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور خارج ہوتے وقت زیارت قبر کا تکرار جائز کیا ہو۔ اہل مدینہ کے لیے مشروع نہیں تو ایسی شریعت آپ سے منقول نہیں۔ (الخ)

## جواب: قبر شریف کے پاس آنے کے حوالے سے

اس میں اس موضوع پر صحیح حدیث کے تناظر میں عالم مدینہ امام مالک کے حق میں سوءِ ادب ہے کیونکہ وہ اہل مدینہ اور اجنبیوں کے لیے فرق کے قائل ہیں اور یہ ثابت ہے کہ ادلہ شرع چار ہیں اور انہی کے معنٰی میں وہ لاحق چیزیں ہیں جو صحابہ کے آثار اور ان کا عمل ہے جیسے کُتب اُصول میں یہ چیز ظاہر ہے اور عنقریب ان میں سے کچھ کا ذکر آئے گا۔ اور کسی ایک نے یہ بات نہیں کی کہ ہر خاص جزئیہ کے بارے میں نص شارع کا ہونا ضروری ہے بلکہ وجود اس کی تکذیب کرتا ہے اور یہ باطل مغالطہ ہے جبکہ ان کا فعل بطور استحباب ہے اور ایسے آداب کا بطور استحسان کرنا جو ثواب کا موجب ہے جیسے اس پر کتاب وسنت شاہد ہے اور جو تمام مجتہدین نے کہا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام سے مفہوم ہے۔ جس سے ہر وہ شخص آگاہ ہے جو ان کے احوال جانتا ہے۔ ہم نے اس پر اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں ایسی تفصیلی گفتگو کی ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ دیگر کُتب میں نہیں۔ اسے ملاحظہ کیجیے۔

اعتراض: مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر سے واپسی پر سلام منقول ہے۔

## جواب: زیارت وسلام میں کثرت

مخالف کا یہ دعویٰ کہ یہ سلام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سفر سے فقط واپسی پر ہوتا اسے لفظ حصر کے ساتھ لانا باطل ہے کیونکہ امام بیہقی اور دیگر نے نقل کیا جیسے کہ قاضی کی ''الشفاء'' کی شروحات اور اس کے حاشیہ ''المدد الفیاض'' میں امام نافع سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر پر سلام کہتے ۔ میں نے انہیں سو بار یا اس سے زائد دفعہ دیکھا ''السلام علی النبی ، السلام علیٰ ابی بکر ، السلام علی ابی ''اور اس کا ظاہر بتاتا ہے کہ یہ ان کا معمول تھا اگر چہ وہ سفر سے نہ آتے کیونکہ انہوں نے سو سے زیادہ دفعہ سفر نہیں کیا تو ان کے بارے میں امام نافع نے یہ بیان کیا جب سفر سے آتے اور کبھی ان کا یہ حال بغیر سفر کے ہوتا۔ لہذا سفر پر اسے محمول نہ کیا جائے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ ، امام شافعی ، امام احمد آپ کی زیارت اور آپ پر سلام، مسافر اور مقیم مدینہ دونوں کے لیے کثرت کو مستحب قرار دیتے۔

امام مالک رحمہ اللہ اگر چہ مقیم مدینہ کے لیے مکروہ قرار دیتے لیکن وہ اسے اپنے قاعدہ سد الذرائع پر جاری کرتے ہیں لیکن یہ بھی قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گزرنے والوں کے لیے سلام عرض کرنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ الجامع لابن رشد ''میں ''شرح حبیبة ، سے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرنے والے کے بارے میں سوال ہوا کہ آپ کی رائے یہ ہے کہ جب بھی گزرے وہ سلام عرض کرے، فرمایا: ہاں!

میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ جب بھی گزرے سلام عرض کرے اور اکثریت لوگوں کی اسی پر ہے اور جب کوئی وہاں سے نہ گزرے تو میں اس کے بارے میں یہ نہیں کہتا۔

علاوہ ازیں ''مصنف عبد الرزاق'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے مخالف نے کئی دفعہ تمسک کیا کہ جب وہ سفر سے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو عرض کرتے ''السلام علیك یا رسول اللہ'' اور اس میں نہ الفاظ حصر اور نہ یہ کہ اس حالت کے علاوہ وہ قبر کے پاس آتے اور سلام کہتے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سفر سے آنے کے بعد وہ قبر کے پاس آکر شہر مدینہ میں اپنی مدت اقامت میں وہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سلام نہ کہتے یہ تو اتنا ہے کہ وہ سفر سے واپسی پر ہمیشہ سلام کے لیے حاضر ہوتے کیونکہ اس حالت میں زیارت وسلام بطور استحباب اور بلا شبہ ادب کے زیادہ لائق ہے تو اب مخالف اپنے باطل قیاس پر اس سے کوئی استدلال نہیں کر سکتا اور اس نے آئندہ مقامات پر مطلقاً اس میں تکرار سے کام لیا ہے۔

علاوہ ازیں کثیر صحابہ کا قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا اور آپ کے حجرہ کے دروازے پر کھڑا ہونا اور سلام کہنا ثابت ہے۔ سفر کے لیے نکلتے وقت اور سفر سے واپسی پر اور اس کے علاوہ میں ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔

البتہ جو ''تواریخ'' اور آثار کی کتب سے جاہل ہے اور کتب احادیث کا مطالعہ نہیں رکھتا ہم نے صرف کچھ کا ذکر پیچھے کیا ہے اور مخالف نے آنے والی گفتگو میں اعتراف کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر سے واپسی کے علاوہ بھی زیارت وسلام کے لیے

کثرت سے حاضر ہوتے تو یہ تو خود اس کی گفتگو میں تضاد ہے جیسے عنقریب آرہا ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ لکھنا کہ یہ نہ تو خلفاء اربعہ کا عمل ہے اور نہ ہی اکابر صحابہ کا۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا حجت ہے اس کا رد پیچھے گزر چکا ہے اور بطور تسلیم اس کا جواب اس گفتگو میں ہے جو صفحہ "۴۹، ۱۱۳، ۱۱۴" کے بارے میں آئی ہے اور کچھ گفتگو بعد میں آ رہی ہے تو غفلت اختیار نہ کی جائے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت معمر نے کہا کہ یہ بات میں نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کا یہ فعل نہیں۔

## جواب: صحابہ کا اجماع

ہم نے پیچھے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قبر انور کے پاس سلام کہنا حضرت ابن عمر اور دیگر سلف سے ثابت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس پر کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا جبکہ وہ اس سے آگاہ تھے اور اسے جانتے تھے تو یہ ان صحابہ کا اس کے جواز پر اجماع سکوتی ہو گیا اور وہ اس مسئلہ میں کافی ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ قول کہ ہم نہیں جانتے۔۔۔ (الخ) سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ واقعہ نفس الامر میں نہ ہو اور اگر ہم اسے تسلیم کریں تو پھر یوں کہا جائے گا کہ ان کے عدم فعل سے اس فعل کی عدم مشروعیت لازم نہیں آتی کیونکہ ممکن ہے کہ یہ سد الذریعہ کے طور پر ہو یا ان کی ایسے اُمور میں مشغولیت کی وجہ

سے ہو جو اس سے اہم ہوں اسی طرح کی گفتگو اس کے بعد آنے والے کلام میں ہے۔

**اعتراض:** مخالف کا یہ لکھنا کہ جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مقام نماز نبوی تلاش کرتے اور گزرنے کے لیے یہ مقام تلاش کرتے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور سفر میں وہاں آپ نے پڑاؤ کیا جبکہ جمہور صحابہ ایسے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے عمل سے منع کیا کرتے جیسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا کہ ہمیں ابو معاویہ نے اعمش سے یہ بیان کیا۔ (الخ)

**جواب:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس سے منع کرنا اور ناپسند جاننا صرف سد الذریعہ کے طور پر تھا اس سے جہال فتنہ میں نہ پڑ جائیں یا ان کا عقیدہ فاسد ہو جیسے ان کے بیٹے عبداللہ کا عمل ہے تو انہوں نے وہ درخت کٹوایا جس کے نیچے آپ نے بیعت لی تھی تا کہ لوگ قرب عہد جاہلیت کی وجہ سے فتنہ میں نہ پڑیں اور حضرت عبداللہ اس سے محفوظ تھے تو ان کے درمیان کوئی منافات نہیں اور ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جن جہال نے ایسے عمل پر اعتراض کیا۔ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے جو منقول ہے وہ اس کے مخالف ہے جو فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا کہ مقام نماز، پڑاؤ اور اس راستہ کو اختیار کرتے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑاؤ ہوا اور آپ تشریف فرما ہوئے۔ امام مالک رحمہ اللہ سد ذرائع کے قاعدہ پر قائم رہے اور قاضی عیاض نے اس چیز کے استحباب پر باقی آئمہ کی موافقت کر کے اس کی مخالفت کی جیسے انہوں نے اس قاعدہ مذکورہ کے عدم قول کی تصریح کی یا اس لیے کہ یہ ہر مقام پر مقبول نہیں جیسے کہ مالکیوں میں سے شیخ

قرافی نے اس میں تحقیق کی۔ قاضی عیاض کے "الشفاء" میں یہ الفاظ ہیں "آپ کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے تمام آثار دیگر مقامات اور رہائش کی عزت کی جائے اور جسے آپ نے چھوایا آپ کا دست مبارک لگا"۔

**اعتراض:** مخالف نے صفحہ "۱۲۹" پر لکھا کہ جس چیز پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کا اتفاق ہے کہ اہل مدینہ کے لیے برائے سلام قبر پر کھڑا ہونا مستحب نہیں جب وہ مسجد میں داخل ہوں اور نکلیں بلکہ یہ چیز مکروہ ہے۔ اس سے ان کی دلیل کا ضعف ثابت ہو گیا جنہوں نے اس ارشاد نبوی ﷺ سے استدلال کیا "جو شخص بھی مجھ پر سلام کہتا ہے"۔

**جواب:** یہ دعویٰ مغالطہ، ایہام اور ایسے تناقضات پر مشتمل ہے۔ جس پر تحقیقی گفتگو اوپر قریب ہی گزری ہے جو اس نے ثبوت دلیل کا دعویٰ کیا اس کا بطلان اس طرح واضح ہے اور جس کا ذکر اس نے بعد میں کیا ہے۔

**اعتراض:** یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ممنوعات میں سے جیسے اس پر دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں۔

**جواب:** اس میں عجیب مغالطہ ہے، نہی پر دلالت کرنے والی احادیث کہاں ہیں اور کس نے انہیں نقل کیا؟ اور وہ کونسی کتاب میں ہیں؟ ہم ایسے عظیم افترا سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

**اعتراض:** علاوہ ازیں اس حدیث کا جواب یہ ہو گا کہ اسے ضعیف قرار دیا جائے ان کے قول پر جنہوں نے اسے ضعیف کہا۔

## جواب: حدیث کا صحیح ہونا

مذکورہ حدیث کی سند حسن بلکہ صحیح ہے اس کا ذکر امام نووی نے "کتاب الاذکار" وغیرہ میں کیا۔ علامہ ابن حجر نے "الجوھر المنظم" میں اس حکم کو ثابت رکھا اور کہا، اس میں تنازعہ کیا گیا ایسی چیز کے سبب جو قدح کا سبب نہیں۔

**اعتراض:** یہ فضیلت رسول اللہ ﷺ کو لازم کر رہی ہے نہ جواب سلام پانے والے کی فضیلت پر۔

**جواب:** پیچھے تم کئی دفعہ اس کا رد پڑھ چکے ہو جو ہم نے صفحہ "۱۰۹، ۱۱۳، ۱۲۶" پر کیا۔

**اعتراض:** لیکن توجیہ کہ حدیث میں سلام کہنے والے کی نہ ثنا ہے نہ مدح نہ اس میں کوئی شوق دلانا ہے۔

## جواب: سلام عرض کرنے والے کا شرف

یہ گفتگو غفلت کی وجہ سے صادر ہوئی کیونکہ جب اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور کے پاس سلام کہنے کا جواب خود دیتے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ یہ سلام اس میں داخل ہے جس کا حکم دیا گیا اور اس پر وہ چیز مرتب ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کیا تو اس سے زیارت اور سلام کرنے والے کا شرف ثابت ہوتا ہے۔ اس سے بڑا فضل کیا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص پر اس کا رب دس یا سو دفعہ سلام فرمائے جیسے کہ روایت میں ہے اور خود اسے سید الاوائل والآواخر مخاطب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جو شخص اس سے محروم ہے وہ تمام خیر سے محروم ہے۔

علاوہ ازیں مخالف نے عنقریب آنے والے صفحہ "۱۳۰" پر تسلیم کیا ہے کہ حدیث مذکور میں آپ پر سلام کہنے والے کی مدح ہے تو اس نے اپنے ساتھ ہی تناقض اختیار کیا۔ فرمان نبوی ﷺ: "الا رد اللہ علیّ روحی فارد علیہ السلام" کی شرح میں روح سے مراد آرام پانا ہے جیسے اس ارشاد الٰہی میں ہے:

فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔ (پ ۲۷، الواقعہ:۸۹)

جب "را" پر پیش پڑھی جائے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کو سلام کہنے والے سے راحت، خوشی اور بشاشت حاصل ہوتی ہے جو آپ کو متوجہ کرتی ہے کہ آپ اس کا جواب دیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ روح سے مراد رحمت حادثہ وعارضہ ہے اور وہ صلوٰۃ وسلام کا ثواب ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قلب نبوی ﷺ میں موجود رحمت ہے بعض اوقات آپ اس پر ناراض ہوتے ہیں جن کے گناہ بڑے ہوں جب اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ کی رحمت لوٹ آئی تو اس کا خود جواب دیا اور اس سے صادر شدہ چیز اس جواب سے مانع نہ بنی۔ یہ تین ان بارہ وجوہات میں سے ہیں جو حافظ جلال الدین سیوطی نے اس مذکور حدیث کے بارے میں اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء" میں ذکر کیں۔ اور انہوں نے اس پر خوب وعمدہ لکھا جیسے ان کی دیگر تصانیف میں طریقہ وعادت ہے۔

امام خفاجی نے "نسیم الریاض" میں لکھا جو بلا تکلف حدیث کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور شہداء زندہ ہیں اور انبیاء کی حیات زیادہ

قوی ہے اسی لیے کہ ان پر زمین مسلط نہیں ہوتی اور وہ سونے والوں کی طرح ہوتے ہیں اور سونے والا بیداری تک نہ سنتا ہے نہ بولتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں۔

(پ۲۴، الزمر: ۴۲)

رد سے مراد آیت میں (ارسال) چھوڑ دینا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ جب آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں واسطہ کے ساتھ یا بلا واسطہ تو آپ بیدار ہو کر جواب دیتے ہیں کیونکہ آپ کی مبارک روح بوقت موت قبض ہوئی پھر اسے پھونکا اور لوٹایا گیا جیسے دنیا کی موت وحیات اور آپ کی روح انور خالصتاً نورانی ہے اور یہ اس کے لیے ہے جو مزار عالی کی زیارت کرتا ہے اور جو آپ سے دور ہے فرشتے اس کا سلام پہنچاتے ہیں۔ اس میں کوئی اشکال نہیں مگر اس کے لیے جو غور نہیں کرتا۔

یہ تمام چیزیں زیارت کرنے والے کے شرف وفضل پر گواہ ہیں اور اس سے وہ تمام خرافات ساقط ہو جاتی ہیں جن پر مخالف نے یہاں طویل گفتگو کی۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۳۰" پر اس نے لکھا، آپ پر سلام کہنے کے لیے کوئی فضل باقی نہیں رہا کیونکہ جواب کے ساتھ پورا بدلہ حاصل ہو گیا۔

## جواب: یہ قابل رشک چیز ہے

یہ اس سے زیادہ عجیب ہے جس کا ذکر اس نے پہلے کیا کیونکہ نبی کریم ﷺ سے حصول بدلہ ایسی توجہ اور لطف کو لازم کرتا ہے جس میں مسابقت سے کام لیا جائے اور یہ ان چیزوں میں ہے جن پر رشک کیا جائے۔ لیکن فرمان الٰہی ہے:

وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ‎(پ۱۸، النور:۴۰)‏ اور جس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہ کرے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

**اعتراض:** جس عمل کو آپ کی قبر انور کی زیارت کہا جاتا ہے وہ آپ کی مسجد میں ہی ہو گی نہ کہ خارج از مسجد۔

**جواب:** یہ مردود ہے کیونکہ اس سے نہیں لازم آتا کہ یہ ان چیزوں کی جنس سے ہو جو دیگر مساجد میں مشروع ہوں۔

**اعتراض:** یہ چیز بھی اسے واضح کرتی ہے کہ کسی ایک صحابی سے معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کی قبر انور کی زیارت کا نام لیا ہو۔

**جواب:** اس پر تفصیلی گفتگو صفحہ "۴۵" پر گزر چکی ہے یہ محض تکرار ہے جو مخالف نے حسب عادت کیا۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۳۱" پر لکھا، اس آنے اور وارد ہونے والے کے لیے اس کا استحباب کی اس کے ساتھ تشبیہ ہے جو حاجیوں کے ساتھ مکہ پہنچنے پر مشروع ہے۔

**جواب: یہ مشروع و مطلوب ہے**

اس میں کوئی ضرر نہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک مشروع و مطلوب ہو اور اس وقت اس طرف توجہ نہیں کی جائے جو اس نے یہ وہم ڈالا کہ بیت مخلوق کی بیت خالق کے ساتھ تشبیہ ہو جائے گی بلکہ یہ اسی طرح ہے جو علماء کہتے ہیں کہ مقیم لوگوں کے لیے مکہ میں نفل افضل اور آنے والے مسافروں کے لیے طواف افضل ہے تو اُمور مشروعہ کو

خرافات کے ساتھ رد کرنا صحیح نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۳۶" پر لکھا جو لوگ قبور کی طرف حج کرتے ہیں اور فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر کو پکارتے ہیں وہ رسول کے نافرمان، رب کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس توحید کو فوت کرنے والے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور رسول پر ایمان کو بھی۔

**جواب:** پیچھے کئی دفعہ اس باطل دعویٰ پر گفتگو گزر چکی ہے۔ دیکھئے صفحہ "۳۶، ۵۱، ۷۳" ان صفحات کو ملاحظہ کیجیے اگر وہ چیزیں آپ کے تصور میں نہیں۔

**اعتراض:** صحابہ نہیں جاتے تھے کہ جانب حجرہ کھڑے ہو کر آپ پر وہاں سلام پڑھیں

**جواب:** اس بات کی تکذیب کتب حدیث اور تواریخ کرتی ہیں جیسے کہ ان میں سے کچھ پیچھے گزرا ہے۔ لہذا اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۳۷" پر لکھا، زائد کا حکم مزید کا حکم ہوتا ہے تو کہا کہ اس بارے میں آثار وارد ہیں کہ آپ کی مسجد میں اضافہ کا حکم مزید کے حکم میں ہے اور اس زائد میں نماز کا ثواب ہزار نماز کے ثواب کے برابر ہے جیسے مسجد حرام کا اضافہ بھی حکم مزید میں ہے۔

**جواب: لفظ ھذا کا ہونا**

اس سلسلہ میں آپ کی مسجد کے بارے میں وارد آثار تمام اس قدر شدید ضعیف ہیں کہ ان پر فضائل اعمال میں عمل نہیں کیا جائے گا جیسے حافظ سخاوی نے "المقاصد الحسنۃ" میں اور دیگر نے اس کا ذکر کیا۔ اس حدیث صحیح "صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام" میں اشارہ ہے: کہ خصوصی

اس وقت موجود جگہ مراد ہے اس میں اضافہ مسجد داخل نہیں اور نہ ہی اس کے دخول پر کوئی دلیل موجود ہے۔ بخلاف مسجد حرام اس کا نام باقی اور اس کے ساتھ اشارہ (ھذا) موجود نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ تسمیہ کے ساتھ اشارہ جمع ہو جائے تو تسمیہ لغو ہو جاتا ہے۔ اس کی تائید فقہاء کا باب قسم میں یہ قول کرتا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں اس مسجد میں داخل نہیں ہوں گا۔ اس مسجد میں اضافہ کیا گیا اس حصہ میں اگر وہ داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔ جب تک وہ یہ نہ کہے کہ میں فلاں قبیلہ کی مسجد میں داخل نہیں ہو گا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے نسبت پر قسم کی بنیاد رکھی اور یہ اضافی حصہ میں موجود ہے دیکھیے ''البدائع'' اس کی تائید وہ چیز بھی کرتی ہے جس کا ذکر ہمارے اصحاب نے ''باب صلاۃ الجماعۃ'' میں کیا۔ جب کسی نے اس زید کی اقتدا کی نیت کی تو وہ عمر نکلا تو اس کی نماز اشارہ کی رعایت کی وجہ سے صحیح ہو گی کیونکہ جب اشارہ کا تعارض عبارت سے ہوگا تو اشارہ کی رعایت کی جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر کی ''الجوھر المنظم'' میں عبارت یہ ہے کہ نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز اس حصہ میں پڑھے جو آپ کی حیات میں مسجد تھی کیونکہ حدیث صحیح، میں مذکورہ کئی گنا ثواب پہلی کے ساتھ مختص ہے جیسے اس کا ذکر امام نووی نے کیا اور اس کی موافقت امام سبکی اور ابن عقیل حنبلی نے کی۔ اس پر شیخ ابن تیمیہ نے اعتراض کیا اور طویل گفتگو کی اور محب طبری نے اور کئی آثار لائے جن کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اور دیگر نے یہ دلائل دیئے:

**پہلی دلیل:** امام نووی نے مسجد مکہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ کئی گنا ثواب اس کے ساتھ

مخصوص نہیں جو عہد نبوی ﷺ میں موجود تھی۔

**دوسری دلیل:** حدیث مذکور میں اشارہ ان دیگر مساجد کو خارج کرنے کے لیے ہے جن کی نسبت آپ کی طرف ہے۔

**تیسری دلیل:** امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: خصوصیت نہیں ہے اور لکھا کہ آپ نے اطلاع دی ہے ان چیزوں کی جو آپ کے بعد ہونگی تو آپ کے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا تو آپ نے مابعد ہونے والے واقعات کو جان لیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خلفاء راشدین مہدیین صحابہ کی موجودگی میں اس میں اضافہ کی اجازت نہ دیتے جبکہ ان کا کسی نے رد نہیں کیا۔

## اعتراضات ودلائل کا جواب

میں نے حاشیہ میں امام نووی کی معاونت کرتے ہوئے ان اعتراضات کے ذکر کے بعد لکھا کہ تم جانتے ہو کہ ایسے اُمور کلام مصنف کے رد بلکہ اس کے ضعف کا تقاضا نہیں کرتے اس لیے کہ وہ پہلے کا جواب دے سکتے ہیں کہ اشارہ، موجود اور تعین پر اس الف لام سے دلالت میں اقویٰ ہے جو فرمان نبوی ﷺ ''المسجد الحرام'' میں ہے اور اس سے خبر مذکور کا استثناء اس کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس میں نص نہیں۔

ایک چیز میرے مذکورہ جواب پر یہ دلالت کرتی ہے اس بارے میں قوی اختلاف ہے کہ مراد مسجد سے تمام حرم ہے لیکن یہاں اس کی مثل نہیں کہا جبکہ ہر کوئی جانتا ہے ایسا اطلاق قرآن میں مشہور کثیر ہے تو سنت میں بطریق اولیٰ ہوگا۔

دوسرے کا جواب یہ ہے کہ ان کا قول ''انما ھی لا خراج غیرہ '' (الیٰ آخرہ) خلاف ظاہر ہے جس کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا اس سے احتجاج کرنا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سکوت کیا اس میں احتمال ہے کہ وہ اس میں شہر مدینہ میں لوگوں کی کثرت کی مصلحت جانتے ہوں تو انہوں نے اژدحام سے خوف کیا۔ خلفاء راشدین نے اسے وسیع کیا اور باقی صحابہ نے اس کو ثابت رکھا۔ یہی احتمال قریب بلکہ ظاہر ہے اور ایسا عملی واقعہ اس احتمال کے علاوہ استدلال کو ساقط کرتا ہے۔ پھر میں نے شیخ ولی الدین عراقی کی ''شرح تقریب اسانید'' میں دیکھا کہ انہوں نے مصنف کی بات پر جزم کا اظہار کیا اور ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' کی اس روایت سے اشکال ذکر دیا۔ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اضافہ سے فارغ ہوئے تو کہا اگر یہ ذوالحلیفہ تک چلی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی مسجد ہوگی۔

(کشف الخفاء: ۲۔۲۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''اگر اس مسجد میں اضافہ کیا گیا تو جو اضافہ کیا جائے گا وہ تمام میری مسجد ہوگی'' دوسری روایت میں ہے: ''اگر یہ مسجد صنعاء تک بنادی گئی تو وہ مسجد ہی ہوگی''

(سبل السلام: ۲۔۲۱۶)

پھر لکھا: اگر یہ صحت کے ساتھ ثابت ہو تو یہ خوبصورت بشارت ہے اور دیگر اہل علم نے کہا، ان میں سے کوئی شے صحیح نہیں یعنی امام نووی پر اس وقت کوئی اعتراض نہیں

بلکہ سابقہ حدیث "وھو مسجدی ھذا" کا ظاہر اس کی تائید کر رہا ہے۔ دیگر اہل علم نے یہ تصریح کی ہے کہ جو بطور مرفوع وموقوف مذکورہ زیادات کے بارے میں مروی ہے وہ تمام ضعیف ہے تو امام نووی کا قول صحیح اور سالم ہے۔

احیاء علوم الدین، میں امام غزالی کا قول کہ مدینہ منورہ میں اعمال صالحہ پر ثواب کئی گنا ہے۔ پھر نماز والی سابقہ حدیث ذکر کی اور کہا، اسی طرح شہر مدینہ میں ہر عمل کا ثواب ہزار گنا ہے اور اس پر بعض مالکیوں نے بھی تصریح کی ہے۔ اس پر شاہد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت ہے جسے امام بیہقی نے نقل کیا ہے: "میری اس مسجد میں جمعہ مسجد حرام کے علاوہ ہر جمعہ کی نسبت ہزار گنا ہے اور میری اس مسجد میں رمضان کا مہینہ مسجد حرام کے علاوہ ہر مسجد کے ماہ رمضان کے علاوہ ہزار گنا ہے"۔

(شعب الایمان: ۳۔۴۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

علامہ محقق مذکور نے اسے محل نظر قرار دیتے ہوئے لکھا کہ حدیث میں کئی گنا ثواب کو مسجد کے زائد حصہ کی طرف متعدی کرنا ثابت نہیں چہ جائیکہ باقی شہر مدینہ کی طرف۔ اور مسجد میں روزے کا وقوع بعید نہیں کیونکہ یہ فجر سے غروب تک رکنا ہے اور اس کا وقوع مسجد میں ہر ایک کے لیے آسان ہے اور فرض اور نفلی نمازیں کئی گنا ثواب میں کوئی فرق نہیں ہاں اس میں بعض مالکی اور احناف کا اختلاف ہے اس سے اس کا سقوط ہو جاتا ہے جیسے مخالف نے اس مقام پر اپنے شیخ سے نقل کیا۔

اعتراض: اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ وہ صف اول میں نماز پڑھتے جس پر اضافہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اور اسی پر تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

## جواب: صف میں تقدم افضل

یہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ اس کا مخالف کہہ سکتا ہے کوئی شخص جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو پہلی صف میں تقدم پھر اس سے متصل صف میں تقدم افضل ہے جیسے کہ ''ایضاح'' از نووی میں ہے کیونکہ اس میں فضیلت ذات عبادت سے متعلق ہے۔ اور وہ اس کے مکان سے متعلقہ چیز پر مقدم ہے۔ اس لیے کہ پہلی صف کو پورا کرنا اور اس کے ساتھ متصل کو پورا کرنے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو پہلی صفوں میں کھڑے ہوں جیسا کہ اسے امام ابو داؤد اور نسائی نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

امام احمد اور طبرانی اور دیگر محدثین کے ہاں روایت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف اور دوسری صف پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ (مسند احمد: ۵۔۲۶۲)

یہ الفاظ بھی ہیں: ''جس نے صف کو جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا جس نے صف کو توڑا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا''۔ اسے امام احمد، ابوداود، نسائی اور ابن خزیمہ نے نقل کیا۔ (صحیح ابن خزیمہ۔۳۔۲۳) یوں بھی روایت ہے: ''جو ہمیشہ صف اول سے پیچھے ہوتے جائیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ ان کو آگ میں پھینک دے گا''۔ اسے امام ابو داود، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا۔ (سنن ابوداود: ۱۔۱۸۱)

اسی لیے علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوھر المنظم ''میں فرمایا: ہر نماز کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں افضل وہ مبارک جگہ ہے، جہاں نبی کریم ﷺ وفات تک نماز ادا کرتے رہے جب تک اس کے ساتھ پہلی صف اور اس سے متصل صف کا تعارض نہ ہو ورنہ اس کی طرف تقدم افضل ہے بخلاف اس کے جس کی طرف شیخ زرکشی نے اشارہ کیا۔

قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں لکھا: ''سب سے محبوب جگہ مسجد نبوی ﷺ میں نوافل کے لیے ستون حنانہ کے پاس آپ کی جائے نماز ہے البتہ فرائض میں صفوں کی طرف تقدم افضل ہے جیسے کہ امام خفاجی نے اس کی شرح میں لکھا''۔

**اعتراض: اگر زائد کا حکم آپ ﷺ کی مسجد کا نہ ہو تو وہ نماز غیر مسجد نبوی میں ہوگی؟**

## جواب: شارع کی طرف سے دلیل

اضافی حصہ میں نماز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا حکم آپ ﷺ کی مسجد کا ہو کیونکہ یہ اضافہ اس مصلحت کے پیش نظر ہوا کہ کثرت کیوجہ سے لوگوں کا اژدحام ہو جاتا جیسے اُوپر گزرا۔ اور اس کا آپ کی مسجد کے حکم میں ہونا، شارع سے ایسی دلیل پر ثابت ہوگا جو ظن و معارض سے سالم ہو اور وہ موجود نہیں۔ اس بارے میں رائے نہیں چل سکتی۔ رہے آثار جن کا مخالف نے ذکر کیا ان کے ساتھ استدلال درست نہیں۔ مخالف کا باقی کلام ہولناک اور غیر نافع ہے جس میں تابعین کے عمل پر طعن کی بو ہے اس اقرار کے ساتھ کہ صحابہ موجود تھے جب حجرہ انور کو مسجد نبوی ﷺ میں داخل کیا تو

اس پر ان کا اجماع اور اب تک تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔فیه ما فیه فتامله۔

اعتراض: اگر سلام تحیہ جس کا جواب مسجد میں اگر مشروع ہے تو اس کی حد ایک ہاتھ، دو ہاتھ یا تین ہاتھ ہوگی کوئی فرق نہیں کہ اس جگہ میں جس میں سلام مستحب ہو یا اس مکان جس میں مستحب نہ ہو۔

جواب: سلام قبر انور کے پاس مطلقاً مشروع و مستحب ہے۔ظاہر یہی ہے کہ قریب کی حد عرف پر مبنی ہے جیسے ہم حافظ ابن حجر سے نقل کریں گے اگرچہ بعض نے اس کی حد بندی کی ہے جو آرہا ہے۔

اعتراض: اگر یہ کہو کہ مغربی دیوار سے سلام والے کا آپ جواب دیتے ہیں تو بتایئے خارج مسجد کا یہی حکم ہے تو اب اس میں فرق کیا ہے؟

جواب: مطلق رد و جواب میں جمہور کے ہاں کوئی فرق نہیں۔اگرچہ یہاں ایک اور جہت سے یہاں صبح کی طرح فرق واضح ہے کہ زیارت کرنے والے کے سلام کا آپ ﷺ کا خود جواب دینا امر واقع ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور زائر کے علاوہ کے سلام کے جواب میں علماء ماہرین کا اختلاف ہے اگرچہ ظاہراً سنت اس پر گواہ ہے جیسے گزرا۔

اعتراض: صفحہ ''۱۴۰'' پر لکھا، لازم آتا ہے کہ آپ تمام اہل زمین کا جواب دیں اور ہر نمازی کا جو آپ پر درود شریف پڑھنے والا ہے جیسے بعض اہل مغالطہ نے گمان کیا اور اس چیز کا باطل ہونا واضح ہے۔

## جواب: یہ لزوم صحیح و درست ہے

یہ لزوم صحیح و درست ہے نہ یہ باطل ہے اور نہ غلط کیونکہ اس پر وہ کثیر احادیث دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر محقق ابن حجر نے اپنی ان دو کتب ''الدر المنضود'' اور ''الجوہر المنظم'' اور دیگر اہل علم نے ان کے علاوہ کتب میں کیا۔ خصوصاً یہ حدیث مبارکہ ''جو کوئی بھی مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے'' کیونکہ اس کا ظاہر ہر زمان و مکان میں آپ پر سلام پڑھنے والے کو شامل ہے اور اس کا مخالف نے بھی اعتراف کیا ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حدیث مطلق ہے اور اس کے تحت اس کے مدلول افراد میں سے کوئی داخل نہ ہو جس کے خروج پر کوئی دلیل نہ ہو اسی لیے امام ابوالیمن بن عساکر نے لکھا:

اذا جاز ردہ صلی اللہ علیہ وسلم علی من یسلم علیہ من الزائرین لقبرہ الشریف جاز ردہ علی جمیع من یسلم علیہ من جمیع الآفاق من اُمتہ علی بعد شقتہ

آپ ﷺ کا قبر مبارک کی زیارت کرنے والے لوگوں کے سلام کا جواب دینا جب جائز ہے تو ان تمام لوگوں کا جواب دینا بھی جائز ہو گا جو اُمت تمام آفاق میں آپ کو سلام کہتی ہے باوجود ان کے دور ہونے کے

یعنی جب احادیث مبارکہ سے بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں اور یہ عادتاً محال ہے کہ کوئی وقت رات یا دن میں کسی ایک کے سلام کہنے سے خالی ہو۔ ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ زندہ ہیں اور اپنے مقام

کے مناسب معارف ربانی اور مراتب رحمانی سے رزق پاتے ہیں جیسے وفات سے پہلے پاتے تھے اور آپ قبر انور میں اسی طرح محظوظ ہوتے ہیں جیسے وصال سے پہلے ہوتے۔ آپ کے روح مبارک کی غذا بننے کی وجہ سے اسے رزق سے تعبیر کیا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ ظاہری نعمتوں کی طرح باطنی نعمتوں کو شامل ہے جیسے حیات اور بعد الموت کو شامل ہے۔ آپ کے جسم اقدس کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کا معاملہ ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

## جواب سننے کا شرف

عارف باللہ سید علی بن علوی کے بارے میں ہے کہ جب نماز میں عرض کرتے ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' تو اس میں تکرار کرتے حتی کہ وہ نبی کریم ﷺ کا جواب سنتے ''وعلیك السلام یاشیخ'' (شیخ آپ پر سلام ہو) اس کا تذکرہ امام ابن فضل طبری نے ''القواصم الهاشمات'' میں کیا۔

**اعتراض:** ان میں سے بعض حجرہ کے قرب کو مستحب قرار دیتے ہیں جیسے اسے امام مالک وغیرہ نے مستحب قرار دیا لیکن یہ پوچھا جائے گا کہ اس قرب کی حد کیا ہے؟

## جواب: قرب کی حد

اس کی حد اس کی ضد کی حد سے معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اشیاء اپنی اضداد سے ممتاز ہو جاتی ہیں۔ علامہ محقق ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' میں لکھا: کہ حجرہ انور سے چار ہاتھ دوری ''احیاء علوم الدین'' میں مذکور ہے جیسے دیگر اہل علم نے کہا:

اور یہ کم سے کم مرتبہ بُعد کا بیان ہے تو اس سے کم قرب مذکور کی حد ہوگی۔ پھر یہاں پر مخالف کا یہ اعتراف کرنا کہ حجرہ انور کے قرب کو امام مالک اور دیگر نے مستحب قرار دیا یہ اس چیز کی تکذیب ہے جو صفحہ "۱۲۱" پر اس نے لکھا کہ نص اور اجماع سے اس کی ممانعت ثابت ہے جیسے پیچھے اس پر تنبیہ گزری ہے۔ لہذا غفلت اختیار نہ کریں۔

**اعتراض:** امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے جن لوگوں نے بھی اس کی مقدار معین کی وہ چار ہاتھ ہے۔

## جواب: امام اعظم سے نص موجود

اس کی مقدار "احیاء علوم الدین" میں امام غزالی نے "الایضاح" میں امام نووی نے بھی چار ہاتھ مقرر کی اور امام عز بن عبدالسلام نے تین ہاتھ جیسے "الجوھر المنظم" میں ہے۔ یہ تمام شافعی ہیں۔ مخالف کا اصحاب ابوحنیفہ پر اکتفا کرنا ان کے ساتھ اختصاص کا وہم ڈالتا ہے تو اسے اطلاع نہیں جو غیر احناف نے کہا ہے یا یہ بطور اس تمہید کے ہے، جس کا وہ عنقریب یوں ذکر کرے گا وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کے سلام کے وقت ہے۔ (الیٰ آخرہ)

کئی دفعہ پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ چیز ان کے محققین کے ہاں مردود ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس کے خلاف نص موجود ہے۔

**اعتراض:** یہ چیز واللہ اعلم متقدمین نے کہی کیونکہ اس سے مقصود وہ سلام ہے جس کا حکم قرآن نے صلوٰۃ کی طرح دیا۔ اس سے مقصود وہ سلام تحیہ نہیں جس کے جواب کا ہم ارادہ کرتے ہیں۔

**جواب:** ان تمام کی عبارات اس کی تکذیب کرتی ہیں جب انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس سے مقصود سلام تحیہ ہے جو قبر انور کے پاس زیارت کرنے والے سے مطلوب ہے کیا اس نے باب زیارت النبی ﷺ میں ان کی تحریرات کا مطالعہ نہیں کیا۔

**اعتراض:** کیونکہ اس (سلام تحیہ) میں اس قدر بُعد مشروع نہیں۔

## جواب: حالت حیات کا قرب

اس میں یوں مشروع ہے کہ اس پر عرفاً صادق آئے کہ یہ قبر کے پاس ہے کیونکہ یہی ادب کے زیادہ مناسب ہے۔ امام نووی نے ''الایضاح'' میں ذکر کیا کہ ان درست باتوں میں جن پر علماء کا اتفاق ہے جیسے آپ سے کوئی بعید رہتا کہ اگر وہ آپ کی حیات میں حاضر ہوتا، اس کی تائید ہمارے علماء کا یہ قول کرتا ہے کہ میت کی زیارت کرنے والا اس کے قدر قریب ہو سکتا ہے جیسے حیات میں اس کے قریب ہوتا تھا۔ اب یہ چیز اشخاص اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگی۔

**اعتراض:** آپ نہیں سنتے تھے جبکہ آواز عادت کے مطابق ہوتی۔

## جواب: حالت برزخ اور حالت حیات

اس پر کوئی دلیل نہیں اور گویا اس مخالف نے حالت برزخ کو حالت حیات پر قیاس کیا جیسے کہ اس کے کلام سے مترشح ہے لیکن یہ قیاس باطل ہے۔ کیونکہ قرآن اور حد تواتر کو پہنچنے والی احادیث اس پر دلیل ہیں کہ اموات، علم، سماع، رویت وغیرہ میں زندوں کے احوال کے مخالف ہوتیں ہیں کیونکہ وہ خلاف عادت کے مقام پر موجود

ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو ان کے احوال پر اطلاع سے عزت بخشتا ہے۔

جس میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔ کیا اس نے شہداء کے حق میں اس ارشاد الٰہی

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاذ ہیں۔ (آل عمران:۱۶۹،۱۷۰)

میں غور نہیں کیا جبکہ وہ ہمارے دیکھنے میں دیگر لوگوں کی طرح اموات ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ اُمت اپنی قبور میں مبتلا ہوتی ہے اگر تم دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنا دیتا جو میں سنتا ہوں''۔ یہ عذاب سامنے آ جانے کی وجہ سے اگر عدم تدفین کا خوف نہ ہوتا، اس عذاب کا سامنے آنا جاہل لوگوں کو ترک دفن کی دعوت دیتا اور خواص کی عذاب کی ہولناکی سے عقلیں مضطرب ہو جاتیں تو کوئی کسی مردہ کے پاس نہ جاتا تو عدم اطلاع میں بہت بڑی مصلحت ہے۔ امام مسلم، بخاری اور دیگر محدثین نے یہ حدیث روایت کی: ''میت کو جب دفن کر کے اس کے اصحاب لوٹتے ہیں تو وہ ان کے چلتے وقت جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے جب وہ اس سے واپس ہوتے ہیں''۔ (البخاری:۱۔۴۴۸۔ مسلم:۴۔۲۲۰۰)

اس بحث کے بارے میں تفصیلی گفتگو اگر دیکھنی ہو تو ہماری کتاب ''سعادۃ الدارین'' کا مطالعہ کیجیے اسی سے مخالف کے آنے والے قول کا رد واضح ہو گیا۔ دوسری بات یہی ہے کہ یہ چیز آوازوں کی بلندی اور پستی کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

اعتراض: اس کے بعد لکھا، اگر وہ آواز بلند نہیں کرتا تو حجرہ انور کے اندر آواز نہیں پہنچے گی۔

جواب: یہ تخیل فاسد ہے جو حالت برزخ کو حالت حیات پر قیاس کرنے سے پیدا ہوا اور شریعت اسے جھٹلاتی ہے جیسے اُوپر گزرا۔

اعتراض: الغرض جنہوں نے کہا کہ وہ سلام تحیہ اور اس کا مقصد حصول جواب ہے تو ایسے مقام کی تحدید ضروری ہے اگر وہ کہے کہ یہاں تک وہ سلام سنا اور سلام کا جواب دینا ہے تو اس سلسلہ میں اس کی حد ایک ہاتھ یا دو یا دس ہاتھ ہوگی۔ یا یوں کہو کہ یہ تمام مساجد کا معاملہ ہے یا مسجد سے خارج کا، لیکن اس پر دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

## جواب: عرف کا دلیل شرعی ہونا

اس کی دلیل حالت حیات کے وقت آپ کے پاس حاضر ہونے پر قیاس ہے جیسے سابقہ ان کا کلام اس پر دلالت کر رہا ہے یا عرف جیسا کہ ہم نے پیچھے اس کو مختار بتایا کیونکہ عرف کے ساتھ ثابت چیز دلیل شرعی کے ساتھ ثابت ہوتی ہے جیسے امام ابن نجیم کی ''کتاب الاشباہ'' میں ہے۔ امام محمد نے ''المبسوط'' میں لکھا کہ عرف سے ثابت چیز نص سے ہی ثابت ہے۔ امام سیوطی نے عرف کے اعتبار پر اس ارشاد الٰہی سے استدلال کیا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: ۱۹۹) معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اور ''الاشباہ'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول صحیح سے استدلال کیا

''جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا ہے''۔امام محمد رحمہ اللہ نے ''المؤطا''میں اس حدیث کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی اسے ملاحظہ کیجیے۔

علامہ ابن عابدین نے اپنی ''ارجوزۃ''میں لکھا کہ عرف کا شریعت میں اعتبار ہے اسی لیے حکم اس پر لگایا جاتا ہے۔اسی سے آنے والے اس کے قول میں جو کچھ ہے وہ معلوم ہو گیا کہ اس میں حد شرعی کا ہونا معلوم نہیں۔

**اعتراض:** آپ ﷺ سے ثابت احادیث میں یہی ہے کہ فرشتے آپ کو سلام کہنے والے کا سلام پہنچاتے ہیں اور ان میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ آپ اسے خود سنتے ہیں

**جواب: حدیث سے سماع ثابت ہے**

یہ نفی کرنا اس مخالف کی محض سینہ زوری ہے۔پہلے ہم علامہ محقق ابن حجر سے بیان کر چکے ہیں کہ کثیر احادیث اس پر دلیل ہیں کہ جو آپ کی قبر انور کے پاس صلوٰۃ یا سلام بھیجتا ہے اسے آپ خود سماع حقیقی سے سنتے ہیں۔ان میں یہ حدیث بھی ہے:

''اُمت میں سے جو میری قبر انور پر سلام بھیجتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے''۔اسے امام بیہقی نے ''شعب الایمان: ۲۔۲۱۸''ابو شیخ ابن حیان نے کتاب ''ثواب الاعمال'' میں سند جید کے ساتھ نقل کیا۔اگرچہ یہ کہا گیا کہ یہ حدیث غریب ہے جیسے ''الجوھر المنظم ''میں ہے۔

شیخ محمد بن عراق اپنی کتاب ''تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ'' میں لکھتے ہیں، اس حدیث کے حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے

شواہد ملتے ہیں جنہیں بیہقی نے نقل کیا اور حضرت ابوبکر کی حدیث جسے امام دیلمی نے
نقل کیا اور اس کی سند جید ہے جسے امام سخاوی نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر سے نقل کیا اور
اس کا ذکر ''الشفاء'' میں امام ابن ابی شیبہ سے کیا اور وہ بڑے حافظ اور حجت ہیں جن
سے آئمہ ستہ نے روایت لی۔ تو مخالف کا عنقریب یہ دعویٰ کہ یہ حدیث موضوع ہے
محض اس کا جھوٹ ہے جسے ہم وہاں واضح کریں گے۔ یہ حدیث اور اس کے ساتھ
دیگر احادیث ان احادیث کو مخصوص کرتی ہیں جن میں ہے فرشتے ان کا صلوٰۃ وسلام
پہنچاتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو آپ کو قبر انور اور مزار اقدس سے دور ہیں۔

علامہ محقق ابن حجر نے ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں لکھا کہ ظاہر یہی ہے کہ مراد حدیث میں
مذکور ''عند'' سے یہ ہے کہ وہ قبر کے ایسی قریبی جگہ میں ہو کہ اس پر عرفاً قبر اس کے قریب
ہونا صادق آرہا ہو اور اس کے علاوہ وہ شخص دور ہوگا اگرچہ وہ آپ کی مسجد میں ہو۔

القول البدیع، میں ہے جب صلاۃ عرض کرنے والا آپ کی قبر انور کے پاس
ہو تو بلا واسطہ آپ اس کا درود سنتے ہیں خواہ جمعہ کی رات ہو یا دیگر کوئی وقت اور بعض
خطباء وغیرہ نے یہ کہا جمعہ کے روز آپ درود پڑھنے والے کا درود اپنے کانوں سے
سنتے ہیں۔ قریب پر محمول کرنے کے باوجود اس کا کوئی مفہوم نہیں۔

مخالف نے گذشتہ صفحہ ''۱۳۰'' پر یہ اعتراف کیا کہ آپ کا فرمان ہے: ''جو شخص
کسی آدمی کی قبر سے گزرتا اور اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹاتا ہے
یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ ہر وہ شخص جو مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری

روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

اس میں سلام کہنے والے کی مدح اور اس کے سلام سننے کی اطلاع ہے اور آپ کا سلام کا جواب دینا یہ سلام دینے والے کا بدلہ ہے۔

میں کہتا ہوں، سلام کہنے والا اس موقع پر جواب اس لیے نہیں سنتا کیونکہ اس حالت میں ہم جنسی نہیں پائی جاتی۔ البتہ جب بطور کرامت خلاف عادت ہو جیسے سید احمد رفاعی اور دیگر اکابرین کے ساتھ ہوا۔

**اعتراض:** جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ سنتے اور خارج حجرہ سے جواب دیتے ہیں ایک جگہ سے نہ کہ دوسری جگہ سے تو اس کے لیے حد ضروری ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس بارے میں کوئی حد شرعی نہیں۔

**جواب:** پیچھے آپ جان چکے ہیں کہ اس بارے میں حد عرفی ہے اور عرف سے ثابت چیز دلیل شرعی سے ہی ثابت ہوتی ہے تو مذکورہ بات ساقط ہوگئی۔

**اعتراض:** آپ کی مسجد میں صلوٰۃ وسلام اور دیگر باتوں میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔

**جواب: ذکر بالجہر کا جواز**

یہ بات واضح طور پر محل نظر ہے۔ اہل علم نے اذان وتلبیہ کے لیے آواز بلند کرنے کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جیسے "نسیم الریاض" میں ہے۔ علامہ محقق ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا، جمعہ کے دن حاضرین کا آپ کا ذکر سن کر بغیر مبالغہ کے بلند آواز سے صلوٰۃ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ سنت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے کہ آپ نے مسجد سے ایک جماعت کو نکال دیا جو بلند آواز سے درود اور تہلیل پڑھ رہے تھے اس کی سند کا اور جن آئمہ حفاظ نے اپنی کتب میں اسے روایت کیا بیان ضروری ہے۔ اگر یہ ثابت بھی ہو تو اسے اس بلند آواز پر محمول کیا جائے گا جو تشویش پیدا کرے کیونکہ اس کے ایذا کی وجہ سے ممانعت پر اتفاق ہے۔

امام سیوطی کا مساجد میں بلند آواز سے ذکر میں ایک رسالہ جس کا نام ''نتیجة الفکر فی الجهر بالذکر'' ہے۔ اس میں انہوں نے صحیح احادیث اس کے جواز میں نقل کی ہیں اس کا خلاصہ اور اس پر اضافہ شیخ محمد صالح آفندی البنا الرشیدی نے اپنے رسالہ میں کیا جو بیمار کو شفا دے۔ ان دونوں کو ملاحظہ کیجیے۔

**اعتراض:** بخلاف حجرہ انور کے اندر سلام کہنے والے کے کیونکہ اس کے اور مسجد سے آپ پر سلام کہنے والے کے درمیان فرق واضح ہے۔

**جواب:** آپ ﷺ کے پاس آواز کی بلندی ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ — اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو نبی کی آواز سے۔ (الحجرات:۲)

کیونکہ آپ کی موت کے بعد بھی آپ کا ادب واحترام اور توقیر و تعظیم ہر مسلمان پر اسی طرح لازم ہے جو آپ کی ظاہری حیات میں تھی لہذا اب کوئی فرق نہیں ہوا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۴۱'' پر لکھا کہ آپ پر سلام کہنے والا اگر آواز بلند کرتا ہے تو یہ مسجد میں

آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے اور اگر وہ آواز بلند نہیں کرتا تو اس کی آواز حجرہ انور کے اندر نہیں پہنچے گی۔

## جواب: راہ اعتدال

اہل علم نے تصریح کی ہے اس موقع پر اعتدال سے کام لیں نہ بلندی میں مبالغہ کرے اور نہ پست میں۔ جب عرفاً قبر کے پاس ہوگا تو اس کی آواز قبر کے اندر پہنچے گی جیسے اس پر احادیث دلیل ہیں کیونکہ حالت برزخ کو حالت حیات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

**اعتراض:** ہر صورت پر ان اہل علم کے ہاں جو مسجد سے سلام تحیہ مستحب جانتے ہیں قبر انور کی زیارت کے استحباب پر کوئی حدیث نہیں جس سے وہ استدلال کریں۔

**جواب:** یہ غیر معقول مبالغہ ہے کیونکہ احادیث کثیر ہیں جن کے عموم وخصوص سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں وہی شک کرسکتا ہے جس کا نور بصیرت اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہے جیسے اس کے مخالف وغیرہ نے بیان کیا اور ہم کئی دفعہ پیچھے ذکر کر آئے ہیں وہ تمام باطل ہو جائے گا جو مخالف بعد میں ذکر کرے گا۔

**اعتراض:** اسی لیے جب میں نے تتبع کیا تو ان کے راویوں کو کذاب پایا یا سوئے حفظ میں ضعیف وغیرہ جیسے کہ اس مقام کے علاوہ بھی یہ بیان ہو چکا ہے۔

**جواب:** یہ تمام روایات ایسی صفت پر نہیں بلکہ ان میں سے کچھ حسن بلکہ صحیح ہیں اور ان میں سے کچھ ضعیف ہیں جن سے مقصد پر استدلال خارج قرار نہیں دیا جاسکتا جیسے ہم نے پہلے بیان کیا اور اس کی تفصیل علامہ شیخ محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب "السعی

المشکور'' میں اور دیگر نے بیان کیا ہے۔ اگر چاہتے ہو تو اسے ملاحظہ کر لیں۔

**اعتراض:** اگر ایسی حدیث کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اثبات کیا جائے تو اس سے اختلاف کیا جائے گا تو نزاع اس کی سند اور اس کے متن کی دلالت میں ہے۔

**جواب: حدیث کا صحیح ہونا**

یہ مردود ہے تو ایسا نزاع جرح وقدح نہیں تو یہ سند حسن بلکہ صحیح ہے۔ جس کا ذکر امام نووی نے ''الاذکار'' وغیرہ میں کیا اور اس کے متن کی دلالت پر گفتگو پیچھے تفصیلاً گزر چکی ہے۔ ہم اسے لوٹانا نہیں چاہتے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۴۲'' پر لکھا، آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اگر اس بارے میں حدیث صحیح ہوتی تو شہر مدینہ کے صحابہ اور تابعین پر وہ مخفی نہ رہتی۔

**جواب:** یہ غلط خیال اس کے سینہ زوری پر مبنی ہے کہ وہ زیارت نہیں کرتے تھے اور اس کا غلط ہونا پیچھے کئی دفعہ گزر چکا ہے۔

**اعتراض:** اگر یہ چیز ان کے ہاں معروف ہوتی تو مدینہ کے اہل علم امام مالک وغیرہ اس قول کو مکروہ نہ کہتے ''زرت قبر النبی ﷺ '' (الیٰ آخرہ)

**جواب:** صفحہ ''۱۳'' پر اس پر گفتگو گزر چکی ہے تو یہ محض تکرار ہے چہ جائیکہ اس سے وہم پیدا کیا جائے کیونکہ مدینہ کے اہل علم میں سے امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ''زرت قبر النبی ﷺ '' کو مکروہ نہیں کہتا اور اس کا جواب تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اسے ملاحظہ کر لیجیے۔

**اعتراض:** جب انہوں نے یہ قول مکروہ قرار دیا تو یہ اس پر دلیل ہے کہ ان کے ہاں

اس پر کوئی روایت نہیں نہ نبی کریم ﷺ سے اور نہ ہی آپ کے اصحاب سے۔

## جواب: الفاظ کا اطلاق

یہ کلام باطل ہے کیونکہ ہر عقلمند کے ہاں الفاظ کی کراہت کی دلالت اس کے عدم منقول پر نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اس کی کراہت کے محامل ہیں جنہیں امام مالک رحمہ اللہ کے تلامذہ نے بیان کیا اور پیچھے ان کے حوالہ سے گزر چکا ہے تو لفظ کا اطلاق کسی شے پر یوں موقوف نہیں ہوتا اس کے معنٰی کی صحت کے بارے میں وارد ہوا اور صرف یہ معاملہ اس کی کراہت کی وجہ بتانا درست نہ ہوگا۔ بہت سارے الفاظ نصوص میں خاص طور پر وارد نہیں ہوتے لیکن آئمہ نے ان کے اطلاق کو مکروہ قرار نہیں دیا کیونکہ نصوص سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں نہ کہ الفاظ کا اطلاق۔ علاوہ ازیں یہ کراہت پر مطلقاً دلیل ہی نہیں جیسے علامہ محقق ابن حجر سے گزرا۔

اعتراض: نوویں وجہ، جو لوگ اس قول کو مکروہ جانتے اور جو اسے مکروہ نہیں جانتے وہ تمام اس پر متفق ہیں کہ آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر آپ کے مسجد ہی کی طرف سفر ہے۔

## جواب: علماء پر تہمت

یہ دعوٰی اہل علم پر جھوٹ ہے کیونکہ ایسی بات ان میں سے کسی نے نہیں کی چہ جائیکہ ان کا اس پر اتفاق ہو بلکہ ان کی عبارات اسے جھٹلاتی ہیں اور وہ معاذ اللہ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جس پر گواہ نہ شریعت نہ لغت نہ عرف ہے جیسے اس پر کلام صفحہ "۷۴" پر گزر چکا ہے۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ        الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

(النور:١٦)

اعتراض: اگر ان کا مقصود قبر کی طرف سفر ہی ہے تو یہ تبھی ممکن ہے کہ وہ مسجد کی طرف ہی سفر کریں۔

## جواب: زائر کی نیت

اگر اسے تسلیم کر لیں تو یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا جو مخالف نے اہل علم کی طرف منسوب کیا اور قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کا باعث اس کے علاوہ ہوگا جو ان کے ہاں معروف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! مخالف اہل علم کی اس گفتگو کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ زائر، زیارت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ کی طرف سفر کی نیت کر لے یا محض نیت زیارت کرے؟ جیسے ان کی کُتب اس سے معمور ہیں۔

اعتراض: لیکن آپ کی قبر انور کی زیارت جیسے زیارت قبور کے بارے میں معروف ہے یہ ممتنع ہے اور اس پر کوئی قادر نہیں اور نہ ہی وہ مشروع ہے۔

## جواب: جواز وعدم جواز کا فرع ہونا

یہ یوں مردود ہے کہ نہ ممتنع ہے نہ غیر مقدور نہ غیر مشروع اور جو عدم شی اور اس کے عدم امکان اور فقدان شی اور اس کے امتناع کے درمیان فرق سے آگاہ نہیں وہ اپنی ذات پر روئے۔ تمہارے ذہن سے یہ نکل نہ جائے کہ اس کی عبارات میں اختلاط وبد نظمی ہے اس لیے کہ جب مخالف کے ہاں آپ کی قبر انور کی زیارت معروف زیارت

قبور کی طرح ممتنع اور غیر مقدور ہے تو اس کے ہاں اس کے غیر مشروع ہونے کا بھی کیا معنیٰ ہے؟ کیونکہ شے کا مشروع اور عدم مشروع دونوں امکان کی فرع ہیں اس لیے کہ غیر ممکن پر شرعاً نہ جواز کا حکم دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے عدم کا جیسے پیچھے "اکام المرجان فی احکام الجان" سے گزرا۔

**اعتراض:** اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ قبر انور کی زیارت کو مکروہ قرار دیتے ہیں ان کا قول درستگی کے قریب ہے کیونکہ اس میں نہ قبر کی زیارت ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو قبر کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ ایسی عبادت ہے جو تمام مساجد میں ہو سکتی ہے یا غیر مساجد میں بھی اور یہ معلوم ہے کہ زیارت قبر کا قبر کے ساتھ اختصاص ہے جب مشروعہ زیارت قبر آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قبر کے ساتھ مخصوص ہے تو ان لوگوں کا قول جو اسے قبر کی زیارت کہنے کو مکروہ کہتے ہیں تو یہ شرع عقل و لغت میں اولیٰ ہوگا۔ تو اب آپ کی مسجد کی طرف یہ سفر ہوگا جو یہ نص اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے اور جو لوگ قبر انور کی زیارت کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کی مراد یہی ہے تو اہل علم کے درمیان کوئی معنوی اختلاف نہیں بلکہ تسمیہ اور اطلاق میں اختلاف ہے۔

**جواب: آثار قدیمہ اور درود و سلام**

یہ اس آدمی کی گفتگو ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ نہیں اور اس نے علماء اجلہ کا مطالعہ نہیں کیا، یہ مناسک وغیرہ پر کتب ہیں جو قبر نبوی ﷺ کے زیارت کے

ذکر پر مشتمل ہیں۔ یہ اس معنٰی پر نہیں جو اس مخالف نے وہم کیا اور انہوں نے زیارت کے آداب ذکر کیے جو مسجد کے دخول کے وقت مشروع اور قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے درمیان فرق پر واضح دلیل ہے جو ان کے ہاں مستحب ہے یا واجب؟ اور جو اس قدر واضح معاملہ کو نہیں سمجھتا وہ اپنی ذات پر روئے۔

اللہ تعالٰی کی قسم! ان کو یہ علم نہیں کہ دخول مسجد کے وقت جو مشروع ہے وہ زیارت قبر انور نہیں بلکہ وہ آپ کی قبر انور کے پاس اور دیگر مسجد کے لیے امر مشروع ہے۔ کیا زیارت قبر انور کا اطلاق اس پر ممکن ہے؟ کیا یہ ان آثار پر زیارت کے اطلاق کی طرح ہوگا جو مسجد دہلی اور مسجد امام حسین کی جانب میں موجود ہیں، کیا ان میں داخل ہونے والے سے یہ کہا جائے گا کہ وہ درود و سلام پڑھے جب وہ آثار دیکھے؟ اور اب یہ قول نہایت ہی مغالطہ اور ایسی بناوٹ ہوگی جو واضح شہادت اور عادل گواہ کے بغیر قبول نہیں اور اسی طرح اس کا یہ قول نہیں قبول کیا جائے گا کہ جنہوں نے زیارت قبور کے اطلاق کو مکروہ قرار دیا ہے وہ یہی معنٰی مراد لیتے ہیں۔ اس پر ان سے پہلوں سے نقل صحیح اور صریح کی ضرورت ہے اس کے وہ تمام لوگ مخالف ہیں جو اس سے پہلے گزرے اور اس نے ایسی چیز ذکر کی کہ اس کی مثل ہی کوئی اس کی طرف گیا ہوگا۔

اعتراض: صفحہ "۱۴۵" پر لکھا کہ یہ اہل علم کے ہاں مشہور حدیث ہیں جو وجوہ حسن کے ساتھ منقول اور یہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہ اس پر متفق ہیں جو آپ کا اُمتی آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ کو پہنچایا اور پیش کیا جاتا ہے اور ان میں کوئی

ایسی چیز نہیں کہ آپ اس درود و سلام پڑھنے والے کی آواز خود سنتے ہیں۔

**جواب:** یہ قبر انور سے دور والے کے صلوٰۃ و سلام کے بارے میں بحث ہے۔ اس پر دلیل مخالف کی سابق یا لاحق گفتگو ہے کیونکہ اس وقت مخالف کا ارادہ اس مالکی عالم (اخنائی قاضی عصر) پر اعتراض ہے جن سے حدیث کے اصل الفاظ میں گڑبڑ ہو گئی اور اسے اس نے یوں ذکر کیا" سمعته فیمن عند قبر والنائی عنه "جبکہ دور سے پڑھنے والے کے بارے میں ثابت الفاظ یہ ہیں" بلغته لا سمعته "جیسے "الشفاء" وغیرہ سے ہم نے ذکر کیا۔

**اعتراض:** لیکن جس نے قبر انور کے پاس آپ پر سلام کہا آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں یہ اس سلام کی طرح ہے جو دیگر اہل ایمان پر ہوتا ہے اور یہ آپ کا خاصہ نہیں اور نہ وہ سلام جس کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پڑھنے والے پر دس سلام بھیجتا ہے۔

**جواب:** یہ مامور سلام کا فرد ہے

اس کا یہ دعویٰ کہ یہ وہ سلام نہیں جس کا حکم دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اس رسول پر افترا ہے اور یہ بلا دلیل جھوٹ ہے کیونکہ یہ سلام اس کا ایک فرد ہے جس کا حکم دیا گیا۔ اس کی تفصیل صفحہ "۱۲۴" پر گزر چکی ہے اگر ذہن میں نہیں تو اسے ملاحظہ کر لیجیے۔

**اعتراض:** لیکن نزاع قبر کے پاس ہونے کے معنیٰ میں ہے کیا مراد آپ کے بیت میں ہے؟ (الیٰ آخرہ)

## جواب: عرفاً قرب کا ہونا

اس سے پہلے کسی نے بھی اس میں نزاع نہیں کیا اور ایسے نزاع کا کوئی معنیٰ نہیں۔ پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس ''عندیۃ'' کا معنیٰ قبر کے قریب جگہ پر ہونا ہے۔ عرف میں قرب صادق آئے کہ وہ اس کے پاس ہے اور اس کے علاوہ میں بعد و دوری ہے اگرچہ وہ آپ کی مسجد میں ہو۔

اعتراض: صفحہ ''۱۴۶'' پر ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس کی سند قابل استدلال نہیں۔

## جواب: سند کا جید ہونا

بہت سارے محققین نے یہ تصریح کی ہے مثلاً علامہ ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' اور ''شرح مشکوٰۃ'' میں اور حافظ سخاوی نے کہا اس کی سند جید ہے۔ اور حافظ غیر حافظ پر حجت ہوتا ہے اور اب اس حدیث سے استدلال کیا جائے گا۔

اعتراض: بعض جہال کہتے ہیں کہ بروز جمعہ اور جمعہ کی رات آپ اپنے اُوپر درود پڑھنے والے کی آواز خود کانوں سے سنتے ہیں۔

جواب: القول البدیع، کے حوالہ سے پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ قبر انور کے قریب پر محمول ہے اور اس کے باوجود اس کا کوئی مفہوم نہیں تو اب اس کے قائل پر طعن و تشنیع مناسب نہیں۔

اعتراض: صفحہ ''۱۴۸'' پر لکھا، جس پر سلف و خلف متفق اور احادیث صحیحہ اس بارے میں وارد ہیں وہ سفر آپ کی مسجد کی طرف اور مسجد میں ہی صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے اور

آپ کے لیے دعائے وسیلہ وغیرہ کی جائے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے یہ سفر سلف وخلف مسلمانوں کے ہاں متفقہ طور پر مشروع ہے اور یہی ان اہل علم کی مراد ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر مستحب ہے تو ان کی زیارت کے لیے سفر سے مراد آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے اور انہوں نے مناسک حج میں لکھا کہ آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت مستحب ہے یہی ان کی مراد ہے جنہوں نے اس پر اجماع ذکر کیا جیسے قاضی عیاض۔

## جواب: اختلاف کرنے والا پہلا شخص

یہ بایں طور مردود ہے کہ جیسے مسجد نبوی ﷺ کی طرف سفر کے مستحب ہونے پر ان کا اجماع ہے اسی طرح ان کا زیارت قبر انور کی طرف سفر پر اجماع ہے البتہ اس کے استحباب ووجوب میں اختلاف ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کے زمانہ تک کسی مسلمان کا اس سے اختلاف نہیں، یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اختلاف کیا اور ایسے ناپسندیدہ اُمور لایا جو اس سے منقول مسائل میں سے بدمزہ ہے اور اس میں بعد کا اختلاف جبکہ وہ کمزور شبہات اور غلط توہمات پر مشتمل ہے وہ سابقہ اجماع کو ختم نہیں کر سکتا۔

یہ قول کہ علماء کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر سے مراد مسجد کی طرف سفر ہے۔ یہ ان کے خلاف بلادلیل دعویٰ ہے بلکہ آئمہ کی عبارات اور علماء اُمت کی کتب مناسک اس کی تکذیب کرتی ہیں اور قاضی عیاض وغیرہ کے بارے میں یہ کہنا کہ مراد یہ ہے ایسا ظن فاسد ہے۔ اللہ کی قسم یہ مخالف زیارت کی مشروعیت کے قائلین کے بارے میں کیا کہتا ہے

جو اس کی طرف سفر کو مستحب قرار دیتے اور اس پر اجماع نقل کرتے ہیں، کیا زیارت کے وقت چہرہ قبر انور کی طرف کیا جائے یا پشت کی جائے اور ان کی اس بحث کے بارے میں کہ کثرت زیارت مستحب ہے یا نہیں؟ اور ان کی اس بحث کے بارے میں کہ زیارت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ کی طرف سفر کی نیت کی جائے یا محض زیارت کی ہی نیت رکھی جائے اور اس بحث میں کہ زیارت کرنے والا ابتدا قبر انور سے کرے یا ریاض الجنہ سے اور دیگر وہ مسائل جو کتب فقہ میں باب زیارت اور کتب مناسک صراحتاً واضح طور پر اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ زیارت قبر کی مشروعیت اور اس کی طرف مستحب سفر سے وہ مراد نہیں لیتے جو اس بکنے والے نے بکا ہے اور جو ان کی عبارت میں تدبر نہیں کرتا اور ان کے لحاظ کو سامنے نہیں رکھتا یا ان تمام کی طرف غلط چیز کی نسبت کرتا ہے وہ زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اسے مخاطب نہ کیا جائے اور اس کے کلام کی طرف توجہ نہ کی جائے۔

**اعتراض:** یہ الفاظ "زیارۃ قبرہ" سے مراد بطور نظیر آپ کے علاوہ کی قبر کی زیارت نہیں کہ اس تک پہنچا جائے اور اس کے پاس بیٹھا جائے اور زیارت کرنے والا اس پر قادر ہو جو زائرین قبور ان کے پاس بطور سنت یا بدعت کرتے ہیں۔ رہے آپ ﷺ اگر کسی کے لیے راستہ نہیں کہ وہ وہاں تک، پہنچے مگر آپ کی مسجد تک نہ کوئی آپ کے گھر داخل ہو سکتا اور نہ قبر انور تک پہنچ پاتا ہے بلکہ صحابہ نے آپ کو آپ کے حجرہ انور میں دفن کیا بخلاف دوسرے لوگوں کے انہیں قبرستان اور میدان میں دفن کیا۔

## جواب: قبر کی تخصیص نہیں

یہ مردود ہے بایں طور کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ آپ کی قبر انور کی زیارت سے مراد وہ نہیں جو دیگر قبور کی زیارت میں معروف ہے جبکہ زیارت قبور کے استحباب ومشروعیت پر جو نصوص آئی ہیں ان میں کسی قبر کی تخصیص نہیں، بلاشبہ یہ مفہوم واحد ہے جس کے تحت افراد کثیر ہیں تو قبر کی زیارت معنیً مشروع میں زیارت قبر نبوی ﷺ اور دیگر قبور کی زیارت کو بلا تفریق شامل ہے تو کونسا مخصص ہے جو ان کے درمیان فرق کرتا ہے اور قبر کا مشاہدہ اور دیکھا جانا زیارت قبر کے مفہوم میں داخل ہی نہیں اور اگر داخل ہے پھر بھی نقصان دہ نہیں کیونکہ وہ قبر انور میں موجود تھا اور اس کا فقدان زمانوں کے بعد لاحق مذکور عوارض کی وجہ سے ہوا اور عدم شے اپنے امتناع اور عدم مشروعیت کو لازم نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۴۹" پر لکھا، آپ کو حجرہ میں دفن کیا گیا تا کہ آپ کی قبر انور کو سجدہ گاہ نہ بنایا جائے نہ بُت اور نہ میلہ کیونکہ سنن ابوداوٗد میں ہے۔ (الیٰ اخرہ)

## جواب: حجرہ میں تدفین اور قبر کا ظاہر نہ ہونا

آپ کی تدفین حجرہ انور میں اس لیے نہیں ہوئی جو اس نے ذکر کیا اور نہ ہی ان احادیث کی اس پر دلالت ہے جو اس نے یہاں ذکر کیں بلکہ آپ کی تدفین حجرہ انور میں اس کے بعد ہوئی کہ آپ کے قبر انور میں صحابہ کا اختلاف ہوا۔ اس وقت یہ مشہور حدیث بیان کی گئی "جہاں بھی کوئی نبی وصال پاتا ہے اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے"۔

اگر یہ روایت نہ ہوتی تو صحابہ آپ ﷺ کو کسی اور جگہ دفن کرتے جیسے اس پر کُتب احادیث وسیر میں تصریح موجود ہے۔

مخالف نے یہ احادیث ذکر کیں اور اس پر استدلال کیا کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ یا بُت یا میلہ گاہ بنانا منع ہے وہ آپ کی قبر انور کو سامنے ظاہر نہ رکھنے کا سبب ہے جیسے اس کی تصریح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں ہے۔ تو آپ کے حجرہ انور میں تدفین کے سبب اور آپ کی قبر انور کے ظاہر نہ ہونے کے سبب میں فرق واضح ہے جو صبح کی طرح روشن ہے، جس سے کوئی اندھا ہی آگاہ نہیں ہوسکتا۔

**اعتراض:** جب آپ نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت کی تا کہ اُمت اس سے بچے اور آپ نے اس سے ان کو منع کیا اور اس سے منع کیا کہ آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنائیں آپ کو حجرہ میں دفن کیا تا کہ کوئی اس عمل پر قادر ہی نہ رہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں رہائش پذیر ہی رہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی وہاں داخل نہ ہوتا جو آتا وہ صرف سیدہ کے لیے داخل ہوتا جب ان کا وصال ہو گیا تو وہاں کوئی نہ رہا اور جب اس حجرہ کو مسجد میں داخل کیا گیا تو اسے بند کر دیا گیا اور سامنے دیوار بنا کر دی گئی اب کوئی قبر انور کی زیارت پر قادر نہیں ہوسکتا۔

## جواب: پانچ وجوہات کا تذکرہ

یہ جھوٹے دعوے ہیں اور ایسی بات ان سے پہلے کسی نے نہیں کی۔

اولاً: اس لیے کہ آپ کی حجرہ انور میں تدفین کی وجہ وہ نہیں جو مخالف نے بیان کی بلکہ وجہ وہی ہے جو ابھی اُوپر ہم نے بیان کی۔

ثانیاً: یہ کہاں سے ثابت ہے کہ کوئی ایک بھی قبر نبوی ﷺ کی نیت زیارت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں گیا بلکہ محض ان سے ملاقات کے لیے ہی گیا۔

ثالثاً: حجرہ کے اردگرد دیوار اور عمارت کو جب مسجد نبوی ﷺ میں داخل کیا تو یہ زیارت کی ممانعت کے لیے نہیں کیا جیسے مخالف کو وہم ہوا بلکہ یہ اس لیے کیا تا کہ قبر انور مسجد میں سامنے نہ ہو کہ کوئی اس طرف نماز پڑھے جو اس بارے میں وارد ممانعت سے آگاہ نہیں۔

رابعاً: آپ کی قبر انور کی زیارت سے نفی قدرت سے کیا زیارت معروفہ ہے جبکہ قبر کا مشاہدہ اس میں شرط نہیں نہ شرعاً نہ لغتاً نہ عرفاً، جیسے پہلے آچکا ہے۔ علاوہ ازیں دیوار اور تعمیر کے بارے اس مخالف کو دوسروں کی طرح اعتراف ہے کہ یہ امر حادث ہے جو مشروعیت زیارت کے محال کو مستلزم نہیں اور نہ ہی یہ لازم کرتا ہے کہ مراد آپ کی قبر انور کی زیارت سے معروف زیارت قبر کے علاوہ ہے ورنہ عہد نبوی ﷺ کے بعد نسخ اور تخصیص لازم آئے گی اور اس کا باطل ہونا مخفی نہیں۔

خامساً: اس لیے کہ آپ کی قبر انور کو سجدہ گاہ یا بُت یا میلہ بنانے کی ممانعت پر جو احادیث وارد ہیں ان کی بالکل قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی ممانعت پر کوئی دلالت نہیں۔ قبر کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا اور چیز ہے اور زیارت شرعیہ دوسرا معاملہ تو ان دونوں میں سے ایک، دوسرے کو مستلزم نہیں۔ اس پر تفصیلی کلام صفحہ "۲۶۱" کے متعلق آئے گا کیونکہ وہی مقام اس کے مناسب ہے جسے وہاں ان شاء اللہ ملاحظہ کرلو گے۔

اعتراض: بلکہ لوگ آپ کی مسجد تک ہی پہنچتے ہیں۔

## جواب: جماعت متاخرین کی خوش نصیبی

اس کے بعد کہ یہ نہ امتناع زیارت کو مستلزم ہے اور نہ ہی اس کی عدم مشروعیت کو جیسے پیچھے گزرا جبکہ متاخرین کی ایک جماعت کو آپ کے حجرہ انور اور آپ کی قبر انور کے مشاہدہ کی توفیق ملی جس کی شہر مدینہ کی کُتب تاریخ میں تفصیل موجود ہے اسے ملاحظہ کیجیے تاکہ تم پر مخالف کی ذکر کردہ بات کا کذب ظاہر ہو۔

**اعتراض:** اسلاف آپ کی قبر انور کی زیارت پر زیارت اطلاق نہیں کرتے تھے اور نہ ہی صحابہ میں سے کوئی آپ کی قبر انور کی زیارت کے لفظ کو جانتا ہے اور نہ ہی انہوں نے اس بارے میں کچھ گفتگو کی۔ اسی طرح تابعین کا معاملہ ہے کہ ان کی گفتگو میں یہ معروف نہیں کیونکہ یہ معنٰی ان کے ہاں ممتنع تھا تو اس کے وجود کی انہوں نے تعبیر نہیں کی اور آپ نے اپنے گھر اور قبر کو میلہ گاہ بنانے سے منع کیا۔

## جواب: زیارت اور سجدہ گاہ بنانے میں فرق

یہ نفی عام اس کے اختراعات میں سے ہے اور اس پر مطلقاً کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اس پر اجماع کی تصریح ہے بلکہ اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ احکام شرعیہ اور حقائق واقعہ کو محاورات اور استعمالات سے مستنبط نہیں کیا جاتا اور اس معنٰی کا ان کے ہاں ممتنع قرار دینا خیال باطل ہے اسی طرح نفس قبر کی زیارت اور اسے میلہ گاہ وغیرہ بنانے کے درمیان عدم فرق کا خیال باطل ہے۔

**اعتراض:** اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ ودیگر نے یہ کہنا مکروہ قرار دیا "زرنا قبر النبی" اگر

اسلاف ایسے جملے بولتے تو امام مالک اسے مکروہ قرار نہ دیتے جبکہ انہوں نے شہر مدینہ میں تابعین سے ملاقات کی اور وہ اس بارے میں لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

## جواب: رد کی تفصیل

یہ چیز بھی اس کے مردود خیالات میں سے ہے، جس کا تذکرہ کئی دفعہ پیچھے گزرا اور جو اس رد کی تفصیل اور امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی توجیہات پڑھنا چاہتا ہے وہ ”شفاء السقام“ یا ”الجوهر المنظم“ یا ”شروحات الشفاء“ پڑھے تاکہ بیماری کا ازالہ ہو جائے اور صحت و شفا پائی جائے اور ان میں سے کچھ گفتگو ہم نے صفحہ ”۱۳“ پر کر دی ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ”۱۵۰“ پر لکھا کہ کچھ متاخرین نے اس بارے میں بدعات ایجاد کیں جسے آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک نے مستحب قرار نہیں دیا جیسے آپ ﷺ سے بخشش کی سفارش۔

**جواب:** یہ جملہ قبیح اور مردود مبالغہ ہے، جس پر ہم نے گفتگو صفحہ ”۱۲۵“ پر کر دی ہے۔

**اعتراض:** جس پر اسلاف سے قطعی طور پر نقول ثابت اور اُمت اس پر قولاً اور عملاً متفق ہے وہ آپ کی مسجد کی طرف سفر ہے جو قبر انور سے متصل ہے۔

## جواب: زیارت نبوی ﷺ پر اتفاق

اور اسی طرح آپ کی قبر انور کی زیارت پر اتفاق جیسے ہم نے صفحہ ”۱۲۷“ وغیرہ پر گفتگو کی ہے اور اہل علم نے اپنی کتب میں اسے تفصیلاً بیان کیا جس کا انکار سینہ زوری اور عناد ہے۔ باقی جو کچھ اس مقام پر مخالف نے لکھا اس کا رد گزر چکا ہے محض تکرار ہے جو کئی دفعہ اس نے اپنی حسب عادت کیا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۵۱" پر لکھا، جو کچھ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا یہی وہ چیز ہے جسے اہل علم جانتے تھے جن کو یہ مقام حاصل ہے اور وہ جانتے تھے کہ صحابہ آپ کی قبر انور کی زیارت اس لیے نہیں کیا کرتے تھے کہ انہیں علم تھا کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

**جواب:** یہ محض افترا ہے۔ علماء مسلمین میں سے کسی نے بھی ایسی غلط بات نہیں کہی۔ اس مذکورہ نفی اور نہی پر کونسی دلیل اور یہ کس کتاب میں ہے؟

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ　　الٰہی پاکیزگی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

(النور:۱۶)

**اعتراض:** اگر آپ کی قبر انور کی زیارت دیگر قبور کی طرح کی جاتی مثلاً اہل بقیع اور شہداء اُحد کی قبور، تو صحابہ ایسا کرتے کہ وہ حجرہ انور میں داخل ہوتے یا وہ قبر انور کے پاس کھڑے ہوتے جب مسجد میں داخل ہوتے اور وہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے نہ یہ اور نہ وہ بلکہ یہ بدعات میں سے ہے۔

**جواب:** یہ بھی مردود باطل ہے اور اس پر گفتگو کئی دفعہ پیچھے گزری جس کا اعادہ مناسب نہیں۔

**اعتراض:** امام مالک رحمہ اللہ نے "المبسوط" میں فرمایا: اہل مدینہ میں سے جو مسجد میں داخل ہو یا خارج ہو اس پر قبر کے پاس ٹھہرنا لازم نہیں آتا یہ صرف مسافروں کے لیے ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے "المبسوط" میں یہ بھی کہا، اس کے لیے کوئی حرج نہیں جو سفر سے واپس آئے وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس کھڑا ہو اور آپ کے لیے دعا کرے۔

**جواب:** اس پر گفتگو صفحہ "۴۹، ۱۱۳، ۱۱۴" پر گزر چکی ہے اسے ملاحظہ اور مستحضر کیجیے۔

**اعتراض:** اس کے ترک میں وسعت ہے۔

**جواب: روایت مبسوط کا منقطع ہونا**

یعنی اگر کوئی اسے کرتا ہے تو یہ مشہور اور جائز ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے" اور امام مالک رحمہ اللہ کی گفتگو میں کوئی چیز اس کی ممانعت پر دلیل نہیں اور پیچھے یہ گزر چکا ہے کہ "المبسوط" کی روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے مصنف کی امام مالک سے ملاقات نہیں ہوئی۔ قاضی عیاض نے "المبسوط" کی عبارت سے پہلے یہ نقل کیا کہ امام نافع سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھتے، اور میں نے انہیں سو سے زیادہ دفعہ ایسا کرتے دیکھا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اہل مدینہ میں سے ہیں۔

**اعتراض:** یہ مکروہ ہے البتہ ان لوگوں کے لیے جو سفر سے آئیں یا اس کا ارادہ کریں۔

**جواب:** اس پر پیچھے گفتگو صفحہ "۴۸" پر گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** قاضی عیاض نے شیخ ابو الولید باجی سے نقل کیا کہ انہوں نے امام مالک کے اسے مکروہ قرار دینے سے استدلال کرتے ہوئے کہا اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل مدینہ شہر میں مقیم تھے اور انہوں نے کبھی قبر اور سلام کا ارادہ نہ کیا۔

**جواب: اہل مکہ اور طواف**

اس سے اس کا ترک لازم نہیں آتا اور یہاں کونسا اس سے مانع ہے؟ کیا تم نے

کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسافروں کے لیے کعبہ کا طواف ہے کیونکہ انہوں نے اپنے سفر میں اس کا ارادہ کیا نہ کہ اہل مکہ کے لیے انہوں نے اپنی اقامت میں اس کا ارادہ نہیں کیا۔ ملا علی قاری نے "الشفاء" کی شرح میں یہی لکھا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۵۲" پر لکھا، یہ واضح کرتا ہے کہ اہل مدینہ کا قبر انور کے پاس ٹھہرنا یہی ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ قبر کی زیارت ان بدعات میں سے ہے جسے صحابہ نے نہیں کیا۔

**جواب:** یہ چیز اس سے واضح نہیں ہوتی جیسے کہ ہم نے اسے بیان کیا تو مخالف کے لیے اس عام نفی کا اثبات ضروری ہے اور اسے اپنے شیخ الاسلام کی تقلید اس بارے میں نفع نہیں دے سکتی۔ علاوہ ازیں ہم نے صفحہ "۲۳، ۲۴" پر اس کے رد پر گفتگو کی ہے اور ہم نے اس کا بھی جواب دیا کہ اگر بالفرض اس کا ثبوت ہو۔ دیکھیے صفحہ "۴۹" پر۔

**اعتراض:** یہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی وجہ سے ممنوع ہے: "اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا، اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوا ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا"۔ اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا"۔

## جواب: ممانعت پر دلیل نہیں

ان دونوں احادیث میں کسی طرح بھی زیارت قبر نبوی ﷺ کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ جسے مخالف نے غلط گمان کیا ہے اس لیے کہ زیارت کرنے والا نہ اس جگہ کی عبادت کرتا ہے نہ اس کی جو اس جگہ میں موجود ہے اور نہ اسے میلہ گاہ بناتا ہے وہ تو وہاں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے تو وہ تقریر تام نہ ہوگی جو اس کتاب میں اس نے

بڑی طویل کی ہے جیسا کہ واضح ہے کیونکہ قبر کو بُت بنانے کا معنٰی یہ ہے کہ اس طرح اس کی تعظیم کی جائے جیسے یہود و نصارٰی ان کے سامنے سجدہ وغیرہ سے ان کی تعظیم کرتے جیسے آپ کا یہ فرمان اس پر تصریح ہے "وثنا یعبد بعدی" اس بُت کی طرح کہ میرے اس میں تدفین کے بعد عبادت کی جائے۔ اس کے بعد فرمایا:

اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم — اللہ تعالٰی کا ان پر غضب ہو جو اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدگاہ بناتے ہیں۔

یعنی وہ ان قبروں کے لیے اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جیسے اللہ تعالٰی کے لیے کرتے ہیں۔ اس پر دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے:

لاتصلوا الی قبر ولاتصلوا علی قبر — قبر کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ قبر پر نماز پڑھو۔ (مجمع الزوائد: ۲-۲۷)

حدیث صحیح میں یہ بھی ہے:

لعن اللّٰه الیهود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائهم — اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو بُت بنایا۔

امام مسلم نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا "وصالحیهم مساجد" (اور اپنے صالحین کو سجدگاہ بنایا) تو بچو ان کے عمل سے یعنی ان قبور کی طرف ان کی عبادات کے ذریعے تقرب سے بچو کہ یہ عبادات میں اللہ تعالٰی کے سوا انہیں بُتوں اور اصنام کی طرح بنانا ہے۔

قبر کو میلہ گاہ بنانے کا معنٰی یہ ہے کہ اس پر ٹھہرا جائے اور زینت وغیرہ کو ظاہر کیا جائے جو میلہ اور عید کے موقع پر کیے جاتے ہیں اور اس میں تصاویر کا اظہار ہو جیسا کہ احادیث صحیحہ میں منقول ہے بلکہ کوئی اگر زیارت، سلام و دعا کے لیے آیا اور پھر وہ پلٹ گیا جیسے گزرا تو یہ جائز ہے۔ اس حدیث میں ممانعت، اس نہی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری حدیث میں قبر کو سجدہ گاہ بنانے کے بارے میں ہے یعنی میری قبر انور کی زیارت کو میلہ گاہ یوں نہ بناؤ کہ تم وہاں عید کے کھیل کود کے لیے جمع ہوں یا تم میری قبر کو مظہر عید نہ بناؤ کیونکہ وہ لہو و لعب اور سرور کا دن ہوتا ہے اور حال زیارت اس کے خلاف ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنے بڑوں کی قبور کی زیارت کے لیے جمع ہوتے اور وہاں لہو و لعب اور موسیقی سے کام لیتے تو آپ نے اپنی اُمت کو اس سے منع کیا تا کہ وہاں ہونے والے مفاسد سے بچ جائیں۔ یا اس سے کہ وہ تعظیم قبر میں اس سے تجاوز کریں کہ جس کا حکم دیا گیا کیونکہ اس میں فتنہ ہے حتیٰ کہ وہ اسے بُت بنا لیں کہ جس کی عبادت کی جاتی ہے جیسا سابقہ اُمتوں میں یہ کثیر تھا۔ یا اس میں اس لیے ممانعت ہے کہ اُمت پر کثرت، شفقت کی وجہ سے اس مشقت کو دور کیا جائے جیسے "زبدۃ المقتفیٰ بشرح الشفاء" میں ہے اور اس کی تائید اس کے بعد یہ ارشاد نبوی ﷺ کر رہا ہے۔ "اور مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو" یعنی میری قبر کو محل عید نہ بناؤ کیونکہ یہ سوء ادب اور تعظیم کے اختتام تک پہنچاتا ہے یا تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ غائب کا درود مجھ پر نہیں پہنچتا۔ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ زیارت جب اداب شرعیہ کے تقاضوں کے مطابق ہو تو

وہ ان میں سے کسی ممنوع تک نہیں پہنچاتی۔ علاوہ ازیں اس میں زیارت پر اُبھارنے اور کثرت زیارت کا احتمال بھی ہے بایں طور کہ مراد یہ ہو کہ میری قبر کی زیارت سے تھک نہ جائیں حتیٰ کہ تم اس کی زیارت بعض اوقات میں ہی کرو جیسے عید سال میں دو دفعہ ہی آتی ہے بلکہ میری زیارت تمام اوقات میں کثرت کے ساتھ کرو یا مراد یہ ہو کہ زیارت کے لیے وقت مخصوص نہ کرو جیسے عید وقت مخصوص میں ہی ہوتی ہے۔ اس پر دلیل وہ احادیث ہیں جو زیارت پر اُبھارنے کے بارے میں وارد ہیں اور اسے بجا لانے والے کے لیے شفاعت کا لزوم ہے۔ تو اس سے ممانعت کا احتمال اگر بالفرض مراد لیں تو وہ حالت مخصوصہ پر محمول ہوگا۔ مطلقاً مخالف اسے دلیل نہیں بنا سکتا بلکہ یہ اس کے خلاف دلیل ہے خواہ اس سے کثرت زیارت پر شوق مراد لیا جائے اور یہ کہ وہ کسی ایک وقت میں حلال نہیں۔ یہی ظاہر ہے یا اس سے ممانعت ہو کیونکہ یہ حالت مخصوصہ کے ساتھ مقید ہوگی جیسے تم جان چکے ہو اور یہ اس کا فائدہ دے رہا ہے کہ اس حالت کے علاوہ میں زیارت ممنوع نہیں تو جب زیارت سے نہی کی نفی ہوگی تو اس کی طلب ثابت ہو جائے گی کیونکہ کوئی قائل نہیں کہ یہ مُباحات میں سے ہے۔ اسی لیے علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں اس حدیث نبوی ﷺ "اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا جس کی میرے بعد عبادت کی جائے" کے تحت لکھا، یہ وہ حدیث ہے جس نے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین مثلاً ابن قیم کو اس بدترین قول کی دعوت دی جس پر لوگوں نے ان کی تکفیر کی اور اس میں شیخ سبکی نے مستقل کتاب لکھی اور وہ قول، زیارت

قبر نبوی ﷺ اور اس کی طرف سفر کی ممانعت ہے اور وہ اسی طرح ہے جو کہا گیا۔

وعند هذا المرجى ينتهى الطلب     لمهبط الوحى حقا ترحل النجب

اور انہوں نے یہ وہم کیا کہ انہوں نے جانب توحید کی ان خرافات کے ساتھ حفاظت کی ہے جن کا ذکر مناسب نہیں کیونکہ یہ کسی عقلمند سے صادر نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ فاضل سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے تسامح فرمائے۔

اس حدیث ''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ'' کے تحت لکھا کہ اس حدیث کی تاویل پیچھے گزر چکی ہے اور اس میں ابن تیمیہ وغیرہ کے قول پر کوئی حجت نہیں کیونکہ اس کے خلاف پر اُمت کا اجماع تقاضا کرتا ہے۔ اس کی تفسیر اس کا غیر ہے جو اہل علم نے اس سے سمجھا کیونکہ اس کا کلام شیطانی وسوسہ ہے۔

علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' میں لکھا، اس حدیث ''کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ'' کے ظاہر سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اگر ابن تیمیہ کے غلط خیال کے مطابق اس کی دلالت درست مان لی جائے تو یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان عرب اور قوانین دلائل سے جاہل ہے۔

اولاً: ہم اس کے غلط خیال پر اس کی دلالت نہیں مانتے اگر وہ مراد ہوتا تو آپ فرماتے ''لا تزوروا قبری'' (میری قبر کی زیارت نہ کرو) تو آپ ایسے الفاظ نہ لاتے جو مراد اور غیر مراد کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ اس خطرناک مقام کے زیادہ مناسب دلالت مطابقی ہے نہ تضمنی اور نہ التزامی۔ اگر اس کا امتناع فرض کیا جائے

تو آپ کا اس سے ''لا تجعلوا قبری'' کی طرف عدول اس پر دلیل ظاہر ہے کہ اس سے مراد اس کا غیر ہے۔

ثانیاً: جو ظاہر سے اس نے گمان کیا اگر وہی مراد ہو بلکہ اگر یہ وارد ہو ''لا تزوروا قبری'' تو اس کی تاویل ضروری ہے کیونکہ زیارت قبر نبوی ﷺ کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہے۔ ظنیات اس سے متعارض نہیں ہو سکتی۔ تو اس تصریح کی تاویل ضروری ہے تو کیا حال ہوگا اس کا جس میں نہی کا احتمال اسی طرح ہے جیسے اس میں زیارت پر شوق بلکہ اس کی کثرت کا احتمال ہے۔ پھر ان دونوں احتمالات کو انہوں نے واضح کیا۔

**اعتراض:** جب یہ زیارت ان چیزوں میں ہے جن سے حدیث میں منع کیا گیا تو صحابہ اس نہی کو زیادہ جانتے اور اس کی زیادہ اتباع کرنے والے تھے۔

**جواب:** یہ مردود ہے اس لیے کہ زیارت سے مطلقاً ممانعت پر کسی حدیث کی کوئی دلالت نہیں جیسا تم جان چکے ہو بلکہ یہ اس کے باطل حملوں میں سے ایک دعویٰ ہے۔ صفحہ ''۷۳'' پر اس حوالے سے تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے۔

اور معترض کے اس اعتراض میں اہل علم پر افترا ہے، ان کا کونسا کلام زیارت کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے چہ جائیکہ ان کا اس پر اتفاق ہو۔ انتہائی وہ چیز ہے جو پیچھے امام مالک رحمہ اللہ سے ''المبسوط'' کے حوالہ سے گزری کہ وہ مدینہ میں مقیم کی زیارت میں کثرت کی نفی ہے اور اس پر آپ صفحہ ''۴۹'' پر گفتگو پڑھ چکے ہیں اس نفی عام پر کوئی بُرہان واضح لاؤ کہ وہ کونسا ہے؟

اعتراض: یہ وقوف جسے امام مالک کے علاوہ نے قبر انور کی زیارت کا نام دیا یہ امام مالک اور دیگر کے ہاں بدعت ہے اور اسلاف میں سے کسی نے یہ عمل نہیں کیا۔

جواب: یہ ساری گفتگو مردود ہے دیکھئے صفحہ "۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴"۔

اعتراض: سلف وخلف آپ کی قبر انور کی زیارت کے اس معنٰی پر متفق ہیں کہ آپ کی مسجد اور اس میں درود وسلام کا ارادہ ہو۔

## جواب: غیر پر اتفاق

یہ ان اہل علم پر افترا ہے وہ ان کی کونسی گفتگو ہے جو ان کی طرف منسوب چیز پر دلالت کر رہی ہے بلکہ دونوں گروہ آپ کی قبر انور کی زیارت کے اس معنٰی کے غیر پر متفق ہیں جو اس مخالف نے گھڑا اور جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس پر اتفاق ہے جیسے اپنی کُتب میں انہوں نے تصریح کی ہے کیونکہ جو اس نے کہا اس کی تائید نہ شریعت کرتی ہے نہ لغت اور نہ عرف جیسے تفصیلاً گزرا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے جھوٹوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

اعتراض: یہ آپ کے اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کے درمیان فرق ہے کیونکہ آپ کی قبر کے پاس جانے کے لیے آپ کی مسجد کی طرف سفر مشروع ہے۔

جواب: اس میں کمزوری ہے اور یہ تراکیب الفاظ کی عدم معرفت اور تصور معانی میں غلطی ہے۔

**اعتراض:** اگر وہ قبر ہی کا ارادہ کرے یہ جواب دینے والے ابن تیمیہ کے کلام میں شامل ہے کیونکہ اس نے لکھا کہ جو محض انبیاء اور صالحین کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے تو کیا اس کے لیے دو معروف اقوال پر قصر نماز جائز ہو گی؟

**جواب: قبر انور کا استثناء**

ابن تیمیہ نے قبر نبوی ﷺ کے پاس آنے کی اس مسئلے میں شامل ہونے کی تصریح نہیں کی جس کا ایک مسلمان بھی ہے سوائے اس شخص (ابن تیمیہ) کے قائل نہیں کیونکہ جو لوگ زیارت قبور کے سفر میں قصر سے منع کرتے ہیں انہوں نے قبر نبوی ﷺ کو اس سے مستثنیٰ کیا اور نکالا جس کا اعتراف مخالف نے بھی صفحہ "۸۳" پر کیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ کہ تم اس قول میں جان چکے ہو جو گفتگو صفحہ "۴" پر گزری ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۵۳" پر لکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس سائل کے بارے میں گزرا جس نے یہ نذر ماننے والے کے بارے میں پوچھا کہ وہ قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہو گا۔

**جواب:** اس پر صفحہ "۲۲" پر بڑی تفصیل کے ساتھ کامل گفتگو ہو چکی ہے۔

**اعتراض:** تو اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ الفاظ قبر کے پاس آنا، زیارت قبر اور قبر کی طرف سفر وغیرہ یہ اسی کو شامل ہیں جو مسجد کا ارادہ کرے اور یہ مشروع ہے اور نہ ان کو شامل ہیں جو صرف قبر ہی کی نیت کرے جبکہ یہ ممنوع ہے جیسے اس پر نصوص دلیل ہیں اور علماء مثلاً امام مالک وغیرہ نے اسے بیان کیا۔

## جواب: نصوص کہاں ہیں؟

یہ بلا گواہ دعویٰ اور رُسوا کن مغالطہ ہے وہ نصوص کہاں ہیں جو مذکور کی نہی پر دلالت کرتی ہیں؟ اور علماء کونسے ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا جسے مخالف نے غلط گمان کیا؟ اور یہ کونسی کتاب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! نصوص مخالف کے قول کے صراحتًا خلاف ہیں جیسے پیچھے کئی دفعہ گزرا۔

**اعتراض:** جنہوں نے سلف سے نقل کیا کہ وہ بغیر مسجد کے محض قبر کے لیے سفر مستحب قرار دیتے ہیں کہ مسافر نہ مسجد کا ارادہ کرے نہ اس میں نماز کا بلکہ وہ قبر کا ارادہ کرے اس صورت جس سے امام مالک رحمہ اللہ نے منع کیا ایسی چیز کا استحباب علمائے سلف کے کلام میں نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ ان کا اس پر اجماع ہو یہی وہ مقام ہے کہ عام مسلمانوں اور ان کے علماء پر اس کی تحقیق لازم ہے۔

## جواب: مکان نہیں مکین کی طرف سفر

ہاں! لیکن یہ محل نزاع سے نکلتا ہے کیونکہ نزاع زیارت قبر اور اس کی طرف قصداً سفر ہے نہ محض قبر اور نفس جگہ کا ارادہ ہے کیونکہ قبر کے پاس آنے سے مقصود اس میں موجود کی زیارت ہے تو یہ وہی ہے جس پر جمہور نے حکم لگایا بلکہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سفر قربت ہے اور لوگ اسی کا غالبًا اردہ کرتے اور علماء وغیرہ تمام مسلمانوں کا عہد صحابہ سے لے کر آج تک اس عمل پر اجماع ہے جیسے صفحہ ''۲۷'' پر گفتگو میں گزر چکا ہے اور کبھی کبھی اس سے مقصود شرف کی وجہ سے وہ مقام ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جس

سے امام مالک رحمہ اللہ نے منع کیا اس لیے کہ ہر کوئی اسے ہی قربت قرار دیتا ہے جس کی تائید شریعت کرے جیسا کہ معلوم ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی قدیماً وجدیداً اہل علم نے تحقیق کی اور اسے تھام لو تا کہ تم پر سلامتی ہو۔

**اعتراض:** امام مالک وغیرہ سے پہلے گزرا کہ اگر کسی نے شہر مدینہ جانے کی نذر مانی اگر اس نے آپ کی مسجد میں نماز کا ارادہ کیا تو اپنی نذر کو پورا کرے ورنہ نذر پورا کرنا لازم نہیں لیکن جب مسجد کی نذر مانی تو یہ لازم ہو گئی کیونکہ اس نے نماز کا ارادہ کیا اور مدینہ پاک کی طرف سفر کا حکم نہیں مگر جو مسجد میں نماز کا ارادہ کرے اور یہ وہی ہے جس کا حکم نذر ماننے والے کو دیا گیا ہے بخلاف اس کے غیر کے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''سفر نہ کرو مگر تین مساجد کی طرف'' جس نے شہر مدینہ یا بیت المقدس دونوں مساجد کی طرف غیر عبادت شرعیہ کے لیے سفر کیا تو وہ سفر منع ہوگا جائز نہیں کہ وہ کرے اگرچہ اس نے نذر مانی ہو اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

**جواب: کتاب مختصر کی عبارت کا مخالف ہونا**

یہ بظاہر صحیح ہے کیونکہ جمہور علماء امام مالک کے ساتھ اس میں موافق ہیں کہ زیارت قبر اور اس کی طرف سفر کی نذر ماننا، نذر کو پورا کرنا لازم قرار نہیں دیتا اگرچہ یہ کتاب مختصر مالکیہ کے ہاں معتمد کی عبارت اس کے خلاف ظاہر ہے جیسے صفحہ ''۲۲'' پر گزر چکا ہے کہ وہ غیر صحیح ہے کہ جس سے یہ گمان کیا گیا کہ حرمت سفر بقصد زیارت امام مالک اور جمہور علماء کا قول ہے یہ بلاشک محض افترا ہے۔ علماء کی عبارات اس کی تکذیب کرتی ہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۵۴" پر ہے کہ جو مدینۃ الرسول یا بیت المقدس کی طرف وہاں قبور کی زیارت اور انبیاء وصالحین کے آثار کے لیے سفر کرتا ہے اس کا سفر امام مالک اور اکثریت کے ہاں حرام ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفر مباح ہے قربت نہیں جیسے کہ امام شافعی اور احمد کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے کہا۔

**جواب:** اس میں امام مالک اور جمہور پر افترا ہے اور ایسے حملوں کا دعویٰ مفید نہیں ہوتا جب تک وہ صحت کے ساتھ ان کی طرف ان کی نسبت ثابت نہ ہو اور ایسا کہاں ہے؟ اور ان کی کُتب اس کی تفصیل سے مالا مال ہیں اور محققین کے ہاں صحیح یہ ہے کہ مذکور کے لیے سفر مستحب ہے اور یہی حق ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اس کے خلاف مردود بلکہ غلط ہے۔

**اعتراض:** ہم مسلمان مجتہدین علماء میں سے کسی ایک کو نہیں جانتے کہ جن کے اقوال، مسائل اجماع اور نزاع میں ذکر کیے جاتے ہیں کہ انہوں نے اسے مستحب قرار دیا ہو۔

**جواب: جواز کا حکم**

یہ لازم نہیں کہ تمام فروع اور جزئیات پر ائمہ کی تصریح ہو اور علوم دن بدن بڑھتے ہیں کیونکہ اُمت کے معاملات میں تبدیلی آتی ہے تو ان کے قواعد واُصول جواز کا تقاضا کرتے ہیں تو جب تک ان کی تصریح ان کے خلاف ظاہر نہ ہو جواز کا حکم ہی لگایا جائے گا۔

**اعتراض:** جس نے یہ دعویٰ کیا کہ محض قبور کی طرف سفر تمام علماء مسلمین کے ہاں مستحب ہے یہ واضح طور پر جھوٹ ہے اسی طرح جو دعویٰ کرتا ہے کہ یہ آئمہ اربعہ کا قول یا جمہور علماء مسلمین کا قول ہے تو بلاشک یہ جھوٹ ہے۔

## جواب: تمہارا قول جھوٹا ہے

یہ کذب تب ہے اگر کوئی اس پر ان کی تصریح کا دعویٰ کرے جب ایسا نہیں تو یہ حکم بھی درست نہیں، ہاں تمہارا قول اور تمہارے شیخ کا قول کہ حرمت امام مالک اور جمہور علماء کا قول ہے اور اس پر آئمہ اربعہ کا اجماع مذاہب متفرقہ اور اصحاب قدماء کا اجماع ہے، یہ ایسے لمبے چوڑے دعوے ہیں جو قطعاً جھوٹے ہیں۔

**اعتراض:** اگر وہ کہتا ہے کہ یہ متاخرین کا قول ہے اور اس کی تصدیق ممکن ہے تو یہ اس کے بعد ہوگا کہ پہلے صحت نقل ثابت ہو جبکہ یہ قول شاذ، اجماع کے مخالف اور نصوص رسول کے مخالف ہے۔

## جواب: نص کے موافق ہونا

اس میں نص رسول کی کوئی مخالفت نہیں بلکہ یہ آپ کی نص کے ظاہر کے موافق ہے جیسے پہلے گزرا نہ اس پر کوئی اجماع ہے جیسے اس نے بیان کیا نہ اجماع صریح نہ سکوتی جیسے یہ اس پر ظاہر ہے جو قواعد اُصول سے کچھ آگاہ ہے۔ اسی سے وہ تمام باطل ہو جائے گا جس کا ذکر اس کے بعد اس نے کیا۔

**اعتراض:** خود قاضی عیاض نے یہ ذکر کیا کہ آپ کی زیارت ایسی سنت ہے جس پر اجماع ہے پھر انہوں نے زیارت مشروعہ کو واضح کیا۔

**جواب:** اس میں واضح طور پر مغالطہ ہے کیونکہ قاضی عیاض نے اسے بطور حقیقت بیان کیا لیکن اس معنی کے ساتھ جس کو یہ مخالف مراد نہیں لیتا جیسے ان کی عبارت

"الشفاء" سے معلوم ہے۔امام سبکی نے اسے نقل کیا چاہو تو وہاں دیکھ لیں۔

**اعتراض:** قاضی عیاض نے ارشاد نبوی ﷺ "کہ تین مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر نہ کرو" کے تحت ذکر کیا کہ امام مالک کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ان تین کے علاوہ کی طرف سفر حرام ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سفر محض زیارت قبور کے لیے حرام ہے جیسے امام مالک اور ان کے دیگر اصحاب نے بیان کیا۔

**جواب:** اس نے جو ذکر کیا کہ یہ امام مالک کا مذہب ظاہر اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں۔یہ محض ان پر افترا ہے نہ امام مالک سے یہ معروف ہے اور نہ ان کے اصحاب سے اور اسے ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے علاوہ کسی نے نقل نہیں کیا اور ان سے مطالبہ ہے کہ وہ اس پر صحیح صریح نقل پیش کریں۔مالکی علماء کی کُتب اس کی تکذیب کرتی ہیں اور قاضی عیاض سے جو کچھ ذکر کیا وہ مردود اور غلط ہے کیونکہ اس حدیث مذکور میں اس کے خلاف کوئی حجت نہیں جیسے پیچھے تفصیلاً گزر چکا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۵٦" پر نویں حدیث کے تحت لکھا: "جس نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور غزوہ میں شریک ہوا، بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اسے اس بارے میں نہیں پوچھے گا جو اس نے اس پر فرض کیا ہے۔

(لسان المیزان: ۲۔۴)

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بلاشبہ گڑھی گئی ہے اور حدیث کے جاننے والے اس بارے میں کوئی شک نہیں کرتے۔

## جواب: ماہرین حدیث کی مخالفت

یہ مردود ہے محدثین میں سے کسی نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح نہیں کی چہ جائیکہ انہیں اس کا جزم ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ اس کی سند میں مجہول اور ضعیف راوی ہے جسے علامہ ابن حجر وغیرہ نے بیان کیا اور یہ اس کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں۔ حفاظ حدیث نے یہ تصریح کی ہے کہ سند کے ضعف پر اعتماد کرتے ہوئے حدیث کو یقینی ضعیف کہنا منع ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے علاوہ اس کی کوئی صحیح سند ہو اور اس پر موضوع کا حکم لگانا قطعی طور پر بطریق اولیٰ منع ہو گا جسے ہم نے امام سیوطی کی کتاب ''التدریب'' کے حوالہ سے صفحہ ''۱۲'' پر لکھا ہے تو اس حدیث کو مخالف کا یقینی طور پر موضوع قرار دینا اہل علم محدثین کے کلام کی مخالفت ہے۔

**اعتراض:** اسے نہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نہ علقمہ نے نہ ابراہیم نے نہ منصور نے نہ سفیان ثوری نے اور اس علم کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث حضرت سفیان ثوری کے حوالہ سے گڑھی گئی ہے اور اسے انہوں نے ہرگز نہیں سنا۔

**جواب:** یہ دعویٰ مطلقاً بلا دلیل ہے جو واضح ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۵۷'' پر لکھا، اس حدیث کا حمل بدر بن عبداللہ مصیص پر ہے جو بطور ثقہ معروف نہیں نہ عدالت میں اور نہ امانت میں۔

**جواب:** یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ اس سے جرح ثابت نہیں ہوتی دیکھئے ''المیزان'' از حافظ ذہبی۔

اعتراض: یا صاحب جز ابوالفتح محمد بن حسین ازدی پر حمل ہے اس پر وضع کی تہمت ہے اگرچہ وہ حفاظ حدیث سے ہے۔

## جواب: موضوع ہونا لازم نہیں آتا

یہ مذکور حدیث کے موضوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حافظ مذکور کے واضع ہونے پر بھی نہیں کرتا اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ان کی تمام مرویات جھوٹی ہیں یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے کہ اس حدیث کا محض اس لیے موضوع ہونا کہ اس کے راوی پر محض جرح ہے یہ زیادتی مقبول نہیں جیسے کہ ہم نے اس پر صفحہ "۷۷" پر گفتگو کردی ہے۔ بہت سی احادیث ہیں جنہیں ایسے لوگوں نے روایت کیا جن پر وضع کی تہمت ہے لیکن نہ تو اہل علم نے انہیں موضوع کہا اور نہ ہی ان سے استدلال کو ساقط قرار دیا۔

اعتراض: شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے "کتاب الضعفاء" میں لکھا کہ محمد بن حسین بن احمد ابوالفتوح ازدی موصلی نے ابویعلیٰ، ابن جریر اور دیگر محدثین سے بھی حدیث لی۔ یہ حافظ حدیث ہیں لیکن ان کی حدیث میں مناکیر ہیں۔

## جواب: ترک حدیث کا تقاضا

اتنی سی بات اس سے ترک حدیث کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ ایسا نہیں کہ جس سے احادیث مناکیر مروی ہوں اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس پر آئمہ محدثین کی تصریح ہے کہ یہ چیز نقصان دہ نہیں مگر جب راوی سے کثرت مناکیر

اور ثقات کی مخالفت ہو یہاں تک کہ اسے منکر الحدیث کہا جائے کیونکہ منکر حدیث ہونا آدمی میں ایسا وصف ہے جو اسے حدیث کے ترک کا مستحق کرتا ہے جیسے ہم نے اس پر گفتگو صفحہ "۱۲" پر کر دی۔

**اعتراض:** لوگ ازدی کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

**جواب:** اس کے ضعیف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی تمام روایات سے استدلال ترک کیا جائے اگرچہ وہ فضائل اعمال سے متعلق ہوں خصوصاً جبکہ ان کے شواہد ہوں جیسے یہاں ہیں۔ الغرض یہ حدیث موضوع نہیں جیسے اس مخالف نے ان پر افترا کرتے ہوئے بیان کیا تو انصاف سے کام لیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۶۹" پر دسویں حدیث۔ کے تحت لکھا "جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے حالت زندگی میں میری زیارت کی" ان احادیث منکرہ میں سے جن کا ذکر ابن عدی خالد بن یزید عمری نے کیا کہ عبداللہ بن محمد بن منہال کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن بکر ابو سعید بالسی نے اور انہیں خالد بن یزید نے اور انہیں ابن جریج نے ان سے عطاء نے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اُمت کے لیے چالیس احادیث یاد کیں میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہ بنوں گا"۔ (جامع بیان العلم: ۱۶۷)

ابن عدی کہتے ہیں، یہ حدیث ابن جریج سے مروی ہے اور خالد بن یزید اسحاق بن نجیح ملطی سے اور وہ اس سے بدتر ہے۔ (الکامل: ۳-۱۸)

## جواب: دو محدثین کا تساہل

حق یہ ہے کہ یہ حدیث حفاظ کے ہاں متفقہ طور پر ضعیف ہے اگر چہ اس کے طرق کثیر ہیں جن کا ذکر امام نووی نے اپنی کتاب ''اربعین'' کے مقدمہ میں کیا۔ اگر چہ حافظ ابو طاہر سلفی نے کہا کہ یہ صحیح طرق سے مروی ہے، اسے ابن عدی نے مناکیر میں اور ابن جوزی نے ''موضوعات'' میں ذکر کیا، یہ ان دونوں کا غیر مقبول تساہل ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۶۲'' پر اس گیارہویں حدیث کے تحت لکھا ''جس نے ثواب کی خاطر شہر مدینہ میں میری زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا''۔ بلکہ یہ حدیث ضعیف اسناد منقطع ہے۔

**جواب:** منقطع موضوع نہیں ہوتی کچھ اس کا رد عنقریب بھی آئے گا۔

**اعتراض:** اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس میں محل نزاع پر کوئی دلیل نہیں۔

**جواب:** یہ اس لیے باطل ہے کہ ہم نے آئندہ صفحات پر اس کی گفتگو کی ہے انتظار کیجیے

**اعتراض:** انہوں نے حضرت انس بن مالک کو نہیں پایا لہذا ان کی روایت ان سے منقطع اور غیر متصل ہو گی انہوں نے اسے تابعین اور تبع تابعین سے روایت کیا۔

**جواب:** ان کے تابعین اور تبع تابعین سے روایت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ جیسے ''خلاصۃ الوفاء'' میں ہے۔

**اعتراض:** اس کے ساتھ استدلال جائز نہیں اور اعتبار کی خاطر کے علاوہ نہ ہی اس سے روایت لی جاسکتی ہے۔

## جواب: امام سبکی نے اسے بطور اعتبار ذکر کیا

جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یہ اس قبیلہ سے ہے کیونکہ امام تقی الدین سبکی نے اسے بطور متابعت وتائید سابقہ حدیث کے لیے ذکر کیا اور محدثین کے ہاں اعتبار متابع اور شاہد کو ملانا ہے اس وقت اس حدیث کے حوالہ سے مخالف نے جو ذکر کیا وہ سبکی کا رد نہیں ہو سکتا جیسے اُصول حدیث سے آگاہ شخص پر مخفی نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۶۳" پر لکھا، بالفرض اگر اس کی روایت صحیح ومتصل ہو اور یہ مشہور ثقہ راویوں سے ہے تو اس مروی اس روایت میں محض زیارت قبر کے لیے سفر کرنے اور سواریاں تیار کر کے جواز پر حجت نہیں بلکہ اس میں صرف ذکر زیارت ہے۔

## جواب: زارنی کا لفظ موجود ہے

یہ اس کے باوجود بلاشبہ مذکور کے خلاف حجت ہے کیونکہ لفظ "زارنی" اس میں مقام شرط پر واقع ہے جو قطعی عموم پر دلالت کرتا ہے۔ موت کے بعد آپ کی زیارت یہ زیارت قبر ہی ہے جو اس عموم کے تحت داخل ہے۔ اس سے یہ مستفاد ہے کہ حدیث مبارکہ آپ کی زیارت کی طالب ہے خواہ آپ ظاہری حیات میں ہوں یا وصال کے بعد، خواہ کوئی شخص قریب ہو یا بعید، وہ سفر کرے یا نہ کرے، اور ہم نے صفحہ "۵۱" پر گفتگو کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ زیارت کا لفظ سفر کو شامل ہے اب اس کی مذکورہ نفی سینہ زوری ہے یا فن اُصول سے جہالت جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

**اعتراض:** اس سے مراد زیارت شرعی ہے اور اس کا انکار شیخ الاسلام نہیں کرتے بلکہ

اسے مستحب قرار دے کہ اس پر اُبھارتے ہیں جیسے اس کا تذکرہ کئی دفعہ پہلے گزرا۔

## جواب: مطلقاً انکار کرنا

کئی دفعہ پیچھے گزرا کہ یہ تلبیس باطل اور غلط طور پر خلط ملط کرنا ہے کیونکہ شیخ الاسلام زیارت قبر کا انکار کرتے اور اس سے مطلقاً منع کرتے ہیں اور زیارت شرعیہ سے ان کی مراد مسجد نبوی ﷺ میں آنا اور وہ ادا کرنا ہے جو اس مسجد اور دیگر مساجد میں مشروع ہے اور یہ حقیقت میں قبر انور کی زیارت نہیں نہ شرعاً نہ لغتاً نہ عرفاً جیسے مخالف نے اس کا پہلے اعتراف کیا اور زیارت کے بارے میں وارد احادیث اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس پر کرتی ہیں۔

## اعتراض: صفحہ "۱۶۴" پر اس بارہویں حدیث

| | |
|---|---|
| ما من احد من اُمتی له سعة ثم | جس اُمتی کو بھی طاقت و گنجائش ہو وہ اگر |
| لم یزرنی فلیس له عذر | میری زیارت نہ کرے تو اس پر کوئی عذر |
| (کشف الخفاء: ۲۔۳۶۶) | نہیں۔ |

کے تحت لکھا، یہ حدیث موضوع جھوٹی، من گھڑت اور اس من گھڑت نسخہ سے ہے جو بطور جھوٹ سمعان بن مہدی سے ہے۔ (الیٰ آخرہ)

## جواب: نسخہ تمام جھوٹ نہیں

اسی طرح حافظ ذہبی نے نسخہ مذکورہ کے بارے میں لکھا: اور اس سمعان کے بارے میں کہا کہ یہ معروف نہیں، اس کی مخالفت حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی اور کہا:

اس نسخہ کا اکثر متن موضوع ہے جیسے ''خلاصة الوفاء'' میں ہے۔ لیکن امام تقی سبکی شاید اس مذکورہ حدیث کو موضوع نہ سمجھتے ہوں اور انہوں نے حافظ عسقلانی کے کلام سے بھی یہی محسوس کیا ہو۔ اس وقت اس مخالف کی طعن و تشنیع اس بحث کے بارے میں ان پر متوجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اس پر مبنی ہے کہ مذکورہ نسخہ تمام کا تمام موضوع ہے اور وہ اس سے متفق نہیں جیسے تم جان چکے ہو۔

اور یہ چیز ثابت ہے کہ مذکورہ حدیث میں وارد وعید میں وہی شخص داخل ہو گا جو اس حدیث کو موضوع جاننے کے باوجود اسے روایت کرے یا اسے اس کے موضوع ہونے کا ظن غالب ہو جیسے اس کی تصریح امام نووی نے شرح مسلم میں اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتب میں کی ہے۔

حافظ عراقی نے ''شرح الفیة الحدیث'' میں لکھا، رہی روایت غیر موضوع اہل علم نے اس کی سند اور بلا بیان ضعف اس کی روایت میں تساہل کو جائز قرار دیا جبکہ وہ احکام و عقائد کے بارے میں نہ ہو بلکہ ترغیب و ترہیب مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال کے بارے میں ہو۔

امام نووی کی ''التقریب'' میں ہے کہ محدثین کے ہاں ضعیف سندوں میں تساہل اور ان کا روایت کرنا موضوع کے علاوہ جائز ہے اور ضعیف پر عمل ضعف بیان کیے بغیر جائز ہے بشرطیکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام سے نہ ہو۔ تو انصاف سے کام لیجیے متعصب اور ضدی کی اتباع نہ کیجیے۔

پھر میں نے سید مرتضٰی کی "شرح الاحیاء" میں دیکھا، اس حدیث کو امام ابن عساکر نے بھی" فضائل المدینة" میں نقل کیا اور حافظ عراقی نے اس بارے میں کہا کہ اسے امام بخاری نے "تاریخ المدینة" میں روایت کیا۔ امام سیوطی نے "جامع الکبیر" کے بعض نسخہ میں لکھا کہ تاریخ بخاری تمام کی تمام صحیح ہے۔

اس سے وہ تمام ساقط ہو گیا جو مخالف نے اس پر طویل گفتگو کی کیونکہ یہ چیز اس کی پشت کو توڑنے والی اور اس کی تلوار کو اس کے سینے کی طرف موڑ دینے والی ہے۔

اعتراض: صفحہ "۱۶۷" پر تیرہویں حدیث

| | |
|---|---|
| من زارنی حتی ینتھی الیٰ قبری کنت له یوم القیامة شهیداً او قال: شفیعاً | جس نے میری زیارت کی حتی کہ وہ میری قبر انور تک پہنچا میں روز قیامت اس کے لیے گواہ بنوں گا یا فرمایا شفیع بنوں گا۔ |

کے تحت لکھا، یہ حدیث نہایت ہی منکر ہے نہ صحیح ہے اور نہ ثابت، بلکہ یہ ابن جریج سے گھڑی ہوئی روایت ہے۔

## جواب: منکر و موضوع میں فرق

اس روایت کا منکر ہونا نہ اس کے موضوع ہونے کو مستلزم ہے اور نہ یہ اس کے عدم ثبوت کو جیسے پہلے متعدد دفعہ گزرا اور اس کے صحیح و ثابت نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ امام زرکشی نے "النکت علی ابن صلاح" میں لکھا، ہمارے قول "موضوع" اور ہمارے قول "لایصح" میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ

پہلا قول کذب اور گھڑنے کو ثابت کرتا ہے جبکہ دوسرا قول عدم ثبوت سے خبر ہے لیکن اس سے عدم ثابت نہیں ہوگا اور یہ ان تمام احادیث میں ہے جن کے بارے میں امام ابن جوزی نے ''لا یصح ونحوہ'' کہا۔ امام سیوطی نے اسے ثابت رکھا اور منکر و موضوع کے درمیان فرق کیا کہ منکر ضعیف کی قسم اور اسے فضائل میں قبول کیا جاسکتا ہے اور امام ذہبی نے اسے مستقل نوع قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف یوں کی۔ یہ ضعیف کے نیچے اور موضوع سے اُوپر ہے تو منکر ہونا کسی حدیث کے موضوع ہونے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ دونوں آپس میں غیر ہیں۔

حافظ عسقلانی نے ''نتائج الافکار لتخریج احادیث الاذکار'' میں لکھا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ نفی ثبوت سے ضعف کا ثبوت لازم نہیں آتا۔

الغرض اس حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں کسی حافظ حدیث نے تصریح نہیں کی۔ شیخ عقیلی نے ابن جریج کا تفرد اور منکر ہونے کے علاوہ کسی شے کا ذکر نہیں کیا اور یہ مخالف کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتا اور نہ ہی اس روایت کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے کیونکہ ہر منکر ضعیف نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی روایت کے راوی کے متفرد ہونے سے وہ موضوع ہوتی ہے جیسے بات پہلے گزری۔ اس سے اس کا آنے والے کا یہ قول باطل ہو جائے گا کہ حدیث ہر حال میں ثابت نہیں۔

اعتراض: صفحہ ''۱۶۸'' پر لکھا کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے کسی نے روایت کیا ہو سوائے عقیلی کے انہوں نے کتاب ''الضعفاء'' میں ذکر کیا یا کسی نے اس سند کے ساتھ اسے ذکر کیا۔

جواب: یہ چیز اس روایت کے نہ موضوع ہونے کو مستلزم ہے نہ ضعیف ہونے کو کیونکہ جو کچھ ان کُتب میں ہے وہ تمام ساقط نہیں جیسے کہ فن حدیث کے ادنیٰ طالب پر یہ چیز مخفی نہیں۔

اعتراض: صفحہ "۱۶۹" پر اس چودھویں حدیث

من لم یزر قبری فقد جفانی — جس نے میری قبر انور کی زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

کے تحت لکھا، یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اس کا بیان حال اور اس کے راویوں پر آئمہ کا کلام گزر چکا ہے، جو کافی ہے۔

جواب: ہم نے پیچھے بھی "۶۴" پر اور اس کے بعد تفصیلاً اس کا رد کیا اس پر وہاں گفتگو یہاں پر گفتگو سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

اعتراض: یہ روایت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھوٹی گھڑی گئی ہے۔

جواب: معاملہ ایسے نہیں بلکہ اس کی سند صرف ضعیف ہے جیسے "الجوھر المنظم" وغیرہ میں ہے اور یہ چیز پہلی حدیث کی تقویت کے لیے متابع اور استشہاد میں نقصان دہ نہیں اگر فرض کریں یہ خود درجہ پانے والی نہیں۔

اعتراض: صفحہ "۱۷۰" پر لکھا، واضح ہو چکا ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ پر بطور مرفوع اور موقوف مروی ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

جواب: اس دعویٰ کا بطلان اس سے ظاہر ہو جاتا ہے، جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا اور صفحہ "۶۴" پر اس کے بارے میں پہلے تفصیلاً گفتگو موجود ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۷۱" پر پندرہویں حدیث

من أتى المدينة زائراً وجبت له شفاعتي يوم القيامة (خلاصۃ الوفاء: ۹۲) جو شہر مدینہ میں زیارت کے لیے آیا اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

کے تحت لکھا، یہ حدیث باطل اور گھڑی ہوئی ہے ایسی گھڑی ہوئی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

**جواب:** یہ دعویٰ بعد والے کی طرح بلا حجت ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

**اعتراض:** یہ سب سے ضعیف مرسل ہے یا کمزور منقطع ہے۔

**جواب:** یہ باطل جملہ ہے کیونکہ عبد اللہ بن وہب ثقہ ہیں۔ بکر بن عبد اللہ اگر انصاری ہوں تو وہ صحابی ہیں اور اگر مزنی ہیں تو وہ جلیل تابعی ہیں جیسے "خلاصة الوفاء" میں ہے۔ اس میں صرف ارسال کا احتمال ہے اور اس کی سند میں مبہم شخص ہے جیسے "الجوهر المنظم" وغیرہ میں ہے۔

**اعتراض:** اگر فرض کرلیں کہ یہ ثابت احادیث میں سے۔ ہے تو محل نزاع پر اس میں کوئی دلیل نہیں۔

**جواب:** اس کے رد میں وہی گفتگو کی جاسکتی ہے جو صفحہ "۳۸" اور "۸۳" پر گزر چکی ہے اس لیے کہ لفظ "أتى المدينة زائراً" کے مقام شرط پر وقوع کی وجہ سے عموم پر دلیل ہے تو یہ بلا اختلاف محل نزاع پر دلیل بنے گی۔

**اعتراض:** یہ واضح ہوگیا کہ وہ تمام احادیث جن کا ذکر اس بارے میں معترض سبکی نے

کیا ہے ان میں کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ تمام کی تمام ضعیف یا موضوع ہیں کہ ان کی کوئی اصل نہیں۔

**جواب:** پیچھے کئی دفعہ یہ گفتگو گزری ہے جو مخالف کے اس دعویٰ کو جھوٹ قرار دیتی ہے اس میں سے وہ گفتگو بھی ہے جو ہم نے صفحہ "۱۱" اور "۳۷" پر کی ہے۔

**اعتراض:** بہت سی ایسی احادیث جن کے طرق ضعیف ہیں اور معترض نے ان کا ذکر کیا حالانکہ وہ اس بارے میں موضوع ہیں۔ لہذا ان کے طرق کی کثرت اور متعدد ہونے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

**جواب:** یہ دعویٰ اہل نظر واثر کے ہاں غیر معتبر اور باطل ہے کیونکہ انہوں نے یہ تصریح کی ہے جیسے "فتح المغیث" میں ہے کہ ضعف حدیث جب راوی کے کذب یا شذوذ یا شدید ضعف وغیرہ کی وجہ سے ہو جس کا تقاضا اس کا رد ہے کیونکہ کثرت طرق سے اس کی کمی پوری نہیں ہوتی لیکن وہ اپنے کثرت طرق قاصرہ کی وجہ سے درجہ اعتبار سے نکل جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی کمی کو پورا نہیں کر پاتی تو وہ مرتبہ مردود منکر سے باہر ہو جائے جس پر عمل جائز نہیں اس رتبہ ضعیف کی طرف کہ جس پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔ بسا اوقات یہ طرق اتنے کمزور ہوتے ہیں جو بمنزل اس طریق کے کہ جن میں ضعف بڑا کم ہوتا ہے بایں طور کہ اگر بالفرض اس حدیث کی ایسی سند آجائے جس میں تھوڑا سا ضعف ہو تو وہ حسن لغیرہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے۔

امام سیوطی نے "التدریب" میں لکھا کہ جب حدیث کا ضعف، ارسال یا

تدلیس یا جہالت رجال کی وجہ سے ہو وہ کسی اور وجہ سے زائل ہو جائے تو وہ روایت حسن لذاتہ سے کم درجہ پر آجاتی ہے اور ضعیف راوی کے فسق یا کذب کی وجہ سے اگرچہ اس کا غیر اس کی موافقت میں مؤثر نہیں ہوتا جب وہ اس کی کوئی مثل ہو اور وہ طرق کے مجموعہ کی وجہ سے منکر ہونے سے بلند ہو جاتی ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں۔ آخر تک وہی گفتگو صفحہ "۲۹" پر گزری ہے۔

اعتراض: حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں معترض سبکی نے جو تمام طرق کو جمع کیا اور بعض روایات کا صحیح ہونا دوسری بعض کے لیے شاہد اور متابع بنایا جس میں مخالف کی غلطی ظاہر اور تعصب واضح ہو اور اپنے فعل میں حملہ آور ہونا لازم آتا ہے شیخ الاسلام اس کے ضعیف اور اس کے رد اور عدم قبول کی طرف گئے ہیں وہی درست وصواب ہے اور انہوں نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں لکھا۔۔۔(الی آخرہ)

## جواب: اہل علم نے تمہارے شیخ کا رد کیا

ہماری سابقہ گفتگو سے یہ چیز حاصل ہو گئی کہ جو تقی سبکی نے اس بارے میں کہا وہی واضح طور پر درست اور صحیح حق ہے اور جس طرف ان کا مخالف اور اس کا شیخ گیا وہ واضح غلط، باطل تعصب اور غلط حملہ اور بالکل کمزور رائے ہے۔ اہل علم نے اس کا رد کیا اور اس پر شدید تر انکار کیا اور اسے انہوں نے شیطانی وسوسوں اور نفسانی خرافات میں شمار کیا اور ایسا انصاف جو تعصب سے خالی ہو جسے علوم الحدیث اور فقہ میں ادنیٰ درک حاصل ہو وہ یہی فیصلہ دے گا۔ للہ الحمد۔ اور تمام

دعوے جو اس مخالف نے اپنے شیخ کی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم''
سے نقل کیے ان کا رد اور کمزور ہونا کئی مرتبہ پیچھے آیا۔ ہم اسے لوٹا کر طوالت سے
کام نہیں لے رہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۷۵'' پر لکھا کہ انہی الفاظ سے انہوں نے روایت کیا جس میں
''عند قبری'' کے الفاظ نہیں اور جو الفاظ اس پر اضافہ ہے وہ بطور تفسیر ہیں نہ کہ وہ
اس روایت کا حصہ ہیں۔

## جواب: تفسیر مقبری کا تقاضا

یہ اضافہ اس کا تقاضا ہے جو امام مقبری (جو بخاری کے اکابر شیوخ میں سے
ایک ہیں) نے حدیث مذکور کی تفسیر یوں کی:

اذا زارنی فسلم علیّ رد اللہ علیّ روحی ارد علیه جس کسی نے میری زیارت کی اور مجھ پر سلام
کہا اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے
یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جس کا ذکر امام سبکی وغیرہ نے کیا۔

**اعتراض:** واضح رہے یہ حدیث جس پر امام احمد، ابو داؤد اور دیگر آئمہ نے مسئلہ
زیارت میں اعتماد کیا وہ اس بارے میں دیگر دلائل سے بہت عمدہ ہے اس کے باوجود
اس کی سند گفتگو سے محفوظ نہیں اور اس کی دلالت میں نزاع ہے۔ سند میں گفتگو یہ ہے
کہ ابو صخر ابن قسیط از ابو ہریرہ متفرد ہے اس کی روایت میں کسی نے ان کی متابعت نہیں

کی نہ ہی ابن قسیط کی روایت میں، ابن صخر کی کسی نے متابعت کی۔۔۔(الٰی آخرہ)

## جواب: حفاظ اور صحت حدیث

یہ طویل گفتگو امام سبکی کی بیان کردہ چیز سے مانع نہیں ہو سکتی کیونکہ آئمہ ستہ نے ان دونوں شیوخ سے روایت لی ہے اور یہی چیز تمہارے لیے کافی ہے اور محدثین کی اس پر تصریحات صفحہ ''۱۳'' پر گزر چکی ہیں کیونکہ ان دونوں کی عدالت میں کوئی اختلاف نہیں وہ عبارات جن کا ذکر ان دونوں کے بارے میں کیا گیا وہ ان کی حدیث کو مرتبہ حسن پر لے جاتی ہے جس کا اعتراف مخالف نے کیا اور وہ صفحہ ''۱۸۴'' پر آرہا ہے اب سند حدیث مذکور کی سند حسن بلکہ صحیح ہے جسے امام نووی نے ''الاذکار'' میں اور دیگر محدثین نے ذکر کیا اور حافظ سخاوی نے ''المقاصد الحسنۃ'' اور زرقانی نے اس کی ''تلخیص'' میں اور دیگر محدثین نے لکھا، اسی سے اس کا آنے والا قول باطل ہو گیا کہ یہ حدیث جس میں ابو صخر، ابن قسیط سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں متفرد ہے تو اس کی سند کلام سے خالی نہیں اور یہ چیز اسے درجہ صحیح تک نہیں پہنچاتی کیونکہ ہر کلام معتبر نہیں جیسے واضح ہے اسی لیے اس روایت پر حفاظ حدیث نے صحت کا حکم لگایا ہے جسے تم پڑھ چکے ہو۔

اعتراض: صفحہ ''۱۸۲'' پر جو مطبوعہ صورت میں بطور غلطی صفحہ ''۱۷۲'' بن گیا اور وہ اشارہ کرتا ہے وہ صلوٰۃ وسلام جو پہنچتا ہے وہ تمہارے میری قبر کے پاس اور دور ہونے کی شکل میں حاصل ہوتا ہے تو تمہیں میری قبر کو میلہ گاہ بنانے کی ضرورت نہیں جیسے فرمایا:

لا تجعلوا قبری عیداً وصلوا علی   میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو

فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم   کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو

**جواب:** یہ کلمہ حق لیکن مراد اس سے باطل لیا ہے، قبر انور کو میلہ گاہ بنانے کی نہی میں وارد حدیث صحیح ہے لیکن یہ قبر کی زیارت کے عرفاً، شرعاً اور لغتاً غیر ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کو مستلزم نہیں۔ اسی طرح زیارت کا بعض اوقات قبر کو میلہ گاہ بنانے تک پہنچانا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ زیارت مطلقاً منع ہے جیسے کہ اہل علم کا قول گزر چکا ہے تو اس نے وہم کیا کہ نص زیارت قبر انور اور اس کے پاس سلام وصلوٰۃ پڑھنا یہ مستلزم ہے اس بات کو جس سے ممانعت ہے کہ یہ قبر کو میلہ گاہ بنانا ہے تو یہ تو ہم باطل ہے اس کی طرف ہماری معلومات کے مطابق آج تک کوئی نہیں گیا۔

حدیث کے بارے میں اس کا یہ کہنا: ''وصلّوا علیّ''۔ الیٰ آخر، یہ اُمت کی رہنمائی ہے کہ وہ جس مقام پر ہو درود شریف پڑھے اور انہیں یہ اطلاع ہے کہ غائب ہونے کے باوجود یہ پہنچتا ہے اور یہ ان کے لیے ترغیب ہے کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ غائب کی دعا نہیں پہنچتی۔ اور قبر انور سے قرب وبُعد حال میں برابر ہیں اور ایک کو دوسرے پر تمام وجوہ سے کوئی فضیلت نہیں اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم ہے جیسے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** شیخ ابویعلیٰ موصلی نے موسیٰ بن محمد بن حبان سے بیان کیا کہ ہمیں ابوبکر حنفی نے انہیں عبد اللہ بن نافع نے انہیں علاء بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے امام

حسن بن علی بن ابی طالب سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوھا اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور انہیں قبوراً ولا تتخذوا بیتی عیداً۔۔۔الخ قبور نہ بناؤ اور نہ ہی میرے گھر کو میلہ گاہ بناؤ

**جواب:** یہ تمام احادیث و آثار جن کو مخالف نے ذکر کیا ان پر گفتگو گزر چکی ہے کہ اس میں مشروعیت زیارت کے عدم پر کوئی دلالت نہیں جیسے بعض اہل بیت نے اس پر تمسک کیا جس کے بارے میں نہی ہے اور یہ اصل سے نہی نہیں۔ یہ اس شخص کے لیے نہی ہے جو صرف غیر مشروع طریقہ پر حاضر ہوا تو ان سے اس منقول شدہ چیز پر اس بارے میں کوئی دلیل نہیں اور اس پر کئی دفعہ توجہ ہم دلا چکے ہیں، اسے پڑھ لیجیے ہم اسے لوٹا نہیں رہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۱۸۶" پر لکھا، جس پر طبعاً غلطی سے صفحہ "۱۷۶" لکھا گیا۔ پھر معترض نے یہ ذکر کیا کہ سلام کی دو اقسام ہیں: **پہلی قسم:** جس سے مقصود دعا ہے۔ **دوسری قسم:** جس سے مقصود تحیہ ہے۔ اور پھر اس پر گفتگو کی اور کتاب کو طول دینے کے لیے کچھ مناقشات اور مؤخذات ذکر کیے۔

**جواب:** یہ بے تکی بات ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔ امام تقی الدین سبکی کی اس مقام پر گفتگو پر کوئی غبار نہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس کا حاصل "الجوھر المنظم" میں لکھا اور کہا، میں نے اسے استفادہ اور اپنی ذکر کردہ بات کی تقویت میں لکھا ہے اس کے باوجود اسے خود بھی پڑھ لیجیے اگر تم چاہو تا کہ وہ بات سامنے آجائے جو میں نے کہی۔

اعتراض: صفحہ ''۱۸۸'' میں جو مطبوعہ صفحہ ''۱۷۸'' ہے اس حدیث ''حیاتی خیر لکم ــــ الخ'' کے تحت لکھا، میں کہتا ہوں کہ یہ روایت مرسل ہے۔

## جواب: حدیث کا مرفوع ہونا

یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور مرفوع منقول ہے، ابو منصور بغدادی کی روایت اور ابن سعد کی ''طبقات'' میں اور دیگر کتب میں ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ اسے امام بزار نے بھی ایسی سند سے روایت کیا جس کے راوی صحیح کے راویوں سے ہیں چاہو تو اسے ملاحظہ کرلو گویا مخالف اس پر مطلع نہیں یا اس نے یہ چیز دیکھی اور اسے غیر حق میں تعصب کے لیے چھوڑ دیا۔

اعتراض: صفحہ ''۱۹۰'' پر لکھا جو مطبوعہ صورت میں ''۱۸۰'' ہے۔ اس حدیث

ان اللّٰہ اعطانی ملکاً من الملائکۃ یقوم علی قبری ــــ الخ

اللہ تعالیٰ نے مجھے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عطا کیا جو میری قبر پر کھڑا ہے۔

(مسند حارث: ۲۔۹۶۲)

کے تحت لکھا، یہ روایت ثابت نہیں، اور عمران بن حمیری مجہول ہیں، بخاری نے ذکر کیا کہ اس حدیث کا متابع نہیں اور نعیم بن ضمضم کے بارے میں کہا گیا کہ ضمضم کا حال معروف نہیں جو اس خبر کو قبولیت کا موجب بنے۔

## جواب: عدم ثبوت کی دلیل نہیں

امام ابن حبان نے عمران بن حمیری کو ثقہ قرار دیا جیسے علامہ ابن حجر نے بیان کیا

اور اس کا متابع نہ ہونا اس کے عدم ثبوت کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ ہی راوی کی نقصان دیتا ہے جس کی تفصیل ہم نے صفحہ ''۱۲'' پر بیان کر دی ہے اور نعیم بعض کے نزدیک صرف ضعیف ہیں اور حدیث ثابت ہو گئی کیونکہ ضعف سے نہ عدم ثبوت لازم آتا ہے اور نہ فضائل اعمال اور مناقب میں استدلال ساقط ہوتا ہے جیسے معاملہ یہاں ہے کیونکہ کسی نے بھی شدت ضعف کی تصریح نہیں کی اور نہ ہی اسے موضوع قرار دیا بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جیسے مخالف نے آئندہ صفحات پر اسے تسلیم کیا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۹۲'' جو مطبوعہ میں صفحہ ''۱۸۲'' ہے اس حدیث

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة ـــ الخ — تمہارے ایام میں سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۳۔۱۹۱)

کے تحت لکھا، امام ابن حاتم سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسے حسین جعفی کے علاوہ کسی نے روایت کیا ہو اور عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف الحدیث ہے۔

**جواب:** یہ امام دار قطنی، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن حبان کے حدیث مذکور کو صحیح قرار دینے سے مردود ہے اور اسے امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا جسے امام قصری نے ''شرح الدلائل'' میں نقل کیا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۱۹۵'' جو مطبوعہ ''۱۸۵'' پر اس حدیث میں یہ قول ''وقد ارمت'' ''را'' کی فتحہ کے ساتھ ہے۔ بعض نے زیر پڑھی لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں۔

جواب: یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ صیغہ مجہول کے ساتھ مروی ہے جیسے "الجوھر المنظم" میں ہے اور بطور صیغہ معروف بھی ہے۔ تاج العروس، میں ہے: ارم المال، جیسے "علم فتی، ارض ارمة کفرحة" (جو کوئی شے نہ اُگائے) اسی سے یہ حدیث میں ہے کہ ہمارا اسلام آپ کو کیسے پہنچے گا "وقد ارمت"

اعتراض: صفحہ "۱۹۸" پر جو کہ مطبوعہ پر "۱۸۸" ہے۔ زید ایمن مجہول الحال شخص ہے کوئی ایک نہیں جانتا کہ ان سے سعید بن ابی ہلال کے علاوہ کسی نے روایت کیا ہو۔

## جواب: امام دمیری کا قول

یہ امام دمیری کے اس قول سے مردود ہے کہ اس کی حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں جیسے اسے امام قصری نے اپنی "شرح الدلائل" میں نقل کیا۔

اعتراض: صفحہ "۲۰۰" پر لکھا جو مطبوعہ پر "۱۹۰" ہے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے موضوع ہے نہ اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نہ ابو صالح نے اور نہ ہی اعمش نے اور محمد بن مروان سدی پر کذب و وضع کی تہمت ہے۔

## جواب: سند حدیث کا جید ہونا

یہ دعویٰ باطل اور محض افترا ہے جس پر عنقریب گفتگو ہو گی۔ صفحہ "۱۴۰" پر بھی گفتگو گزری ہے کہ مذکورہ حدیث کو امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا۔ ابو الشیخ بن حیان نے کتاب "ثواب الاعمال" میں جید سند کے ساتھ نقل کیا اگرچہ منقول ہے کہ یہ غریب ہے جیسے علامہ ابن حجر، میرک اور دیگر محدثین نے کہا

اسے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' میں، امام بغوی نے ''مصابیح'' اور خطیب نے ''مشکوٰۃ'' اور قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں نقل کیا اور شارحین نے اس پر اسی حکم کو ثابت رکھا۔

امام ابن عراق نے اپنی کتاب ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ'' میں لکھا کہ اس حدیث کی سند جید ہے جیسے امام سخاوی نے اپنی کتاب ''القول البدیع'' میں اپنے استاذ حافظ ابن حجر سے نقل کیا۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے شواہد ہیں جنہیں اس حدیث کے حوالے سے امام بیہقی نے نقل کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث ہے جیسے امام دیلمی نے نقل کیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے عقیلی نے نقل کیا اور اس بارے میں مخالف کا یہ قول کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا عنقریب رد کیا جائے گا۔

اور محمد بن مروان سدی کا کذب و وضع کا اتہام اس حدیث کے ہرگز موضوع ہونے پر دلیل نہیں بلکہ یہ اس راوی کے وضاع ہونے پر دلیل ہے اور یہ اس کی تمام مرویات کی موضوع وجھوٹ ہونے کو مستلزم نہیں۔ علاوہ ازیں اس کی متابعت موجود ہے جس کا ذکر عنقریب تم جان لوگے۔ یہ چیز مسلم ہے کہ محض کسی راوی پر جرح کیوجہ سے حدیث کو موضوع قرار دینا غیر مقبول زیادتی ہے جیسے کہ تفصیل گزر چکی ہے اب اس تمام کا ساقط ہونا معلوم ہو جاتا ہے جس پر مخالف نے طویل گفتگو بعد میں کی، اس کا بھی ہم نے تمہیں رد بتا دیا۔

**اعتراض:** اس متفرد کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں کیونکہ پہلے الفاظ قبر کے پاس سماع کے اثبات پر اور دوسرے الفاظ قبر کے پاس سماع کی نفی پر دلیل ہیں۔

**جواب: احادیث میں موافقت**

ان کے درمیان فقط بادی النظر میں اختلاف ہے کیونکہ علامہ ابن حجر نے ان دونوں اور دیگر کثیر احادیث کو یوں جمع کیا جو ان کے معنیٰ یا اس کے قریب ہے کہ آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچا دیا جاتا ہے جب وہ دور سے پڑھا جائے اور آپ انہیں قبر شریف کے پاس بلا واسطہ سنتے ہیں اگرچہ یہ منقول ہے کہ یہاں سے بھی ان دونوں کو پہنچایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ قبر انور کے پاس ہونے والے کو اس سے مخصوص کیا گیا کہ فرشتہ اس کا صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے جبکہ آپ بلا واسطہ بھی اسے سنتے ہیں اب یہ اس آدمی کی مزید خصوصیت اور اس کے حال میں اہتمام اور اس کے ساتھ اس کی استمداد ہے کیونکہ مقید، مطلق حکم کا تقاضا کرتا ہے اور تمام دلائل جن کا ظاہر میں تعارض ہو انہیں جمع کرنا لازم ہے یہاں تک ممکن ہو تو یہاں مخالف نے جو خیال کیا وہ باطل مغالطہ ہے۔

**اعتراض:** اسے عقیلی نے اپنے شیخ سے روایت کیا۔

**جواب:** اس شیخ کا نام ابن القاسم کندی ہے جن کے بارے میں عقیلی نے کہا کہ وہ شیعہ ہے اس میں نظر ہے کہ اس حدیث کی متابعت نہیں کی باقی اسے وہ چیز رد کرتی ہے جو "لسان المیزان" میں ہے کہ امام ابن حبان نے علی بن قاسم مذکور کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا اور کہا، اس کے تابع عبد الرحمن بن صالح اور قبیصہ بن عقبہ ہے جن سے امام

طبرانی نے روایت کی۔(تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ ،از سیدی محمد بن عراق)

**اعتراض:** عقیلی نے کہا کہ اس کی حدیث اعمش سے کوئی اصل نہیں اور یہ محفوظ نہیں۔

**جواب: موضوع قرار دینا**

یہ وہی چیز ہے جس نے تجھے دھوکہ میں ڈالا کہ تم نے اسے موضوع قرار دیا اور یہ نہ جانا کہ اس کا رد کیا گیا ہے جیسے اسے امام ابن عراق نے سابق مذکورہ کتاب میں کیا کہ امام بیہقی نے اسے اسی سند سے ''شعب الایمان '' میں نقل کیا اور سدی عن اعمش کی، ابو معاویہ نے متابعت کی جسے ابوالشیخ نے ''کتاب الثواب ''میں سند جید کے ساتھ روایت کیا جسے امام سخاوی نے اپنے استاذ حافظ ابن حجر سے نقل کیا اور اس کے شواہد ہیں، جنہیں امام بیہقی اور دیلمی نے نقل کیا جیسے پیچھے گزرا۔

**اعتراض:** اسے امام طبرانی نے ''العلاء '' کی روایت سے بھی نقل کیا اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| من صلی علیّ من قریب سمعتہ | جس نے مجھ پر قریب سے درود شریف |
| ومن صلی علیّ من بعید ابلغتہ | پڑھا میں وہ سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر |
| (عون المعبود:٦_٢٢) | دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ |

ابو حاتم ابن حبان اور ابوالفتح ازدی نے علاء بن عمر کے بارے میں کلام کیا اور ابن حبان نے کہا۔۔۔(الیٰ آخرہ)

## جواب: متعدد آئمہ کا جید قرار دینا

آپ جان چکے کہ اس روایت کے متابعات اور کثیر شواہد ہیں اور اس پر حافظ عسقلانی نے جید ہونے کا حکم لگایا ہے اور اس کی موافقت متعدد محدثین مثلاً امام سخاوی سیوطی، علامہ ابن حجر اور میرک شاہ نے کی۔ اگر اس سے اور کثرت طرق سے درجہ حسن تک نہیں پہنچتی تو زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے جیسے امام سبکی نے کہا۔ اور کسی نے بھی اس کے موضوع ہونے کی تصریح نہیں کی نہ ہی شدید ضعیف ہونے کی اور جو کچھ عمرو مذکور کے بارے میں کہا یہ مبہم جرح مقبول نہیں کیونکہ سبب کا ذکر معدوم ہے جیسے صفحہ "۹۷" پر گفتگو میں ہوا۔

اور اگر اس پر اعتماد کر لیا جائے تو حدیث مذکورہ کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مقام اعتبار سے مطلقاً خارج ہوتی ہے جیسے فن اُصول حدیث سے ادنیٰ تعلق رکھنے والے پر مخفی نہیں۔

**اعتراض:** بعض نے یہ حدیث ابو معاویہ از اعمش روایت کی ہے۔

## جواب: بات چھپا دی

اس بحث سے مراد شیخ ابن حیان مذکور ہیں جنہوں نے اسے کتاب "ثواب الاعمال" میں نقل کیا جیسے گزرا۔ مخالف نے اسے مبہم رکھا تاکہ اس کا یہ دعویٰ مقبول ہو جائے جس پر کوئی دلیل نہیں جو اس کے بعد اس نے یہ کہا یہ خطا فاحش ہے۔ (الیٰ آخرہ)

میرے بھائی اس آدمی کے اس بُرے طریقہ کار اور قلت دین کو ملاحظہ کر لیجیے

کہ اس نے ایک امر ثابت پر آئمہ حدیث کو اور ناقلین شریعت کو اپنی فاسد رائے اور جھوٹی خواہش سے خاطی قرار دینے پر اقدام کیا۔ ہم اس سے اور اس کی نسبت دیگر باتوں سے اللہ عظیم کی پناہ مانگتے ہیں۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۰۷'' پر جو مطبوعہ غلطی کے مطابق ''۱۷۹'' ہے یہ مذکور دونوں جوابات میں سے ہر ایک میں نظر ہے۔

**جواب:** ہم پیچھے کامل جواب لا چکے ہیں جو اس حدیث کے بارے میں اشکال سے خالی ہے۔ دیکھیے صفحہ ''۱۲۹'' پر جس سے اس حدیث کے حسن ہونے پر مزید گفتگو نہیں کی جا سکتی چاہو تو اسے پڑھ لو۔

واضح رہے اس نے دوسرے جواب پر طویل گفتگو ایسی کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں جسم یا ایسی چیز جس سے اس کا قول لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے کیونکہ یہ ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ ابن قیم، ابن رجب، ابن عبد الهادی کے اعتقادات میں سے ہے جیسے اس سے ان کی کُتب مالا مال ہیں۔ اسی لیے محققین نے ان پر اہل سنت کے راستہ سے منحرف اور بدعتی قرار دیا جیسے کتاب ''الفوائد المدینۃ'' وغیرہ میں ہے۔

اہل علم نے ابن تیمیہ اور اس کے مذکورہ تلامذہ کے اس باطل عقیدے پر ڈنکے کی چوٹ پر بات کی اور کئی دفعہ یہ کہا کہ ان سے اس بارے میں سوال نہ کیا جائے اور ان سے جب اس بارے میں پوچھا گیا جیسے علامہ عطاء اللہ وغیرہ نے تفصیل دی ہے، جو مخالف نے یہ خیال کیا کہ جو کچھ یہاں بیان کیا ہے وہ سلف صالحین کا مذہب ہے۔

یہ جھوٹ اور سراپا کذب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے محفوظ رکھا۔

اعتراض: صفحہ "۲۲۲" جو مطبوعہ "۲۱۲" ہے پر لکھا کہ جواب یہ کہنا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اثر مذکور صحیح نہیں ہے اگر یہ ان سے صحیح ہو تو مسئلہ محل نزاع پر دلیل نہیں اور سبکی کا قول کہ اس کی سند جید ہے یہ اس کی خطا ہے۔

## جواب: واقعہ بلال کی سند جید ہے

ملا علی قاری نے بھی "تذکرۃ الموضوعات" میں یہ لکھا کہ ذیل میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سفر کا قصہ پھر ان کا شہر مدینہ کی طرف لوٹنا اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سفر کے بعد اور آپ کا اذان دینا اور اہل مدینہ کا باہر نکلنا، اس کی کوئی اصل نہیں یہ واضح طور پر موضوع ہے۔

پھر لکھا، امام ابن حجر مکی اس پر مطلع نہ ہوئے اور اسے انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا جو زیارت کے موضوع پر ہے۔ ملا علی قاری کی یہ تمام گفتگو مردود ہے کیونکہ اثر مذکور کا آئمہ محدثین کی کثیر جماعت، مؤرخین اور فقہاء نے ذکر کیا۔ ان کے علاوہ جن کا ذکر امام سبکی نے کیا ان میں سے شیخ الاسلام ابو عبداللہ ذہبی نے "تاریخ الاسلام" سید سمہودی نے "الوفاء، وفاء الوفاء" اور "خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" میں علامہ ابن حجر نے "الجوهر المنظم" میں، یہ تمام اس پر متفق ہیں کہ اس کی سند جید ہے اور اس کی مطلقاً عدم صحت اور وضع پر کوئی دلیل نہیں جیسے اس میں علامہ شیخ ابن محمد عبدالحی لکھنوی نے "السعی المشکور" وغیرہ میں واضح اور طویل اس کا رد کیا جو

اسے موضوع کہتے ہیں تا کہ مخالف کی بات ساقط ہو جائے اگر چہ ہم نے بھی اس پر عنقریب اتنی گفتگو کی ہے جو کافی ہے۔ ان شاء اللہ

اعتراض: یہ اثر، غریب اور منکر، اس کی سند مجہول اور اس میں انقطاع ہے۔

جواب: یہ دعوے بلا حجت ہیں ان کا رد آرہا ہے اور اس سے اس کا سابق دعویٰ ثابت نہیں ہوتا لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

اعتراض: اس کے ساتھ محمد بن فیض غسانی از ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال از والد گرامی از اپنے جد، سے متفرد ہے۔ ابراہیم بن محمد ایسے شیخ ہیں جو ثقاہت اور امانت میں معروف نہیں اور نہ ہی ضبط میں بلکہ وہ مجہول، نقل میں غیر معروف اور روایت میں مشہور نہیں۔ ان سے محمد بن فیض کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور ان سے یہ اثر منکر روایت کیا۔۔ (الی آخر) اور اس کے بعد تیسرے صفحہ پر اس کا قول یہ ہے کہ محمد بن سلیمان بن بلال، ابراہیم کے والد ہیں اور یہ شیخ قلیل الحدیث ہیں۔ ان کا حال اس قدر مشہور نہیں جو ان کی حدیث کی قبولیت کا موجب بنے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ ان کے والد سلیمان بن بلال غیر معروف شخص بلکہ وہ مجہول الحال روایت میں قلیل اور علم اور اس کی نقل میں مشہور نہیں اور آئمہ میں سے کسی نے ان کی توثیق نہیں کی۔ ہمارے علم کے مطابق ان کے حالات بخاری نے اپنی کتاب میں اسی طرح ابن ابی حاتم نے ذکر نہیں کیے ان کا اُم درداء سے سماع معروف نہیں اور ہم استدلال کرنے والے سے اس کی روایت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جواب: یہ تمام اس واقعہ کے راویوں پر طعن کا حاصل ہے۔ یہ جان لینے کے بعد جو کچھ کہا ہے وہ جرح ثابت نہیں جیسے ''المیزان'' اور ''اللآلی المصنوعہ'' میں ہے۔ اس سے مخالف کے دعویٰ سے عدم صحت اور اس کی سند کے عمدہ نہ ہونے کا نتیجہ برآمد نہیں ہوتا جیسے یہ واضح ہے اور یہ چیز مسلم نہیں اس وجہ سے جو ''المیزان'' میں امام ابن عساکر سے نقل کیا۔

محمد بن سلیمان بن بلال بن ابو درداء انصاری اہل دمشق سے ہیں انہوں نے اپنے والد اور ماں سے اور ابراہیم بن صالح اور سعید بن عبد العزیز سے روایت کیا اور ان سے ابراہیم سے ان کے بیٹے اور سلیمان اور عبد الرحمٰن بن ہشام بن عمار اور ابو حسان زیادی نے روایت کیا، ان کی کنیت ابو سفیان ہے جس کا ذکر بخاری نے کیا اور کہا، انہوں نے اپنی والدہ سے اور انہوں نے دادی سے سماع کیا اس کا ذکر ابن ابی حاتم نے کیا اور کہا کہ ان کی حدیث میں حرج ہے اور ''فتح المغیث'' میں ہے اس کا راوی امام شریعت کا نقل کرنے والا اس شخص کے لیے جس سے کسی ایک کے علاوہ نے روایت نہیں کیا اور استدلال کے مقام پر اس کی تعریف و تعدیل کے لیے یہی کافی ہے اور ان تمام کلمات کے ثبوت کی صورت میں جن کا ذکر مخالف نے کیا اور اس اثر کے تمام راویوں کے ثبوت ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اثر موضوع اور غیر صحیح ہے جیسے مخالف نے گمان کیا۔ کیونکہ ہر روایت جسے کوئی مجہول یا ضعیف یا متہم روایت کرے وہ متروک نہیں ہوتی جیسے ائمہ فن حدیث سے اس پر تصریح گزری ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۲۵" پر لکھا، اگر یہ روایت ثابت ہو تو محل نزاع میں حجت نہیں کیونکہ اس میں یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور شہر مدینہ کا قصد کیا اور شہر کا قصد کرنے والا کبھی صرف مسجد کا ہی قصد کرتا ہے اور کبھی صرف قبر کا قصد کرتا ہے اور کبھی دونوں کا تو روایت میں یہ نہیں کہ انہوں نے صرف قبر انور کا قصد کیا۔

**جواب:** یہ مردود ہے کیونکہ جس نے بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کے الفاظ دیکھے ہیں وہ جانتا ہے کہ انہوں نے زیارت قبر انور کے قصد سے ہی سفر کیا اور ان کا مدینہ کی طرف سوار ہونا اور اس میں داخلہ، خواب میں رسالت مآب کی زیارت کے بعد تھا اور آپ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانا: "اے بلال! یہ بے وفائی کیسی کیا تمہارا میری زیارت کو جی نہیں چاہتا؟"۔ یہ صرف زیارت کے لیے ہی ہے، محض احتمال، استدلال باطل کرنے پر کافی نہیں اور مطلقاً یہ کہنا کہ جب احتمال ہو، تو یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ یہ جہال کے خیالات میں سے ہے کیونکہ ایک محض احتمال بلا دلیل ابطال کے لیے کافی نہیں تو یہ واضح ہو گیا کہ یہ واقعہ محل نزاع میں بلا نزاع حجت ہے اور جیسے امام سبکی نے لکھا، اس بارے میں اس مسئلہ پر بلا شک یہ واقعہ نص ہے، جو مخالف کا قول صفحہ "۲۲۶" پر ہے باطل ہو جائے گا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ میں حجت نہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کی عبارت میں سابقہ لکھی ہوئی چیزوں کے ساتھ تناقض و تضاد ہے کیونکہ یہاں اس کا کلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ مسجد اور زیارت قبر دونوں کی طرف سفر جائز ہے جسے اس نے حساً و شرعاً غیر مشروع اور غیر مقدور اور محال قرار

دیا ہے بلاشبہ یہ فحش التباس وخبط ہے۔

**اعتراض:** اور شیخ الاسلام نے اہل علم کے درمیان اس سوال کے جواب میں اختلاف ذکر کیا کہ جس شخص کے بارے میں پوچھا گیا وہ محض قبر کا قصد کرتا ہے۔اسی لیے انہوں نے اپنے رد میں اس کے بارے میں کہا جس پر مالکیوں نے اعتراض کیا تھا۔

**جواب:** جہاں اس نے جو اپنے مذکور شیخ سے تمام ذکر کیا۔اس کا رد صفحہ ''۴۷،۴۸'' پر گزر چکا ہے کیونکہ یہ محض تکرار ہے اور مجھے بار بار رد میں تکرار پسند نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۲۶'' پر لکھا، اگر فرض کیا جائے کہ ان کا ارادہ فقط قبر انور ہی تھا اور مسجد میں صلوٰۃ وسلام مقصد نہیں تھا تو یہ ان کا اجتہاد ہے۔

## جواب: عمل وقول صحابہ

بالفرض یہ تسلیم کرلیں تو یہ جواز کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہ اس نے صفحہ ''۲۹۰'' پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیارت میں کثرت کا اعتراف کیا تو تمہارا کیا خیال ہے جب زیارت ایک دفعہ ہو، امام خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں کہا، کہ آپ کا ارشاد عالی ہے ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے''۔ (جامع بیان العلم:۱۶۸۴)

اس میں یہ فائدہ ہے کہ احکام سے متعلق ان کے فعل وقول پر عمل کیا جائے۔

**اعتراض:** یہ ان میں سے ہیں جن کے فعل سے استدلال کیا جائے گا اور یہ معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہ کجاوے باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف''۔

## جواب: عمل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حجت ہونا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر حجت قائم ہے اور وہ زیارت قبور کے بارے میں وارد حکم ہے اس میں صحیح اور متفقہ سنت میں کسی قبر کی تخصیص نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں بھی خاص طور پر احادیث وارد ہیں وہ بلاشبہ زیارت سفر کو بھی شامل ہیں جیسے اس کی تفسیر پیچھے گزری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زیارت کے لیے سفر کیا مثلاً آپ اپنی والدہ کی قبر، شہداء احد اور اہل بقیع کی طرف منتقل ہوئے جیسے اس پر بھی احادیث صحیحہ وارد ہیں اور یہ حدیث اور دیگر ہماری گذشتہ احادیث اس پر دلیل ہیں کہ حدیث ''لا تشد الرحال الا علی ثلاثۃ المساجد'' میں قطعی طور پر حصر اضافی ہے۔ جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں لکھی ہے، جس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس مخالف کی گفتگو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو غلط قرار دے رہی ہے کہ انہوں نے محض قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کیا حالانکہ یہ محروم شخص خود غلطی کرنے والا ہے۔

**اعتراض:** کسی ایک صحابی سے منقول نہیں نہ خلفاء راشدین سے اور نہ دیگر سے یہ عمل وفعل جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

## جواب: اُمت کا اجماع ہے

یہ باطل سینہ زوری ہے کہ متعدد آئمہ مثلاً علامہ ابن حجر نے ''الجوھر المنظم'' میں نقل کیا ہے کہ مسلمان علماء اور دیگر کا عہد صحابہ سے اس فعل پر اجماع ہے کیونکہ لوگ

اس عہد سے لے کر آج تک تمام آفاق سے آپ کی زیارت کے لیے حج سے پہلے اور اس کے بعد حاضر ہوتے ہیں ۔آپ کی زیارت کے لیے بعید مسافات سفر کی مشقتیں پاتے ہیں اور اس میں مال خرچ کرتے اور محنت بروئے کار لاتے ہیں ۔ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ بہت بڑی قربت وعبادت ہے حتی کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ سفر نہ کرتے اور حدیث مشہور میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے سواد اعظم کی اتباع کا حکم ہے اور اُمت ہمیشہ گمراہی پر جمع نہیں ہوتی اور جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھی ہوتی ہے جیسے گزرا۔ علاوہ ازیں ان کے عدم نعل سے اس کی عدم مشروعیت لازم نہیں آتی ۔ اس احتمال کے پیش نظر کہ انہوں نے ایسے اُمور کی وجہ سے یہ فعل نہ کیا جو ان کے ہاں اس سے بھی اہم تھے اور اگر اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اسے کہا جائے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو کیا اس پر کسی نے بھی اعتراض نہ کیا اور وہ زمانہ اجلہ صحابہ اور اُمت کے ثقہ لوگوں کا تھا اور وہ ایک دوسرے پر ہر اس معاملہ میں انکار کرتے جو وہ بدعت کرتا اور اس پر دلیل سامنے نہ آتی ۔ یہ ممکن نہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ان کے مشاہدہ سے پوشیدہ ہو اور نہ یہ کہ ان میں خاموش رہنے والے معذور ہوں ۔ اس کے باوجود جب کسی نے اس کا رد نہ کیا تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس پر تمام اطلاع پانے والے متفق تھے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور یہ تفرد بطور تفرد باقی نہ رہا ۔ یہ گفتگو جو میں نے کی ، علم کے ساتھ ادنیٰ مس رکھنے والے پر مخفی نہیں اسی سے مخالف کے ستون گر جاتے ہیں ۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۲۷" پر لکھا کہ ظاہر یہی ہے کہ اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو نقل کیا گیا ان سے صحیح نہیں ہے۔

**جواب:** اس پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ظاہر نہیں جیسے پیچھے گزرا۔

**اعتراض:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے جب وہ سفر سے آتے تو قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے "السلام علیك یا رسول الله، السلام علیك یا ابابکر، السلام علیك یا ابتاہ" یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح طور پر ثابت ہے بلکہ اس کی صحت پر اتفاق ہے لیکن اس میں نہ کجاوہ باندھنے اور نہ سواری کا ذکر ہے۔

## جواب: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل مخالف کے خلاف

ہاں! لیکن اس میں زیارت وسلام کے لیے قبر انور کے پاس آنا موجود ہے اور تو نے اپنی اس کتاب میں کئی دفعہ اس کی عدم مشروعیت اور محال ہونے پر گفتگو کی ہے جیسے پیچھے گزرا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل اس بارے میں تیرے خلاف حجت ہے جس کا تو نے اسے صراحتاً صفحہ "۲۹۰" پر ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ یہ جواز کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہم وہاں پر عنقریب اسے واضح بھی کریں گے۔

**اعتراض:** اس کے ساتھ ساتھ ابن ابن اخی حافظ فقیہ ابو عثمان عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب العمری مدنی نے کہا کہ ہم کسی صحابی کو نہیں جانتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی نے یہ عمل کیا ہو۔ اسی طرح اس کا ذکر "مصنف" میں امام عبد الرزاق نے کیا۔

## جواب: صحابہ کا اجماع سکوتی

تم باخبر ہو کہ کسی کے عدم علم سے اس کا نفس الامر میں عدم وقوع لازم نہیں آتا اور نہ ہی عدم فعل بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے، سے عدم مشروعیت لازم آتی ہے۔ ممکن ہے کہ بطور سد الذریعہ ہو یا ان کے ہاں وہ اُمور اس سے زیادہ اہم تھے جن کی وجہ سے وہ یہ فعل نہ کر سکے۔ علاوہ ازیں کسی نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر انکار و اعتراض نہیں کیا باوجود وہ جانتے تھے کہ ان کا عمل کثیر تھا تو یہ جواز پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے جو اس مسئلہ میں کافی ہے اور اب تفرد باقی نہ رہا اس کے بعد کی گفتگو اس سے ساقط ہو گئی۔

علامہ ابن حجر اور محقق ابن کمال، سید سمہودی اور دیگر نے امام اعظم سے لکھا کہ انہوں نے اپنی سند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ سنت یہ ہے کہ تم قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبلہ کی طرف سے آؤ اور اپنی پشت قبلہ کی طرف کرو اور قبر انور کی طرف چہرا کرو پھر کہو "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبر كاته"

اُصول میں یہ بات مسلمہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ یہ عمل سنت ہے اسے حضور ہی کی سنت قرار دیا جائے گا اور یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں ہے اور آپ کی قبر انور کے پاس حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف سے سلام عرض کرنا منقول و ثابت ہے۔

قاضی عیاض کی "الشفاء" میں ہے جو امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ ابن قاسم کہتے ہیں "میں نے اہل مدینہ کو دیکھا جب وہ سفر کے لیے روانہ ہوتے یا واپس آتے تو آپ کی قبر انور پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے"

ملا علی قاری نے اس کے بعد لکھا، بلاشبہ ان دو حالتوں میں زیارت شدید طور پر مستحب اور آداب کے لحاظ سے اکثر ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے درمیان وہاں حاضر نہ ہوتے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۰" پر لکھا کہ معلوم ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز جو خلفاء راشدین اور آئمہ کبار میں سے ہیں اگر وہ قول بطور اجتہاد یا وہ اپنی رائے سے فعل کریں اگر اس پر کوئی دلیل قائم اور اس کی حجت ظاہر ہو تو اسی کی طرف لوٹنا اور اسی پر اعتماد کرنا ہوگا۔

**جواب:** اس کے جواب میں اسی طرح کہا جائے گا جو صفحہ "۲۲۶" پر گفتگو ہوئی۔

**اعتراض:** آپ کی قبر انور کے پاس سلام عرض کرنا شہر مدینہ میں ٹھہرنے والے صحابہ اور تابعین سے معلوم ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

**جواب:** اس کا رد طویل گفتگو کی صورت میں صفحہ "۱۲۷" اور "۱۲۸" پر گزرا اور یہاں تکرار ہے اور میں خرافات کے رد کے تکرار سے اُکتا جاتا ہوں۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۱" پر ہے کہ اولاً اس کی صحت کا بیان مطلوب ہے، ثانیاً اس کی مطلوب پر دلالت واضح کریں اور ان میں سے کسی ایک کے لیے کوئی راستہ نہیں۔

**جواب:** ان دونوں میں سے پہلی کو اب تسلیم کر لیا گیا ہے اور دوسری میں نہیں کیونکہ اس کی مطلوب پر دلالت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: "کیا تم میرے ساتھ شہر مدینہ جا سکتے ہو کہ تم قبر نبوی ﷺ کی زیارت کرو اور زیارت سے فائدہ اُٹھاؤ" اس سے مخالف کا بعد والا قول باطل ہو گیا اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اگر یہ آپ سے

ثابت ہوتو اس میں محل نزاع پر کوئی دلیل نہیں۔

**اعتراض:** یہ معلوم ہے کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے جھوٹ اور موضوع چیزیں ہیں۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا دلیل ہے "فتوح الشام" میں کثیر کذب کے مذکور ہونے سے یہ جزم لازم نہیں آتا کہ ان کو یقینی طور پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے جھوٹ اور موضوع قرار دیا جائے بلکہ اس پر دلیل کا ہونا ضروری ہے اور وہ کہاں ہے؟

**اعتراض:** یہ معلوم ہے کہ شیخ الاسلام بطور مشروع زیارت کا انکار نہیں کرتے۔

**جواب:** مخالف کے کلام میں بار بار عبارت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ شیخ الاسلام مطلقاً زیارت کا انکار کرتے ہیں خواہ وہ مشروع ہو یا غیر مشروع اور اس سے مراد وہ معنیٰ لیتے ہیں جو ان کے علاوہ کسی نے نہیں لیا اور نہ ہی اس کا کوئی موافق و معاون ہے جیسے کئی دفعہ پہلے گزرا اور صفحہ "۲۳۹" پر کچھ آئے گا تو یہ صرف مغالطہ ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۲" پر لکھا کہ حاجیوں کی زیارت سے شیخ نے انکار نہیں کیا اور نہ ہی مکروہ جانا ہے بلکہ دیگر علماء کی طرح اسے مستحب قرار دیا اور اسے اپنے مناسک، تصانیف اور فتاویٰ میں ذکر کیا اور بعض مناسک میں لکھا۔۔۔الخ

**جواب:** اس بات پر گفتگو صفحہ "۷" اور "۸" پر گزر چکی ہے اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ آنے والے صفحہ پر یہ قول واضح ہو گیا کہ یہ شیخ حاجیوں کی قبر انور پر زیارت کا انکار نہیں کرتا حتیٰ کہ یہ اس پر تشنیع ہے۔ جو انہوں نے نہیں کی۔ یہ اس سے غفلت سے صادر ہوا

جواس کے ہاتھوں نے اس کتاب میں کئی دفعہ ذکر کیا جواس کی گفتگو میں خبط اور عقل میں دیوانگی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے علامہ ابن حجر نے اسے بیان کیا۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۳" پر لکھا کہ علماء کا نزاع کجاوے باندھنے اور سواری کرنے میں ہے جو محض زیارت قبور کے لیے ہو۔

**جواب:** اس پر تفصیل صفحہ "۴" اور "۸" پر گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۴" پر لکھا، اس کی انہوں نے کوئی علت بیان نہیں کی جواس نے گمان کیا اور دعویٰ کیا پھر اس مقام پر معترض نے ایسی گفتگو کی جس پر مناقشات اور مواخذات ہیں جس سے کتاب طویل ہو گی۔

**جواب:** امام سبکی نے ان کی تعلیل مذکور پر گفتگو کی ہے۔ دیکھیئے اس مقام کے بعد جو انہوں نے لکھا۔ مصنف کے ہاں اس پر کوئی غبار نہیں۔ ہاں مخالف کا قول کہ اس میں ایسے موخذات ومناقشات ہیں جن کے ذکر سے کتاب طویل ہو گی محض حملہ ہے جو نافع نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۵" پر لکھا کہ ابن بطہ زیارت کو مستحب قرار دیتے جبکہ وہ محض زیارت کے لیے سفر سے منع کرتے ہیں۔

## جواب: ابن بطہ کا ضعیف ہونا

جو سابقہ علامہ ابن حجر سے شیخ ابن عقیل کی گفتگو کے بارے میں صفحہ "۸۳" پر گزرا ہے حرف با حرف وہی اس کا جواب ہے ہم طوالت سے کام نہیں لیتے۔ علاوہ ازیں مذکور ابن بطہ پر اہل علم نے یہ طعن کیا ہے کہ وہ ایسے سماع کا دعویٰ کرتے ہیں جو انہوں نے

نہیں کیا وہ ضعیف ہے اور حجت نہیں اور ان پر وضع کی تہمت ہے۔ لہذا یہ قابل توجہ نہیں اور ان کی گفتگو میں غلطی کا ہونا بعید نہیں جسے امام سبکی نے ''الشفاء'' کے ساتویں باب میں بیان کیا۔ اس مقام کا مطالعہ کر لیجیے۔ ہم طوالت سے بچ رہے ہیں۔

اعتراض: صفحہ ''۲۳۶'' پر لکھا کہ سبکی نے شیخ عبدری مالکی سے کتاب میں کئی دفع ذکر کیا اور اسے پسند کیا اور اسے ثابت رکھا اور اختلاف کے مقام پر اسی کی اتباع کی جبکہ وہ دونوں مسجدوں کی طرف آنا ہے نہ کہ زیارت کے بارے میں اور کوئی بھی اس سے پہلے اس کا قائل نہیں ہوا اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے اس کی اتباع کی ہے۔

## جواب: پانچ طریقوں پر

لاحول ولا قوة الا باللہ، پانچ طریقوں پر۔ اکابر متعدد علماء سلف وخلف نے بیان کیا ہے کہ جو تین مساجد میں سے ایک کی طرف جانے کی نذر مانے یا اس کی مثل تو وہ امام مالک، احمد اور شافعی کے نزدیک البویطی میں لازم ہے، اسے ابو اسحاق مروزی نے مختار قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الام'' میں کہا کہ ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ مسجد حرام کے بارے میں یہ لازم ہے کیونکہ حج کا اس کے ساتھ تعلق ہے یا سنت ہے تو یہ اپنی ذات میں قربت مقصودہ بنے گی بخلاف دیگر دو مساجد کے کہ ان میں یہ لازم نہیں ہے بلکہ اصح طور پر اس کے لیے سنت ہے کیونکہ ان دونوں کی طرف آنا اپنی ذات میں مستقل قربت نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب پیدل چلنے کی نذر مانی تولازم ہوگا نہ کہ آنے کی یہ عبارت ارشاد الساری علی البخاری "شرح الاحیاء لسید مرتضیٰ" اور "الجوھر المنظم" وغیرہ میں ہے۔

**اعتراض:** یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ زیارت کے مستحب ہونے کا قول اس کے لیے سفر کے استحباب کا تقاضا نہیں کرتا۔

**جواب:** امام سبکی نے یہ اقتضاء یوں بیان کیا ہے کہ اس لیے کہ وہ حاجیوں کے لیے حج سے فارغ ہونے پر زیارت کو مستحب قرار دیتے ہیں اور اس کی ضروریات میں سے سفر بھی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے "شفاء السقام" کے چھٹے باب میں واضح مضبوط کلام سے لکھا ہے کہ سفر بھی زیارت کے تحت داخل ہے تو اسی پر اس کلام کو محمول کرنا ممکن ہے مطلقاً انہیں غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۳۸" پر لکھا، امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں تاریک سند کے ساتھ اسے ذکر کیا۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلادلیل ہے۔

**اعتراض:** اسے سنداً بعض جھوٹوں نے حضرت علی بن ابی طالب کے حوالہ سے وضع کیا جیسے کہ اس کا ذکر عنقریب آرہا ہے۔

**جواب:** یہ دعویٰ بھی ماقبل کے قبیلہ سے ہے اس کے باوجود ہم بھی عنقریب اس پر گفتگو کریں گے۔

**اعتراض:** اس روایت کی سند تاریک اور مختلف ہے۔

**جواب:** یہ طرق کا اختلاف ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں جیسا کہ مخفی نہیں

**اعتراض:** اس کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔

**جواب:** اس میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ راوی نے اسے معناً روایت کیا ہو۔ ایک مقام پر ایک لفظ سے دوسرے مقام پر دوسرے الفاظ سے کوئی منافات نہیں کیونکہ اس میں مختلف الفاظ وہی ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو پکارا گیا۔ مروی ہے کہ اس نے کہا ''یا خیر الرسل'' یہ بھی الفاظ ہیں ''یارسول اللہ'' اس کی مثالیں کثیر ہیں اور اسی پر ان کو محمول کیا جائے گا اور ان میں کوئی نقصان دہ منافات ہرگز نہیں تو بھائی اس شخص کے مغالطہ پر تعجب کرو۔

**اعتراض:** یہ اجماع جسے قاضی نے روایت کیا اسے شیخ الاسلام نے بھی کئی مقامات پر حکایت کیا ہم نے متعدد دفعہ پیچھے ان کی تصانیف فتاویٰ اور مناسک کا ذکر کیا کہ وہ زیارت قبر نبوی ﷺ کو بطور مشروع مستحب قرار دیتے ہیں اور اس میں اہل علم کے درمیان کوئی نزاع ذکر نہیں کیا۔

**جواب:** اس میں بڑا رسوا کن مغالطہ ہے کیونکہ شیخ الاسلام کے ہاں بطور مشروع زیارت وہی ہے جس کا بیان آنے والے صفحہ پر ذکر کرے گا اور جیسے کئی دفعہ یہ عبارت گزری ہے کہ وہ اس مشروع کی ادائیگی کا نام ہے جو دیگر مساجد میں آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے وہی مسجد نبوی ﷺ میں ہو اور یہ حقیقت میں زیارت قبر

نبوی ﷺ ہی نہیں جیسے اس کا متعدد بار اعتراف کیا، وہ زیارت جس کے سنت ہونے کا ذکر قاضی عیاض نے دیگر اہل اسلام علماء کی طرح کیا وہ در حقیقت معروف زیارت قبور کی طرح زیارت قبر ہے۔ جیسے اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی ''الشفاء'' کا مطالعہ کیا تو ان دونوں کے درمیان نہایت ہی دوری اور بُعد ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کہنے والے کو جزا دے۔

سَارَتْ مشرِقَةً وَ سِرتُ مغرباً　　شَتّانَ بَیْنَ مَشْرِقٍ وَ مَغْرِب

اسی سے معلوم ہو گیا جو اس کے آنے والے قول میں ہے کہ شیخ اس اجماع کے مخالف نہیں۔

**اعتراض:** اس کا اختلاف اسی سفر میں ہے جو محض زیارت قبور کے لیے ہے اور اس کی ممانعت کو مختار قرار دیا جیسے امام مالک اور دیگر اہل علم کا مذہب ہے اور اسی کو قاضی عیاض نے اختیار کیا اور ساتھ اس پر اجماع بھی نقل کیا۔

## جواب: شرع تائید نہیں کرتی

اس کا یہ دعویٰ کہ یہ امام مالک کا مذہب ہے یہ امام مالک پر محض افترا ہے وہ اسے نہیں جانتے اور ان کے تلامذہ اس مذہب کا انکار کرتے ہیں کہ وہ اس سے ہر طرح بری ہے بلکہ ایسا قول غلط بلکہ خطا ہے۔ اگر چہ اسے قاضی عیاض یا دیگر نے اختیار کیا جیسے اس کی تردید کئی دفعہ پہلے گزری کیونکہ اس کی تائید نہ شرع کرتی ہے نہ لغت نہ عرف۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۵۹'' پر لکھا، زیارت شرعیہ سے مقصود یہی ہے۔

**جواب:** یہ فاسد خیال ہے کیونکہ جو اس نے ذکر کیا وہ حقیقت میں زیارت قبر نہیں۔ نہ شرعی طور پر اور نہ بطور بدعت جیسے کئی دفعہ پیچھے گزرا۔

اعتراض: قاضی عیاض امام مالک کے ساتھ ہیں اور ان کے جمہور اصحاب کہتے ہیں کہ سفر ان تین مساجد کے علاوہ حرام ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی طرف سفر۔

## جواب: ہر سفر کی حرمت

اس کے باوجود کہ یہ امام مالک اور ان کے جمہور اصحاب پر افترا پر مشتمل ہے یہ وہم ڈالتا ہے کہ سفر شام، بلاد ہند اور چین وغیرہ کی طرف طلب علم، جہاد یا زیارت احباب کے لیے بھی ان کے ہاں حرام ہے کیا وہ اس کا شیخ اور ان کے متبعین اس قول کو پسند کریں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعتراض:۔ قاضی عیاض کا قول "زیارت قبر انور ایسی سنت ہے جس پر اجماع ہے ایسی فضیلت ہے جس کی ترغیب دی گئی اس کا ذکر امام مالک اور ان کے اصحاب نے یوں کیا کہ بندہ آپ کی مسجد کی طرف سفر کرے اور اسی میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے جیسے انہوں نے اپنی کُتب میں ذکر کیا۔

## جواب: قاضی عیاض کی بات اور ہے

یہ درحقیقت آپ کی قبر انور کی زیارت نہیں جیسے اس نے پہلے اعتراف کیا ہے یہ چیز تو تمام دنیا کی مساجد کے دخول میں مشروع ہے۔ اور قاضی عیاض زیارت قبر کی فضیلت بیان کر رہے ہیں نہ کہ زیارت مسجد کی اور اس پر ان بعض احادیث سے استدلال کیا جو لفظ زیارت قبر کے ساتھ وارد ہے مثلاً فرمایا: "من زار قبری وجبت له شفاعتی" جس نے بھی قاضی عیاض کی "الشفاء" کا مطالعہ کیا ہے وہ بدیہی طور پر

جانتا ہے کہ قاضی عیاض اس سے کئی مراحل دور ہیں جس پر اس مخالف نے ان کے کلام کو محمول کیا جیسے "غانہ" اور "فرغانہ" کے درمیان فاصلہ ہے شاید اس کی طرف رجوع کا موقع نہیں ملا یا اس کا فہم حاصل نہ ہوا جیسے امام مالک اور اس کے اصحاب کی کتب کا معاملہ ہے کیونکہ جو کچھ ان میں ہے وہ اس کے زعم کی تکذیب کر رہا ہے۔

میرے بھائی ملاحظہ کیجیے ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے تھے کہ یہ شیخ الاسلام ہے اور جھوٹوں کے ذریعے اس کی مدد کرتے ہیں، اللہ سبحانہ اپنے عدل کے ساتھ معاملہ کرے اگر وہ اپنے فضل سے انہیں معاف نہ کرے۔

**اعتراض:** لیکن یہ مقام ان میں سے ہے جو کثیر لوگوں پر مشکل ہے اس کے لیے مناسب ہے جو دین اسلام کو جانے کہ وہ ان نصوص نبویہ پر غور کریں۔

**جواب:** یہ صرف تجھ پر اور تیرے مدد کرنے والوں کی وجہ سے تمہاری قلت عقل اور فہم بد پر مشکل ہے۔ تمہارے ارواح پر لازم ہے کہ تم اس مقام پر اس عمل کے ارتکاب پر توبہ کرو جس کا بیان علماء اسلام کامل طور پر بیان کر چکے ہیں تو یہ شمس سے بھی زیادہ واضح ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۴۰" پر لکھا کہ آئمہ اربعہ اور جمہور کا اس بارے میں کوئی نزاع نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ سفر مستحب نہیں نہ انبیاء اور صالحین کی قبور کی طرف اور نہ ہی اس کے علاوہ۔

**جواب:** مخالف کا یہ کہنا کہ نہ انبیاء اور صالحین کی قبور کی طرف کیونکہ اسی بارے میں نزاع واقع ہے لہذا یہ محل منع ہے جیسے صفحہ "۴" وغیرہ کی گفتگو میں آیا۔

اعتراض: کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث "لاتشد الرحال" کی صحت پر اتفاق ہے اور اس پر عمل میں بھی آئمہ مشہور کا اتفاق ہے اور یہ کہ زیارت قبور کی طرف سفر اس میں داخل ہے۔

## جواب: سفر سے مقصود زیارت مکین

مخالف کا دعویٰ کہ حدیث مذکور میں زیارت قبور کی طرف سفر داخل ہے باطل ہے چہ جائیکہ اس پر اتفاق ہو کیونکہ جمہور اہل علم اس کے عدم دخول پر متفق ہیں کیونکہ اس سفر سے مقصود مکین کی زیارت ہے نہ کہ مکان کی جبکہ جو حدیث میں وارد ہے یہ مساجد کے بارے میں وارد ہے جیسے دیگر حدیث میں اس پر تصریح ہے جن کا ذکر اول کتاب میں گزرا۔ جس تعلیل کا ذکر مخالف نے کیا وہ اس کے مدعا کا نتیجہ نہیں دیتی۔

اعتراض: ابن حزم کا ارشاد نبوی ﷺ "لا تشد الرحال الا علی ثلاثة المساجد" سے یہ سمجھنا کہ کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں انہوں نے سیاق وسباق کے مطابق نہیں سمجھا۔

## جواب: یہی معنیٰ مختار ہے

شیخ ابن حزم نے حدیث سے جو سمجھا وہی اس کا مختار معنیٰ ہے کیونکہ اسی معنیٰ کے بارے میں وارد دیگر احادیث میں تصریح موجود ہے اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات کی بنا پر جن کا ذکر امام سبکی نے "الشفاء السقام" علامہ ابن حجر نے "الجوھر المنظم" میں اور ان کے علاوہ نے اپنی کُتب میں کیا اور ہم نے اس کی تفصیلات اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں اسی حدیث مذکور کے تحت دی ہیں۔ اسے ملاحظہ

کیجیے۔ شیخ ابن حزم نے اس سیاق خطاب میں نہیں کہا جو مفہوم لفظ ہے اگرچہ وہ اس کے منطوق سے اولیٰ ہے جیسے اپنے محل میں یہ بات ثابت ہے اور اس کے علاوہ اس پر عیب لگایا گیا ہے جو اس کی کتب ملل اور نحل میں موجود ہے تو اس کی گفتگو سے مضبوط بات کو لیا جائے اور کمزور کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے''۔ (جامع الترمذی: ۵۔۵۳)

**اعتراض:** صفحہ ''۲۴۱'' پر لکھا، اس ممانعت سے اسی لیے صحابہ نے ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا ممنوع سمجھا کہ طور سینا کی طرف سفر اس نہی میں داخل ہے اگرچہ وہاں مسجد نہیں جیسا کہ بصرہ بن ابی بصرہ سے ہے۔

## جواب: جگہ کی طرف سفر

ہاں! اس لیے کہ ان تین مساجد کے بعد تمام مساجد رتبہ میں برابر اور فضیلت میں متفاوت نہیں تو ان کی طرف سفر ضائع اور عبث ہوگا اور ان کے علاوہ دیگر مقامات جو مساجد نہیں اس کی طرف سفر بطریق اولیٰ ضائع ہوگا البتہ وہ سفر جس کی فضیلت پر شریعت دلیل ہے مثلاً دشمنوں کے مقابلہ کے لیے سرحد پر جانا، یہ اس وقت ہے جس سفر سے یہ قصد نہ ہو کہ جو بعینہ اس جگہ کی تعظیم یا اس میں ایسی عبادت کرے جو غیر میں ہو سکتی ہے ورنہ تین مقامات کے علاوہ اس مکان کی بعینہ تعظیم یا اس میں عبادت کے ارادہ سے ہو جو دیگر جگہ پر ممکن ہے۔ باوجودیکہ اس کی تعظیم مذکور وارد حدیث کے تحت داخل ہے کیونکہ یہ اس چیز کی تعظیم ہے جو اس کی شریعت نے تعظیم نہیں کی ہے کیونکہ نفس

مقام کا اس کے شرف کے لیے قصد یا اس کی تعظیم کے لیے جو دوسرے مقام پر ممکن ہے وہ قربت نہیں مگر اس صورت میں جب شریعت اس کی تائید کرے اسی لیے بعض صحابہ نے اس سے طور کی طرف سفر کی نہی سمجھی لیکن جگہ کی طرف سفر کسی غرض کے لیے مثلاً نبی کی زیارت یا اس کی ہم مثل، تو کسی نے بھی اسے اس حدیث میں وارد نہی کے تحت داخل نہیں کیا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر عرفات کی طرف حج کی ادائیگی کے لیے بالاتفاق لازم ہے اور وہ تین مساجد میں سے نہیں، سفر طلب علم کے لیے ہر جگہ میں بالاتفاق جائز ہے کبھی وہ سنت ہوگا یا واجب، اسی طرح جہاد کے لیے سفر یا دار کفر سے ہجرت اور تجارت وغیرہ کے لیے سفر جو مباح مقصد کے لیے کیا جائے۔ مخالف نے اس میں طویل گفتگو کی ہے وہ اس کے زعم پر دلیل نہیں اور نہ ہی اس میں شیخ ابن حزم کے فہم کا رد ہے۔

**اعتراض:** حضرت بصرہ بن ابی بصرہ اور ابن عمر سے یہ نہی ہے پھر اس کی حضرت ابوہریرہ کی موافقت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان صحابہ نے حدیث نبوی ﷺ سے نہی کو سمجھا۔

**جواب:** بالفرض اگر مراد یہ ہے تو جمہور کے ہاں یہ مکروہ تنزیہی پر محمول ہے جیسے سید مرتضٰی کی ''شرح الاحیاء'' وغیرہ میں ہے نہ کہ حرام پر جیسے مخالف نے غلط خیال کیا۔ اس گفتگو کے پیش نظر جو صفحہ ''۴'' پر گزری ہے۔

**اعتراض:** ہمیں شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسعید سے سنا جب ان کے ہاں طور پر نماز کا ذکر ہوا۔

## جواب: حضرت شہر کی ثقاہت

شہر بن حوشب کے بارے میں کثیر گفتگو ہے۔ شیخ محمد طاہر پٹنی نے ''قانون الموضوعات'' میں لکھا کہ شہر بن حوشب کو محدثین نے ترک کیا۔ بعض نے کہا کہ یہ کمزور ہے، بعض نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ شیخ ابن معین اور احمد نے اسے ثقہ قرار دیا اور امام مسلم نے ان کو غیر کے ساتھ ملا کر ان سے روایت کی۔ اس سے متعدد نے استدلال کیا مثلاً امام ترمذی اور ان میں ابن عون نے کلام کیا۔

حافظ منذری نے اپنی کتاب ''الترغیب والترھیب'' میں لکھا، شہر بن حوشب کے بارے میں ابن عون کہتے ہیں، محدثین نے اسے ترک کیا، ابن شبابہ شعبہ سے بیان کرتے ہیں کہ شہر سے ملا ہوں لیکن میں ان کا اعتبار نہیں کرتا۔ شیخ ابن عدی کہتے ہیں: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ابو حاتم کہتے ہیں: وہ ابن زبیر سے کم نہیں۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں: ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ابو زرعہ کہتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: شہر ثقہ ہے، بعض نے ان پر طعن کیا۔ ابن معین احمد بن حنبل، عجلی اور فسوی نے اس کی توثیق کی اور ان سے امام مسلم نے غیر سے متصلاً روایت کی اور ان سے کثیر اہل علم نے استدلال کیا۔

حافظ عسقلانی ''تقریب التھذیب'' میں لکھتے ہیں: شہر بن حوشب اشعری شامی مولی اسماء بنت یزید بن السکن صدوق ہے اس میں ارسال واوہام زیادہ ہے یہ تیسرے طبقہ کا راوی ہے۔ ۱۲ھ میں ان کا وصال ہوا۔ شیخ ابن ہمام ''فتح القدیر''

میں لکھتے ہیں: کہ شہر ثقہ ہیں۔ اسے ابوزرعہ، امام احمد، یحیٰ، عجلی، یعقوب بن ابی شیبہ اور سنان بن ربیعہ نے ثقہ قرار دیا۔ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کی ''ضیاء الساری شرح بخاری'' میں ہے کہ شہر حسن الحدیث ہیں اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۴۲'' پر لکھا، متاخرین کا ایک گروہ انبیاء وصالحین کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کو مستحب قرار دیتا انہوں نے ایسا کیا اور اس کی تعظیم کی لیکن کیا ان میں سے کوئی ایسا مجتہد ہے جن کے اقوال حکایت کیے جاتے ہوں اور ان کے اختلاف کا پہلے آئمہ مسلمین کے سامنے اعتبار کیا جاتا ہو اس چیز پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

## جواب: تصریح قلیل مسائل کی ہے

یہ باطل مغالطہ ہے حتی کہ چھوٹے طلباء کو بھی معلوم ہے کہ جو احکام کلام مجتہدین میں صراحت کے ساتھ ثابت ہیں ان کی تعداد حوادث واقعہ کی نسبت بہت قلیل ہے اور ان کے اصحاب نے ان کے مقرر قواعد پر کثیر مسائل فرعیہ کی تخریج کی جن کی انہوں نے تصریح نہیں کی اور وہ تمام انہی آئمہ کی طرف منسوب ہیں اسی لیے مثلاً اصحاب ابوحنیفہ کے اقوال سے اخذ کرنے والے کو حنفی کہا جاتا ہے نہ یوسفی نہ محمدی نہ زفری اسی طرح کا معاملہ باقیوں کا ہے اور مذکور تخریج میں کوئی ضرر نہیں بلکہ اس کی شریعت مطہرہ میں اصل موجود ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۴۳'' پر لکھا، جیسے معترض سبکی نے آئمہ اربعہ کے متبعین فقہاء سے نقل کیا ہے۔ یہ الگ ہے اس چیز سے جس میں شیخ نے علماء کے درمیان نزاع ذکر کیا تو اب طویل اہل علم کا اور ان کے تمام کلام کو ذکر کرنیکی ضرورت نہیں۔

## جواب: عبارات اس کے مخالف ہیں

ہاں! لیکن یہ اس سے جدا نہیں جو تو نے کئی دفعہ پہلے اپنے شیخ سے نزاع نقل کرتے ہوئے نفس زیارت قبر نبوی ﷺ کے بارے میں لکھا کہ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ بدعت ہے اور غیر اللہ کی تعظیم ہے جو زیارت شرک تک پہنچاتی ہے اور اس میں وارد احادیث تمام ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور اس باطل دعویٰ پر اس حدیث سے استدلال کیا۔ ''لا تتخذوا قبری عیداً'' اور اس حدیث سے'' لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد'' جبکہ ان دونوں احادیث کا معنٰی نہ سمجھا اور اہل علم کی زیارت قبر شریف کے استحباب پر تصریحات کو اس پر محمول کیا کہ ان کی مراد مسجد نبوی ﷺ کی طرف سفر ہے اور اس چیز کی ادائیگی ہے جو دیگر مساجد میں مشروع ہے جبکہ ان اہل علم کی عبارات اس کی تکذیب کرتی ہیں، تو امام سبکی نے فقہاء کی استحباب زیارت پر نصوص نقل کیں تا کہ تیرے مذکور شیخ کا کذب واضح ہو جائے۔ کیونکہ یہ ان کے رد کے درپے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور تیرے اور تیرے شیخ اور تمہارے متبعین کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے تم مستحق ہو۔

**اعتراض:** اسے عبد الحق صقلی نے شیخ ابو عمران سے نقل کیا تو اس میں نظر و وہم ہے۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ لہذا مردود ہو گا اور جو کچھ شیخ عبد الحق نے نقل کیا اس میں کوئی نظر نہیں اور اس پر کوئی غبار نہیں۔

**اعتراض:** اس کے وجوب کی طرف اہل علم میں سے کوئی نہیں گیا۔

## جواب: وجوب کا قول

یہ محض علماء پر افترا ہے جو غفلت یا تعصب وسینہ زوری کی وجہ سے صادر ہوا۔ مذکور وجوب کی طرف بعض علماء ظاہر گئے ہیں اور اس پر انہوں نے دلائل قائم کیے جنہیں ''الجوهر المنظم ''اور دیگر کتب میں دیکھیں۔ اور یہی قول بعض حنبلی اکابرین کا بھی ہے جیسے ''شرح اللباب ''اور ''الدرة المضيئة في زيارة المصطفوية میں ہے اور ان کی اکثریت نے کہا جیسے ''اللباب، فتح القدير ''اور ''شرح الدر المختار ''میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت واجب کے قریب ہے اور ان کے ہاں واجب کے قریب حکم واجب میں ہوتا ہے جس کا ذکر علامہ شیخ عبدالحی اپنی کتاب ''ابراز الغی ''میں کیا۔ علامہ عبدالنبی بن احمد بن ملا عبدالقدوس نے اپنی کتاب ''سنن الهدى ''میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شیخ علامہ ابن حجر مکی سے سنا کہ بعض شوافع کے ہاں حج کی طرح زیارۃ النبی واجب ہے۔ البحر الرائق، میں یہ الفاظ ہیں کہ اہل مذہب کے ہاں راجح وجوب ہے اور اسے ''البدائع ''میں عام مشائخ حنفیہ سے نقل کیا

**اعتراض:** صفحہ ''۲۴۴'' پر لکھا، امام مالک سے معروف یہی ہے کہ دعا کے وقت چہرہ قبر کی طرف نہ کیا جائے؟

**جواب:** اس دعویٰ کی تکذیب کئی دفعہ پیچھے گزری۔ دیکھیے صفحہ ''۳۵'' غفلت کا شکار نہ ہو جائیے۔

**اعتراض:** یہ حکایت جس کا ذکر قاضی عیاض نے امام مالک سے سند کے ساتھ

روایت کیا۔ یہ ان کے حوالے سے صحیح نہیں۔ معترض بکی نے اپنی کتاب کے ایک مقام پر لکھا کہ اس کی سند، جید ہے وہ اس قول میں واضح طور پر غلط ہیں اس کی سند جید نہیں بلکہ وہ سند تاریک اور منقطع ہے اور یہ ایسے راوی پر مشتمل ہے جس پر کذب کی تہمت ہے۔اور ایسے راوی پر جس کا حال مجہول ہے یہ ابن حمید، محمد بن حمید رازی ہے جو ضعیف اور کثیر المناکیر ہے۔ (الیٰ آخرہ)

## جواب: حکایت کا ثابت ہونا

اس حکایت کے بارے میں مخالف کا طویل کلام مردود ہے اس تصریح کی وجہ سے جو محققین علماء میں سے متعدد نے اسے امام مالک رحمہ اللہ سے صحیح ہونے کی تصریح کی اور یہ کہ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں بلکہ وہ صحیح ہے جیسے پہلے ہم نے کچھ علماء کی نصوص صفحہ "۳۵" کی گفتگو میں نقل کیں اور اب ہم ان میں سے کچھ اور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے "الجوہر المنظم" نے اس حکایت پر یہ لکھا کہ شیخ ابن تیمیہ کا امام مالک رحمہ اللہ سے اس حکایت کا انکار حتی کہ آپ ﷺ کے ساتھ توسل اور تشفع کا انکار اس کی خرافات اور واہیات میں سے ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ امام مالک رحمہ اللہ سے ایسی صحیح سند کے ساتھ یہ حکایت آئی ہے جن پر کوئی طعن نہیں۔

امام خفاجی نے "نسیم الریاض" میں اس حکایت پر یہ گفتگو کی، اس میں ابن تیمیہ کے اس قول کا رد ہے کہ زیارت کے موقعہ پر دعا کے وقت قبر انور کی طرف چہرہ کرنا ممنوع ہے۔اس کا قول کسی نے نہیں کیا اور یہ اسی حکایت میں مروی ہے جو امام

مالک کے حوالہ سے گھڑی گئی ہے یعنی یہ واقعہ جس کا ذکر مصنف نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ
انہیں جزا دے کہ انہوں نے اسے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا اور یہ ذکر کیا کہ میں نے یہ
روایت متعدد ثقہ مشائخ سے حاصل کی۔ تو مخالف کا قول کہ یہ حکایت گھڑی گئی ہے،
جھوٹ اور یہ اس کے خرافات میں سے ہے اور اس کا قول کہ کسی نے ایسی بات نہیں کی
نہ روایت کیا یہ باطل ہے کیونکہ امام مالک، احمد اور شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام و دعا
کے وقت چہرہ قبر انور کی طرف کرنا مستحب ہے، یہی ان کی کُتب میں مسطور ہے اور
امام نووی نے اپنی کتاب ''الاذکار'' اور ''ایضاح'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ زائر وقت زیارت چہرہ آپ کی طرف کرے
، پھر اس کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے جیسے ہمارے آئمہ میں سے شیخ
سروجی نے اس کا ذکر کیا لیکن تم باخبر ہو کہ جس کی نسبت سروجی کی طرف کی گئی ہے یہ
احناف کے مذہب میں غیر صحیح ہے کیونکہ انہوں نے کُتب مناسک میں یہ تصریح کی
ہے کہ زیارت کرنے والا دعا کے وقت بھی چہرہ آپ کی طرف کرے اور یہی صحیح ہے
جیسے ''الدرر السنیة'' اور زرقانی کی شرح ''المواہب'' وغیرہ میں ہے اور یہ اس مسئلہ
میں تین آئمہ کے بھی موافق ہے جیسے پہلے آچکا ہے۔ اب جو مخالف نے گفتگو مذکور ابن
حمید میں کی اس سے اس کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت
کرنے والوں سے ہیں جیسا کہ ''نسیم الریاض'' میں ہے۔

ہاں اس کا یہ قول کہ ''اس میں ایسا راوی ہے جس نے امام مالک رحمہ اللہ سے نہ

کچھ سنا نہ ان سے ملا بلکہ ان سے یہ روایت منقطع اور غیر متصل ہے" اسے یہ چیز رد کرتی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سند میں انقطاع کو سبب جرح و قدح نہیں جانتے۔ اسی لیے وہ مراسیل، منقطعات اور بلاغات کو اپنی کتاب "موطا" میں اصل موضوع میں لاتے ہیں۔ منقطع ان کے ہاں کچھ ان اہل علم کی طرح ہے جو بلا شبہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسے علامہ شبراختی نے "شرح الاربعین النوویہ" اور دیگر نے اپنی کتب میں تصریح کی۔ اصل اس کی حافظ ابن حجر کے مقدمہ "فتح الباری" میں ہے علاوہ ازیں آئمہ حدیث نے یہ تصریح کی ہے کہ جسے مجہول یا ضعیف متہم روایت کرے وہ تمام نہ غیر صحیح ہوتی ہے نہ موضوع، نہ منکر۔ کیونکہ ہمارے لیے کسی حدیث کا چھوڑنا جائز نہیں کہ جس کے بارے میں لوگوں نے کچھ گفتگو کی ہو۔ بسا اوقات اس کا کوئی تابع اور اس کے شواہد ہوتے ہیں تو اس کا اصل ہوتا ہے البتہ ہم وہ چھوڑ سکتے ہیں جس میں کوئی منفرد ہو ثقات نے اس کی مخالفت کی ہو اور اس کے شواہد نہ ہوں اور اگر ہم اس کی وجہ سے ترک حدیث کا باب یوں کھول دیں تو اس سے بڑا حصہ شریعت کا ضائع ہو جائے گا جیسے کہ عارف شعرانی نے اپنی "المیزان الکبریٰ" میں کہا، جب یہ معاملہ حدیث میں ہے تو سیرت کا کیا معاملہ ہوگا؟ مثلاً یہی حکایت جس کے کثیر واضح شواہد ہیں اور یہ مذہب جمہور کے موافق ہے۔ ان میں امام شافعی، ابو حنیفہ، احمد اور خود مالک رحمہم اللہ ہیں جو ان سے ابن وہب اور ابن المواز نے روایت کیا اور اسی پر حافظ ابوالحسن قابسی، ابوبکر بن عبدالرحمن اور دیگر آئمہ مذہب امام مالک نے جزم کیا اور اسی پر علامہ خلیل نے

مناسک میں تصریح کی جیسے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

نوٹ: اس حکایت کے اتصال وصدق پر ماہنامہ سوئے حجاز نومبر ۲۰۱۶ء میں بندہ کے مقالہ ''واقعہ امام مالک متصل اور سچا ہے'' کا مطالعہ ضرور کیجیے۔ (قادری غفرلہ)

اعتراض: صفحہ ''۲۴۷'' پر لکھا کہ شیخ الاسلام نے اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم'' میں لکھا، سلف میں سے کوئی بھی دعا کے لیے نبی اور غیر نبی کی قبر پر نہیں گیا۔

## جواب: کتاب کا حال

مخالف نے اپنے شیخ کی جس کتاب مذکور سے نقل کیا وہ اغلب طور پر واضح جھوٹوں پر مبنی غیر معقول مبالغات، باطل تاویلات، غیر معروف اشیاء، ثابت اُمور کا انکار اور کمزور خیالات پر مشتمل ہے۔ ہم نے ان تمام چیزوں کا اس کتاب میں کئی مقامات پر تعاقب کیا ہے دیکھیے صفحہ ''۱۹، ۳۵، ۴۹، ۱۱۴، ۱۴۲'' پر جیسے مخفی نہیں۔ ہم اس تکرار کا اعادہ کر کے رد میں طوالت نہیں چاہتے کیونکہ میرا نفس اس سے پریشان ہوتا ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۸۰'' پر لکھا کہ اس حکایت سے ان لوگوں نے استدلال کیا جس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔

جواب: یہ ان اہل علم پر جھوٹ ہے کیونکہ انہوں نے اس کے ذکر کو صرف استحسان کے طور پر اور زیارت کرنے والے کے لیے اسے آداب کے باب سے قرار دیا۔

اعتراض: صفحہ ''۲۵۳'' پر ہے کہ معترض نے جو مذاہب اربعہ وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ

اس محل کے علاوہ میں ہے جس کا شیخ نے علماء کے درمیان نزاع بیان کیا۔

**جواب:** اس کے جواب میں وہی کہا جائے گا جو صفحہ "۳۴۳" پر لکھا گیا۔

**اعتراض:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو سلام کرنا اور قبر کے پاس آنا ذکر کیا گیا ہے وہ سفر سے واپسی پر ہے جیسے کہ اس کا ذکر کئی دفعہ آیا ہے۔

**جواب:** اس پر ہم گفتگو صفحہ "۱۲۸" اور "۲۴۷" پر کر چکے ہیں اسے ملاحظہ کر لیجیے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۵۴" پر ہے، شیخ الاسلام نے کہا، شیخ صالح اپنے زمانے میں خاص وعام کے ہاں عراق کے شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن عمر قزوینی سے اپنی "امالی" میں عبداللہ زہری سے وہ اپنے والد سے وہ عبداللہ بن احمد سے وہ اپنے والد سے وہ نوح بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابواسحاق ابراہیم بن سعد نے روایت کیا کہ میں نے کبھی بھی اپنے والد کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے نہیں دیکھا اور وہ اسے مکروہ جانتے۔

**جواب:** یہ اثر اگرچہ صحیح ہے لیکن ان وجوہ کی بنا پر یہ قبر کی زیارت کی عدم مشروعیت پر دلیل نہیں۔

اولاً: اس لیے کہ ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے فقط اپنے دیکھنے کی نفی کی۔ تو اسے ان بعض اوقات پر محمول کیا جائے گا جس میں یہ ان کے ساتھ ہوتے۔ اس کی نظیر صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں اسے پڑھتی ہوں کیونکہ آپ کبھی سفر میں ہوتے اور کبھی حضر میں۔ اقامت کی صورت میں مسجد میں ہوتے یا دیگر مقامات

پر۔ جب گھر میں ہوتے تو آپ کی نو بیویاں تھیں آپ نے ان کے لیے وقت تقسیم کیا ہوتا۔ جب یہ چیز سامنے آگئی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چاشت کا وقت کبھی آیا ہوگا اور انہوں نے اس نادر وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو ابراہیم کے دیکھنے کی نفی سے واقع و نفس الامر میں ثبوت عدم لازم نہیں آتا جیسے یہ واضح ہے۔

ثانیاً: ان کا قول "کان یکرہ اتیانہ" کا معنٰی یہ ہے کہ یہ اجلال اور خوف کثرت کی وجہ سے ہو اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہے جیسے "الجوھر المنظم" میں ہے یا یہ سفر سے واپس آنے والے کے قبر کے پاس وقوف کی کراہت پر محمول ہے یا اس سے ان کی مراد وہی ہے جو امام مالک سے بھی مروی ہے جیسے "وفاء الوفاء" میں ہے جب مسلمانوں کا زیارت کی مشروعیت پر اجماع ہے اور اجماع دلائل قطعیہ سے ہے اور دلائل ظنیہ اس کے معارض و مقابل نہیں آسکتے۔ لہذا اس کی تاویل ضروری ہے کیونکہ ظنی ہے تاکہ یہ قطعی کے موافق ہو جائے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۵۵" پر ہے کہ یہ معلوم ہے کہ سعد ابو ابراہیم جو راوی ہیں یہ اس کے مخالف نہیں جاسکتے جس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

## جواب: اتفاق کا تذکرہ کہاں؟

یہ کلمہ حق ہے لیکن مراد باطل لیا گیا کیونکہ قبر معظم کی مطلقاً حاضری کی کراہت پر اتفاق نہیں اور یہ اتفاق کہاں ہے؟ کس نے اسے نقل کیا؟ یہ کونسی کتاب میں ہے؟ کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ابراہیم سے جو مروی ہے کہ اس کی تاویل کی جائے گی تو یہ قول

مخالف کے ذہن فاسد میں ہی مخالف ہے۔

**اعتراض:** جو کچھ ان سے ان کے بیٹے نے نقل کیا وہ تقاضا کرتا ہے کہ نہ وہ سفر کے وقت آتے تھے نہ دیگر اوقات میں بلکہ ان کے ہاں یہ حاضری مطلقاً مکروہ تھی جیسے جمہور صحابہ کا مؤقف ہے۔

**جواب:** یہ عجیب حملہ اور بلا دلیل دعویٰ ہے اس پر کوئی واضح بُرہان لایا جائے اور وہ کہاں ہے؟ کتب اخبار و سیر اس کی تکذیب کرتی ہیں لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

**اعتراض:** جب صحابہ نے اس پر گفتگو سے نہی سمجھی اور آپ نے ہر زمانہ و جگہ میں صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا اور کہا:

لا تتخذوا قبری عیداً — میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔

اور فرمایا:

اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد — اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بنا جس کی عبادت کی جائے۔

**جواب:** ان دونوں احادیث پر تفصیلاً گفتگو گزر چکی ہے اور یہ کسی طرح بھی قبر اقدس کی زیارت سے نہی و ممانعت نہیں۔ دیکھ لیجیے صفحہ "۱۵۲"۔ اس کا یہ غلط خیال کہ صحابہ نے ان سے قبر کے پاس آنے کی نہی سمجھی یہ ان پر سب سے بڑی تہمت ہے اس فہم سے کچھ بھی ہمیں بھی بیان کیجیے جس میں بری ہیں۔

**اعتراض:** اسی طرح معترض سبکی نے "مصنف عبد الرزاق" سے اسے ذکر کیا اور

اس کے آخر سے یہ ذکر نہیں کیا جو امام عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے عبید اللہ سے یہ نقل کیا کہ ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی صحابی کو ایسا کرتے نہیں جانتے اگر وہ عبید اللہ کا قول جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی عمل کے بعد ذکر کرتے جیسے عبدالرزاق نے کیا تو یہ زیادہ اچھا اور فائدہ کامل تھا لیکن اس کے ترک ذکر کا معنیٰ ضرور ہے۔

**جواب:** ان کا چھوڑنا اس کی خاطر نہیں جو تو نے سمجھا بلکہ یہ مقام حاجت پر اکتفا یا کوئی دوسرا مقصد ہو سکتا ہے۔ جس پر گفتگو صفحہ "۴۹، ۱۲۸، ۲۲۷" پر گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۵۷" پر لکھا، جو عمل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا اس کے بارے میں عبید اللہ نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی صحابی نے ایسا کیا ہو

**جواب:** اس میں وہی گفتگو ہے جو تقریباً تین صفحات پہلے گزری ہے۔

**اعتراض:** اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل کسی دوسرے سے یا کسی صحابی سے منقول ہوتا تو یہ حضرت عبید اللہ بن عمر اور دیگر اہل مدینہ علماء پر مخفی نہ ہوتا جو لوگوں سے اس بارے میں زیادہ علم رکھتے۔

**جواب:** یہ ایسی ملمع سازی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کا ثبوت دیگر اسلاف سے بیان کر چکے ہیں اور اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ اس کے نقل کرنے والے کو اضافی علم ہوتا ہے جیسے اُصول میں ثابت ہے اور بالفرض اگر تسلیم کر لیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فعل نہیں کیا تو اس کا وہی جواب ہے جو صفحہ "۴۹" اور "۱۱۴، ۱۲۸" پر گفتگو گزری تو اس وقت اس کی عدم مشروعیت لازم نہیں آتی۔

علاوہ ازیں جو شرطیہ میں ملازمہ اس نے ذکر کیا اس میں مقدم، تالی کو مستلزم نہیں کیونکہ کسی ایسے امر سے استدلال جو صحابہ سے منقول ہو اور وہ کثیر تابعین یا تبع تابعین تک نہ پہنچا نقصان دہ نہیں جیسے واضح ہے۔

**اعتراض:** جس پر معترض سبکی نے بنیاد رکھی بالفرض اگر اس کی صحت ان سے ثابت ہے تو یہ ان سے قبول نہیں بلکہ یہ ضعیف کی ضعیف پر بنیاد ہے۔

**جواب:** معاملہ اس طرح نہیں بلکہ جس کی بنیاد رکھی اور جس پر رکھی گئی دونوں صحیح ہیں جیسا کہ منصف پر مخفی نہیں اگر بالفرض جس پر بنیاد رکھی گئی وہ ضعیف ہے تو جس کی بنیاد رکھی گئی وہ فی نفسہ بلاشبہ صحیح ہے اب جس پر بنیاد ہے نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۵۱" پر لکھا، یہ اشکال جسے کلام قاضی پر معترض سبکی نے ذکر کیا اس کا کوئی وزن نہیں۔

**جواب: سبکی کا اعتراض درست ہے**

یہ عجیب حملہ اور بلا دلیل دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مذکور اشکال بہت ہی قوی اور قاضی کی گفتگو پر وارد ہے حتی کہ جس نے اس بحث میں ان کی ابتدائی گفتگو کو پڑھا انہوں نے ان کے اپنے کلام سے ان پر اعتراض کیا کہ انہوں نے پہلے قول کو اس حدیث "من زاد قبری" سے رد کیا جیسے یہ چیز چھوٹوں پر بھی مخفی نہیں۔ اسی لیے علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں لکھا، جو قاضی عیاض نے مذکورہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ پہلا ہے اس کی کوئی درایت و روایت میں وجہ نہیں۔ کثیر احادیث

میں آپ کی قبر کی زیارت کا اطلاق وارد ہے۔ پھر وہ بعض احادیث ذکر کیں جن کا ذکر امام سبکی نے کیا۔

علامہ ملا علی قاری نے بھی قاضی کی گفتگو کے بارے میں لکھا کہ متعدد روایات میں اس لفظ کی صراحت وارد ہے تو اس علت کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی پھر انہوں نے بھی کچھ مذکور احادیث ذکر کیں اگر چاہیں تو ملاحظہ کرلیں تاکہ یقین ہو جائے۔

اعتراض: اور وہ روایات ذکر کیں جن میں قبر انور کی زیارت کا اضافہ ہے وہ امام مالک کے ہاں ثابت نہیں اور نہ ہی نفس الامر میں۔

## جواب: سند پر حکم

اس کا یہ دعویٰ کہ مذکور حدیث نفس الامر میں ثابت نہیں یہ اس کے غلط حملوں میں سے ہے۔ علماء حدیث کا اس پر اجماع ہے کہ محدث کا کسی حدیث پر اثبات یا رد کا حکم لگانا، سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ متن کے اعتبار سے، اور اس پر اجماع ہے کہ کسی حدیث کی سند کے ضعف یا وضع کا اعتبار کرتے ہوئے عدم ثبوت پر جزم منع ہے جیسے کہ اُصول میں ثابت ہے اور کچھ اس کے بارے میں پیچھے گزرا ہے۔ ہاں! فقہاء کا مثلاً کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے یہ متن پر حکم ہوتا ہے لیکن مخالف تو محدثین کی اصطلاح کے مطابق گفتگو کر رہا ہے اس قرینہ کی وجہ سے جس کا ذکر اس کے بعد ہے۔

اعتراض: بلکہ یہ حدیث ضعیف اور اہل علم محدثین کے ہاں ثابت نہیں جیسے ہم نے پیچھے اس کو واضح کیا۔

**جواب:** اس دعویٰ میں جو کچھ ہے اول کتاب میں ہم اسے واضح کر چکے ہیں اس پر اور اس کے بطلان پر علماء کی تصریحات ذکر کیں۔ صفحہ "۳۱" پر واضح کیا کہ امام تقی الدین سبکی کا اس حدیث پر صحیح یا حسن حکم قوی ہے اور اس پر شاہد انصاف ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۶۰" پر لکھا، جو کچھ ابو عمران مالکی نے کہا اس کی کسی نے متابعت نہیں کی بلکہ یہ غلو اور بلا حجت کلام پر مشتمل ہے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بھی اس طرف نہیں گیا کہ وہ زیارت کو واجب قرار دے۔

## جواب: عبارات سے عدم اطلاع

یہ کلام مباحث زیارت کے بارے میں کُتب فقہاء پر عدم اطلاع یا سینہ زوری یا اس سے غفلت کی وجہ سے ہے۔ صفحہ "۲۴۳" پر ہم نے اس پر گفتگو کر دی ہے۔

**اعتراض:** واللہ اعلم، امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ قرار دیا۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس لیے کیا ان کے ہاں اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے ہاں خصوصی طور پر خبر صحیح ہے۔

## جواب: شریعت سے اخذ احکام

اس کا باطل ہونا پیچھے گزر چکا ہے اگر ہم تسلیم کر لیں تو جواباً کہا جائے گا کسی شے پر لفظ کا اطلاق اس پر موقوف نہیں کہ اس کے منی اور معنٰی کے بارے میں خاص طور پر شریعت کا ورود ہے اور اسے مکروہ قرار دینے کی توجیہ محض یہ نہیں ہو سکتی بہت سے الفاظ کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں لیکن کسی امام نے بھی ان کے اطلاق کو مکرو قرار نہیں

دیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ نصوص شرعیہ سے احکام اخذ کیے جا سکتے ہیں نہ کہ الفاظ کا اطلاق اور تصحیح کلام۔

**اعتراض:** ہم نے اس بارے میں احادیث مرویہ ذکر کیں اور ان میں علل، ان کے ضعف کا سبب اور عدم ثبوت واضح کیا۔

**جواب: حدیث کا صحیح ہونا**

ہم نے بھی تم پر سابقہ گفتگو میں اس کا خوب رد کیا اور ہم نے ان میں سے بعض کو حسن اور صحیح ثابت کیا ہے اور ان میں سے جو ضعیف ہیں ان کا ضعف اس حد تک نہیں کہ وہ اس کے ساتھ استدلال کو بھی خارج کرے۔

**اعتراض:** اور اس لیے کہ یہ لفظ کثیر لوگوں کے عرف میں زیارت غیر شرعی کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

**جواب: یہ کہنا مطلقاً ہوگا**

یہ کلام باطل ہے جو کلیۃً زیارت کی ممانعت کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ مخالف نے غلط خیال کیا اس کے محض وہم وخیال کے ساتھ ساتھ یہ مستلزم ہے کہ زیارت قبر کا اطلاق قبر نبوی ﷺ کی تخصیص کے بغیر مطلقاً مکروہ ہو۔ لازم اُمت محمدیہ کے اجماع اور سنن صحیحہ کے نصوص سے باطل ہے اس آدمی کے حق میں سچ ہے جو متنبی نے اپنے دیوان میں لکھا:

وکم من عائب قولاً صحیحاً　　وآفته من الفهم السقیم

ولکن تاخذ الآذان منه　　علی قدر القرائح والعلوم

**اعتراض:** اس لیے کہ آپ کی قبر کی زیارت پر کوئی اس طرح قادر ہی نہیں جیسے دیگر کی قبور کی زیارت پر قادر ہوتا ہے۔

**جواب:** یہ بھی باطل ہے کیونکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ زیارت قبر میں مشاہدہ قبر شرط ہو اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی مسلمان نے بھی اس کی تصریح نہیں کی چہ جائیکہ علماء دین کریں اس کے دیگر خرافات اسے تسلیم کر لینے کے بعد اتنی سی بات کراہت کے اطلاق کی توجیہ نہیں بن سکتی کسی مانع کی وجہ سے عدم امکان اسے مستلزم نہیں ہوتا تا کہ لفظ کا اطلاق جائز نہ ہو اور نہ ہی کراہت کا۔

**اعتراض:** اس نے اپنے شیخ کی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' سے نقل کیا، میں کہتا ہوں کہ کثیر لوگوں کے عرف میں لفظ ''زرنا'' کا استعمال حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کی زیارت کے لیے ہوتا ہے جبکہ زیارت قبور کا لفظ زیارت بدعیہ شرکیہ میں ہوتا ہے نہ کہ زیارت شرعیہ میں۔

## جواب: کونسے زمانہ کا عرف

یہ باطل ہے کیونکہ جو اس نے دعویٰ کیا کہ لفظ زیارت کا اصل استعمال زیارت بدعیہ شرکیہ میں ہوتا ہے اگر اس کی مراد اپنے زمانے کا عرف ہے تو اسے تسلیم کر لینے کے بعد امام مالک کے قول کی توجیہ میں یہ مفید نہیں۔ اس سے بہت زیارہ پہلے ہیں اور اگر اس سے مراد امام مالک کے زمانہ کا عرف ہے جو تبع تابعین اور تابعین کا زمانہ ہے تو یہ محض دعویٰ ہے جس پر اس کے ہاں کوئی سند نہیں نہ قوی نہ حقیر۔ اور جو ایسا دعویٰ کرتا

ہے اس پر صحیح صریح نقول کا لانا ضروری ہے اسے وہمی خیالات نفع نہیں دے سکتے اور جو کچھ اس نے بعد میں ذکر کیا اس کا مفصل رد صفحہ ''۱۲، ۳۷، ۱۴۹'' پر ہے کیونکہ یہ محض تکرار ہے جس کا رد پہلے گزر چکا ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۶۱'' پر اپنے شیخ سے ہی نقل کیا اور کہا کہ انہوں نے بعض متاخر تصانیف میں گفتگو کے دوران یہ بھی لکھا کہ آپ کی قبر کی زیارت کے الفاظ سے مراد کسی دوسری قبر کی زیارت کی مثل نہیں کیونکہ دوسری قبر تک پہنچا جا سکتا ہے، اس کے پاس بیٹھ سکتا ہے اور زیارت کرنے والا اس پر قادر ہوتا جو قبور کی زیارت کرنے والے کرتے ہیں خواہ وہ سنت ہے یا بدعت، رہے آپ ﷺ تو آپ کی مسجد کے علاوہ آپ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں کوئی آپ کے حجرہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صحابہ نے آپ کی تدفین گھر میں کی بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ انہیں صحراء میں دفن کیا گیا جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ نے مرض موت میں فرمایا:

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد — اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ وہ اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بناتے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

ولو لا ذلك لا برز قبرہ — اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر رکھا جاتا۔

پھر کہا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے وصال سے پانچ دن پہلے فرمایا:

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد — تم میں سے پہلے لوگ قبور کو مساجد بناتے تھے۔ (مسلم:۱۔۳۷۶)

اُمت کو اس سے بچانے کے لیے منع کیا کہ آپ ﷺ کی قبر انور کو میلہ گاہ نہ بنایا جائے اور آپ کو آپ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں رہائش پذیر رہیں اور ان کی حیات میں وہاں کوئی نہیں جاتا تھا جو جاتا وہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے جاتا جب ان کا وصال ہو گیا تو وہاں کوئی نہیں رہا۔ پھر جب حجرہ انور کو مسجد میں داخل کیا گیا تو اس کے اردگرد دیواریں بنا کر اسے بند کر دیا گیا اور کوئی بھی آپ کی قبر کی زیارت پر قادر نہ رہا جیسے کہ دیگر قبور کی زیارت معروف ہے بلکہ لوگ آپ کی مسجد میں نماز پڑھتے اور اسلاف اس پر قبر کی زیارت کا اطلاق نہیں کرتے اور نہ صحابہ میں سے کوئی ایک قبر انور کی زیارت کے الفاظ سے واقف ہے نہ انہوں نے اس بارے میں گفتگو کی اسی طرح تمام تابعین کہ یہ چیز ان کی گفتگو میں نہیں ملتی کیونکہ یہ معنٰی ان کے ہاں ممتنع تھا تو اس کے وجود کو انہوں نے بیان نہیں کیا اور وہ آپ ﷺ کے گھر اور قبر کو بُت بنانے کی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ نے دعا کی تھی کہ وہ آپ کو بُت نہ بنائے اور آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا اسی لیے امام مالک اور دیگر ''زرنا قبر النبی ﷺ'' کہنا مکروہ جانتے اگر اسلاف یہ لفظ پہلے بولتے تو امام مالک اسے مکروہ قرار نہ دیتے وہ تابعین شہر مدینہ سے ملے اور وہ اس بارے میں

لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں اگر اس بارے میں کوئی حدیث وارد ہوتی تو یہ اسے جانتے اور وہ امام مالک اور دیگر علمائے مدینہ اس لفظ کو مکروہ قرار نہ دیتے جو سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ کیونکہ وہ لوگ حدیث میں الفاظ رسول ﷺ کی تلاش میں بہت محتاط تھے تو کیسے وہ اس لفظ کے بولنے کو مکروہ قرار دے سکتے ہیں لیکن علماء کے ایک گروہ نے اسے قبر انور کی زیارت کا نام دیا اور وہ امام مالک اور ان کے ساتھیوں کے معنوی طور پر مخالف نہ تھے بلکہ وہ صلوٰۃ وسلام اور طلب وسیلہ اور دیگر چیزوں کو مستحب قرار دیتے آپ کی مسجد میں، تو انہوں نے اسے مستحب کہا لیکن انہوں نے اسے روایات قبر کا نام دیا لیکن وہ مکروہ جانتے تھے کہ اس زیارت کا نام رکھا جائے۔

**جواب:** یہ تمام گفتگو اول سے لے کر آخر تک باطل ملمع سازی ہے۔

اولاً: اس لیے کہ اس کا قول آپ کی قبر کی زیارت کے الفاظ سے کسی غیر کی قبر کی مثل زیارت مراد ہے۔ یہ دعویٰ بلا حجت ہے اور جو دلیل اس نے اس پر قائم کی وہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ زیارت قبور کے استحباب ومشروعیت کے بارے میں نصوص آئی ہیں ان میں یہ تخصیص نہیں کہ وہ آپ کی قبر ہو یا کسی اور کی، بلاشبہ یہ واحد مفہوم ہے جس کے تحت متعدد افراد ہیں تو معناً مشروع میں قبر کی زیارت، بلا فرق قبر نبوی ﷺ اور غیر کی قبر کی زیارت کو شامل ہے اور کوئی اس کا سبب نہیں کہ مراد زیارت قبر نبوی ﷺ سے اس کا غیر مراد ہو جو دوسرے کی قبر کی زیارت ہے۔ کونسا مخصص ہے جس نے قبر نبوی کی زیارت کو مخصوص کیا اور اس کے غیر کی قبر کی زیارت کے درمیان فرق کیا؟ اگر وہ کہے

کہ قبر نبوی ﷺ کا مشاہدہ ممکن نہیں بخلاف دوسرے کی قبر کے تو ہم کہیں گے کہ یہ چیز قبر کی زیارت مشروعہ کے مفہوم میں داخل نہیں نہ آپ کی قبر انور میں اور نہ کی دوسرے کی قبر کے بارے میں۔

ثانیاً: اس لیے کہ جو اس نے ذکر کیا کہ آپ کی قبر تک کوئی پہنچ نہیں سکتا بخلاف دوسرے کی قبر کے۔ اس سے اس کی مراد کیا ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ آپ کی تدفین کے وقت نہیں پہنچ سکتا اور اس وقت اس پر کوئی قادر نہیں تو یہ غلط ہے اسے سلف وخلف آئمہ کا کلام جھوٹ قرار دیتا ہے بلکہ اس کا کلام دیگر مقامات پر بھی اس کا رد کرتا ہے اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ حجرہ نبوی ﷺ کی چاردیواری کے بعد ایسا نہیں ہو سکتا تو یہ تسلیم ہے لیکن مفید نہیں کیونکہ جائز نہیں کہ یہ عہد تدفین کے کثیر زمانہ گزرنے کے بعد جو نیا معاملہ آپ کے حکم کے بغیر ہوا وہ آپ کی قبر کی زیارت کو ''زوروا القبور'' کے عموم سے خاص کر دے اور نہ ہی یہ اس شے کا سبب ہے کہ مراد آپ کی قبر کی زیارت کے الفاظ سے وہ غیر ہے جو قبور کی زیارت کرنے والوں کے ہاں متعارف ہے۔

ثالثاً: اس لیے کہ مخالف کا یہ کہنا ''کہ صحابہ نے آپ کی تدفین گھر میں کی'' صحیح ہے لیکن اس کے دعویٰ پر مفید نہیں کیونکہ آپ کا گھر ایسا نہیں تھا کہ جس میں داخلہ نہ ہو سکے بلکہ اس کا دروازہ کھلا رہتا جو چاہتا وہ داخل ہو جاتا تو گھر میں آپ کی تدفین اسے مستلزم نہیں کہ آپ پر کوئی داخلہ کی صورت ہی نہیں۔ ہاں اگر صحابہ گھر میں تدفین کرتے اور حجرہ کو بند کر دیتے جیسے کہ بعد میں ہوا تو پھر مخالف کی ذکر کردہ مراد درست ہوتی۔

رابعاً: اس لیے مخالف کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کو حجرہ میں دفن کیا گیا تا کہ کوئی وہاں نہ جا سکے۔ یہ بتا رہا ہے کہ آپ کی حجرہ میں تدفین اس سبب سے ہوئی تا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ یا بُت بنا لینے سے بچا جائے اور انہوں نے دروازوں کو زیارت قبر سے روکنے کی وجہ سے بند کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ آپ کی تدفین کھلی جگہ کرتے۔ یہ ایسا قول ہے۔ جس کی طرف ہمارے علم کے مطابق پہلے کوئی عالم نہیں گیا بلکہ آپ کی تدفین آپ کے گھر میں اس کے بعد ہوئی۔ جب تدفین کی جگہ میں صحابہ کا اختلاف ہوا تو انہیں حدیث مشہور سنائی گئی:

ان الانبیاء یدفنون حیث یقبضون انبیاء کی تدفین وہیں کی جاتی ہے جہاں ان کا وصال ہو۔

(فتح الباری: ۱۔۵۲۹)

جیسے کہ کتب حدیث میں مسطور ہے اگر ایسے نہ ہوتا تو وہ آپ کی تدفین بقیع یا دوسرے مقام پر کرتے۔ اگر مخالف کے پاس کوئی ایسا علم ہے جو فائدہ دے کہ حجرہ میں آپ کی تدفین اس غرض مزعومہ کے لیے تھی تو اس پر سلف صالحین سے کوئی تصریح لائے۔ محض وہم وخیال اسے نفع نہیں دے سکتا۔

خامساً: مخالف کا قول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کوئی زیارت کے لیے داخل نہ ہوتا جو جاتا وہ سیدہ کے پاس جاتا۔ یہ محض دعویٰ ہے اس کے اثبات پر کوئی دلیل نہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ حجرہ میں قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی نیت سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ محض سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے جاتے اگر اس مخالف کے

پاس یا کسی کے پاس اس کے اثبات کی دلیل ہے تو اسے نقل کے ساتھ واضح کیا جائے اور محض اس کا خیال اسے نفع نہیں دے سکتا۔ علاوہ ازیں عنقریب صفحہ "۲۹۰" اور "۳۱۶" پر وہ اعتراف کرے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور وہ آپ پر سلام کہتے جیسے وہ آپ کی حیات میں سلام عرض کرتے تھے اسے دیکھ لیجیے تا کہ مخالف کی گفتگو میں تناقض آشکار ہو جائے۔

سادساً: اس کا یہ کہنا کہ آپ کی قبر انور کی زیارت پر کوئی قادر نہیں رہا جیسے دیگر کی قبور کی زیارت معروف ہے اس سے اس شخص کی کیا مراد ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ کوئی مشاہدہ کے ساتھ زیارت قبر پر قادر نہیں جیسے دیگر قبور کی زیارت ہے تو یہ تسلیم ہے لیکن اس سے مطلقاً قبر کی زیارت مشروعہ کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ زیارت میں مشاہدہ قبر شرط نہیں، نہ شرعی طور پر نہ عرفاً اور نہ لغتاً اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ مطلقاً قبر کی زیارت پر قدرت نہیں رکھتا تو یہ قطعی طور پر باطل ہے جیسے اُوپر گزرا۔

سابعاً: اس نے نفی قدرت سے کیا مراد لیا؟ اگر اس سے مراد نفی تمکن و قدرت بمعنی امتناع ذاتی اور امتناع نفس الامری ہے تو یہ صحیح نہیں اور اگر عارضی دیوار کیوجہ سے تمکن عادی کی نفی ہے تو یہ مسلم ہے لیکن مفید نہیں کیونکہ اس سے واقع اور نفس الامر میں زیارت قبر کی مشروعیت کا ارتفاع لازم نہیں آتا۔ متاخرین کی ایک جماعت نے حجرہ انور اور مشاہدہ قبر انور تک پہنچنے کا شرف پایا جیسا کہ مدینہ طیبہ کی تاریخ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور اس میں سے کچھ کا بیان پیچھے ہم نے کر دیا ہے۔

ثامناً: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجرہ انور میں داخلہ پر نفی قدرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہوا۔ ان کی حیات میں اس قدرت کی نفی نہیں تو یہ کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کثیر زمانہ بعد یہ امر حادث زیارت قبر کی مشروعیت کو ختم کر دے؟ اور یہ موجب بنے کہ مراد زیارت قبر سے اس کا غیر ہے جو زیارت قبر سے متعارف ہے ورنہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ و تخصیص کا ہونا لازم آئے گا اور اس کا باطل ہونا نہایت ہی واضح چیز ہے۔

تاسعاً: اس لیے کہ وہ احادیث جن میں قبر انور کو سجدہ گاہ، بُت اور میلہ گاہ بنانے کی ممانعت ہے ان میں قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ممانعت پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ قبر انور کو سجدہ گاہ، بُت اور میلہ گاہ بنانا ایک چیز ہے جبکہ زیارت دوسری چیز ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کو مستلزم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس سے قبر کی اس زیارت کا منع لازم آتا ہے جو اسے سجدہ گاہ، بُت اور میلہ گاہ تک پہنچائے نہ کہ مطلقاً اور اس مخالف کا وہم کہ قبر انور کی زیارت اسے مستلزم ہے جس سے منع کیا گیا۔ یہ وہم باطل ہے جیسے اس کی تفصیل پیچھے گزری۔

عاشراً: اس لیے کہ اس کے کلام کا ظاہر پکار رہا ہے کہ حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد دیوار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بنائی گئی اور یہ آپ کے اس حکم کے تحت بنی کہ قبر انور کو سجدہ گاہ یا بُت بنایا جائے تاکہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکے اور کوئی اسے سجدہ گاہ اور میلہ گاہ نہ بنائے یہ ایسی چیز ہے جس پر کسی نے تصریح نہیں کی اگر مخالف کے پاس کوئی علم ہے تو وہ معتمد کسی عالم سے اسے نقل کرے۔ یہ تواریخ و سیر کی کُتب سامنے ہیں جو

اس کی مذکورہ بات کو باطل قرار دیتی ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ دیواریں بنانا کسی اور وجہ سے تھا جیسے اس کا بیان اُوپر آیا ہے نہ کہ وہ وجہ جو مخالف کا وہم ہے۔

حادی عشر: اس لیے کہ مخالف کا قول ''کہ اسلاف اس پر زیارت قبر کا اطلاق نہیں کرتے'' یہ فی نفسہ صحیح ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس پر کوئی زیارت قبر کا اطلاق کرے کیونکہ ہر عقلمند جانتا ہے کہ آپ کی مسجد میں داخلہ مسجد کی زیارت کے لیے ہوگا اور دخول مسجد کے وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام اس چیز کی ادائیگی ہے جو دیگر مساجد میں بھی مشروع ہے،، جس کی آپ کی مسجد کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں اور ان میں سے ہر ایک آپ کے قبر کی زیارت کے مفہوم پر داخل نہیں لیکن یہ مخالف کے زعم پر مفید نہیں۔

ثانی عشر: مخالف کا یہ کہنا کہ صحابہ میں سے کسی کے ہاں زیارت قبر نبوی ﷺ کے الفاظ معلوم نہیں۔۔۔ (الیٰ آخرہ) اسے تسلیم کر لینے کے بعد یہ مخالف کے لیے مفید نہیں کیونکہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے بارے میں صحابہ اور تمام تابعین سے زیارت قبر کا عدم اطلاق اس کے نہ ہونے پر دلیل نہیں کیونکہ احکام شرعیہ عرفی اصلاحات سے اخذ نہیں ہوتے جبکہ اس معاملہ کا وجود ان کے ہاں بدیہات اولیہ میں سے تھا کیونکہ مطلق زیارت قبور پر استحباب کی نصوص قبر نبوی ﷺ اور غیر قبر نبوی کو شامل ہیں بلکہ صحت کے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے یہ چیز ثابت ہے اور ان دونوں کے علاوہ بھی قبر نبوی ﷺ کے پاس صحابہ کا حاضر ہونا اور اس کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھنا ثابت ہے اور اسے کافی نہ سمجھنا کہ ان دونوں کی

ادائیگی آپ کی مسجد کے داخلہ پر ہو چکی ہے۔اور یہ زیارت قبر انور ہی ہے نہ اس معنیٰ میں جس کا مخالف نے وہم کیا خواہ اس کا نام والفاظ زیارت قبر نبوی ﷺ ہو یا دیگر الفاظ ہوں۔کیا خیال ہے کہ اس نے زیارت قبر نبوی ﷺ پر عدم لفظ قبر کے اطلاق کے عدم معروف ہونے سے عہد صحابہ اور تابعین سے استدلال کیا جیسے اس کا وہم تھا جو ان سے ثابت ہے اور اس سے اپنے زعم کے باطل ہونے پر استدلال نہیں کیا۔

ثالث عشر: اس لیے کہ اس مخالف کا قول کہ یہ معنیٰ صحابہ کے ہاں ممتنع ومحال تھا۔یہ ان پر افترا ہے سند منقول لاؤ جو معتمد ہو اور سلف صالحین کے ہاں اس کے امتناع پر دلالت کرے۔

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ۱، البقرہ:۲۳) اگر تم سچے ہو۔

رابع عشر: اس لیے کہ مخالف کا کہنا: ”کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے ممانعت ہے“ یہ کلمہ حق ہے مگر مراد اس سے باطل لیا گیا کیونکہ مذکورہ چیز کے بارے میں نہی کا وارد ہونا صحیح ہے لیکن یہ زیارت قبر کا عرفاً، شرعاً اور لغتاً غیر ہے اور ایک کی نہی دوسرے کی نہی کو نہ عرفاً مستلزم ہے نہ لغتاً نہ شرعاً اور ایک کا دوسرے کی طرف کبھی پہنچانا اس کا فائدہ نہیں دیتا جس کا ذکر اس نے مطلقاً کیا۔

خامس عشر: اس لیے کہ مخالف کا قول ”کہ اسے امام مالک اور دیگر نے یوں کہنا مکروہ قرار دیا ”زرنا قبر النبی“ ۔۔۔(الیٰ آخرہ) یعنی یہ معنیٰ اسلاف کے ہاں ممتنع تھا“۔

یہ امام مالک پر افترا ہے۔یہ اصحاب مذہب مالک کی کتب ہیں جو اس کی تکذیب کرتی

ہیں اور وہ اپنے امام کے مذہب کو اس سے زیادہ جانتے تھے بلکہ امام مالک کی ان کتابوں میں نصوص اسے باطل قرار دیتی ہیں جو مخالف کا کلام ہے کیونکہ تمام اس پر شاہد ہیں کہ امام مالک کا زیارت قبر پر اطلاق کراہت اس وجہ سے نہیں ہے جو مخالف نے ذکر کیا اور وہ معنیٰ جس کے امتناع کا قول مخالف نے کہا وہ ان کے ہاں ممتنع نہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو بندہ اس کے ذکر میں تفصیل سے کام لیتا اور کچھ اس میں سے گزر چکا ہے۔

سادس عشر: امام مالک رحمہ اللہ طواف زیارت پر بھی کرامت کا اطلاق کیا ہے۔ کیا اب یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ لہذا اس کا وجود ممتنع ہے۔

سابع عشر: اس لیے کہ مخالف نے کہا، اگر اسلاف یہ لفظ بولتے تو امام مالک اسے مکروہ قرار نہ دیتے، اسے تسلیم کر لینے کے بعد یہ صرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسلاف یہ لفظ نہیں بولتے تھے یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا مصداق ہی ممتنع ہے۔

ثامن عشر: مخالف کا کہنا کہ اس بارے میں حضور ﷺ سے اگر کوئی حدیث معروف ہوتی تو یہ اسے جانتے، امام مالک اور دیگر علماء مدینہ حدیث کے ان لفظوں کو مکروہ نہ قرار دیتے جو حضور ﷺ نے بولے۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حدیث امام مالک اور ان لوگوں تک نہ پہنچی ہو جو کراہت کا حکم لگاتے ہیں اور پہنچ جانے کی صورت میں بھی جائز کہ ان کا حکم کراہت کسی اور وجہ سے ہو جیسے مالکیوں کی کتب میں اس کی تفصیل موجود ہے اور کچھ پیچھے گزر چکی۔

تاسع عشر: مخالف کا کہنا ”کہ ان کی مثل علماء مدینہ میں سے کچھ“ یہ وہم پیدا کر رہا ہے

کہ کراہت کا قول علماء مدینہ کی ایک جماعت کا قول ہے ہم اس سے صحت نقل کا مطالبہ کرتے ہیں ورنہ اس کے بغیر یہ چیز مغالطہ سے خالی نہیں۔

عشرون: مخالف کا یہ کہنا کہ ایک علماء کا گروہ اسے قبر انور کی زیارت کا نام دیتا ہے، یہ ان پر افترا ہے۔ آپ کی مسجد کی زیارت اور اس مسجد میں اس چیز کی ادائیگی جو اس میں اور آپ کی مسجد کے علاوہ میں جائز ہے کو زیارت قبر کا نام دینا ان چیزوں میں سے ہے جو کسی عاقل سے صادر نہیں چہ جائیکہ وہ کسی فاضل سے صادر ہو۔ لیکن اس تبحر کو جب ایسے معاملہ نے گھیر لیا جس کی طرف پہلے کوئی نہیں گیا تو یہ پرواہ نہیں کرتا کہ سلف وخلف کے آئمہ کے کلام کو اسی پر محمول کرے۔ یہ ان کی کُتب اس کے ان پر مذکورہ افترا پر شاہد ہیں کیونکہ اصحاب مذاہب اربعہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ مذاہب پر لکھی جانے والی کُتب اور حج کے بارے میں لکھی جانے والی فقہی کتب میں یہ بحث کرتے ہیں کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت واجب ہے یا مستحب؟ زیارت کرنے والے کے لیے کیا بہتر ہے وہ ابتدا ریاض الجنہ سے کرے یا پہلے قبر انور کے پاس آئے؟ کیا اس کے لیے قبر انور کی طرف چہرہ کرنا دعا کے وقت مستحب ہے یا پشت کرنا؟ کیا قبر انور سے دور ہونا مستحب ہے یا قریب ہونا؟ کیا مسجد میں داخلہ کے بعد قبر کے پاس آنا مستحب ہے یا اس کی ادائیگی جو مسجد میں مشروع ہے؟ کیا زیارت کرنے والے کے لیے کثرت زیارت مستحب ہے یا قلت زیارت؟ کیا یہ زیارت کرنے والا قبر کے پاس کھڑا ہو یا نہیں؟ کیا زیارت کرنے والا جب شہر مدینہ کا ارادہ کرے کیا صرف زیارت کی نیت کرے یا اس کے ساتھ اس مسجد کی زیارت کی نیت بھی ملائے جو ان تین مساجد

میں سے ایک ہے. جس کی طرف کجاوے باندھے جاتے ہیں؟ اور دیگر مباحث جو ان کی کتب میں مذکور ہیں تو انہوں نے اپنے مختارات پر دلائل دیئے خواہ قوی یا ضعیف اور انہوں نے آپ کی قبر انور کی زیارت کے استحباب یا وجوب پر ان احادیث سے استدلال کیا جو آپ کی قبر کی زیارت کے بارے میں ہیں نہ ان احادیث سے جو آپ کی مسجد کی فضیلت کے بارے میں مروی ہیں۔

یہ تمام چیزیں اُونچی اُونچی نعرے لگا رہی ہیں کہ ان کی مراد زیارت قبر نبوی ﷺ جس کے استحباب یا وجوب کا انہوں نے کہا اور اس کی کیفیت و آداب کے بارے میں بحث کی یہ وہ نہیں جو اس غبی نے وہم کیا۔ کیونکہ ان تمام کو خطا، بھول اور سوئے فہم کی طرف منسوب کرنے سے مخالف زیادہ حقدار ہے کہ یہ چیز اس کی طرف منسوب کی جائے۔

الحادی والعشرون: مخالف کا یہ کہنا" کہ ان لوگوں نے معنوی طور پر امام مالک کی مخالفت نہیں" کی ہے یہ کلمہ حق ہے لیکن ارادہ باطل سے صادر ہے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں مخالفت نہیں کی آپ کی قبر انور کی زیارت مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کا غیر ہے۔ بلکہ وہ اس پر متفق ہیں البتہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس لفظ کا اطلاق مکروہ جانا لیکن انہوں نے مکروہ نہ جانا۔

الثانی وعشرون: مخالف کا یہ کہنا" کہ ان تمام نے اسے زیارت قبر کا نام دیا" یہ ان پر افترا ہے جسے ان تمام کا کلام جھوٹا قرار دیتا ہے جیسے اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

الغرض ایسے کلمات جو ابن تیمیہ اور اس کے معاون تلامذہ سے اس بارے میں صادر ہوئے ہیں باوجود ان کی منزلت اور تبحر کے مناسب نہیں کہ ان کی طرف کان لگایا جائے کیونکہ ان کا باطل ہونا نہایت ہی واضح ہے اور ان چیزوں کا اعادہ اس کے معاونین کے لیے نفع مند نہیں جن کا بار بار علماء نے اپنی تصانیف میں رد کیا ہے اور اصل مسئلہ واضح اور جلی ہے۔

ولیس یصح فی الافہام شیء　　اذا احتاج النہار الیٰ دلیل

**اعتراض:** صفحہ "۲۶۵" پر لکھا، جو کچھ معترض نے نقل کر کے اس میں تصرف کیا وہ ختم ہو گیا اور اس کی گفتگو اور دیگر کے کلام میں تصرف جو خطا، تلبیس اور فہم میں کوتاہی اور نظر میں کمی ہے وہ مخفی نہیں۔

**جواب:** یہ تمام دعوے سوائے غیض وغضب جھاڑنے کے بلا دلیل ہیں۔ لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وہ اس مخالف کی بات سے زیادہ بہتر وحقدار ہیں جیسے کہ سابقہ گفتگو سے واضح ہو گیا۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۶۶" پر لکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے قائل کے قول "زرنا قبر النبی ﷺ" کو مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ حدیث وآثار کے سخت پابند ہیں کیونکہ ان کے ہاں اس اطلاق پر کوئی حدیث صحیح نہیں تھی نہ اثر ثابت تھا نہ اس میں پہلے سلف کا قول تھا نہ دیگر معانی جن کا ذکر پہلے ہوا۔

## جواب: اصحاب مالک کی تفصیل

آپ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ اس نے اپنے اس دعویٰ میں جھوٹ بولا ہے اور امام مالک کا اس لفظ کراہت کا اس پر اطلاق اس طرح نہیں جو مخالف کا وہم ہے بلکہ اس وجہ سے ہے جس کی تفصیل امام مالک کے اصحاب مذہب نے نصوص امام مالک اور ان کے متبعین سے اپنی اپنی کتب میں بیان کی جیسے ہم نے اس میں سے کچھ پہلے بیان کر دیا اور یہ بلاشبہ اس مخالف سے اپنے امام کو مذہب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔

**اعتراض:** وہ دلیل جس کا ذکر اس معترض نے کیا یہ اس کی انتہائی عمدہ ہے۔ اس کا ضعف و کمزوری اور اس کی عدم صحت گذشتہ واضح دلائل اور شہادتوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

## جواب: محققین کے ہاں دلیل کا قوی ہونا

ہم نے آئمہ محدثین اور فقہاء کے نصوص نقل کر کے اس دلیل کی قوت کو اس کے حسن یا اس کے صحیح ہونے کو بیان کیا اور متعدد محققین کا اس کے ساتھ مقصود پر استدلال بھی اور جو کچھ مخالف نے بیان کیا اس تمام کا رد اور باطل ہونا بھی واضح کیا۔ اب کوئی اس کے اعادہ اور تکرار کی ضرورت نہیں۔

**اعتراض:** امام مالک رحمہ اللہ سے منقول اُمور کا ذکر پہلے ہوا اور وہ وہی ہیں جن کا ذکر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں یوں کیا کہ امام مالک نے "المبسوط" میں کہا کہ میں قبر نبوی ﷺ کے پاس دعا کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں جانتا لیکن وہ سلام عرض کر کے گزر جائے تو کس معنیٰ کی وجہ سے معترض نے امام دار الہجرہ سے صحیح واضح اس نقل سے اعراض کیا اور "المواذیہ" میں مذکور لفظ سے متعلق کر دیا۔

## جواب: روایت ابن وہب بھی قاضی نے نقل کی

امام مالک سے منقول چیزوں میں سے یہ بھی ہے جس کا ذکر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں یوں کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ابن وہب کی روایت میں فرمایا: جب زیارت کرنے والا حضور علیہ السلام پر سلام پڑھے تو یوں کھڑے ہو کر کہ اس کا چہرہ قبر کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی طرف۔ اسے تم نے بھی پہلے ذکر کیا، سوائے خواہش تلبیس وغیرہ کے کس سبب سے۔ امام دارالہجرہ سے متصل صریح صحیح نقل سے اعراض کیا جو موافق ہے اس نص کے جو "الموازیہ" اور "الواضحہ" اور ان کے علاوہ اس کے مذہب کے آئمہ کی معتبر کُتب میں ہے اور تم "المبسوط" میں ان سے روایت سے متعلق ہو گئے تمہارے خیال کے مطابق جو غیر صریح اور امام مالک سے منقطع ہے کیونکہ صاحب مبسوط کی ملاقات امام مالک سے نہیں ہوئی جیسے اس کی تفصیل صفحہ "۳۵" پر گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۶۷" پر ہے کہ امام مالک سے منقول اشیاء جن کا ذکر پہلے کئی دفعہ ہوا۔ ان میں قاضی عیاض نے یہ بھی نقل کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے "المبسوط" میں کہا کہ جو اہل مدینہ میں سے مسجد میں داخل ہو اور اس سے نکلے اس پر قبر کے پاس کھڑا ہونا لازم نہیں یہ صرف مسافروں کے لیے ہے۔

## جواب: امام مالک کا یہ بھی قول

ان سے منقول چیزوں میں سے وہ بھی ہے جس کا ذکر ابن رشد نے "شرح العتبیة" میں کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: امام مالک سے قبر نبوی ﷺ کے پاس

سے گزرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا تمہاری کیا رائے ہے کہ وہ سلام کرے جب بھی گزرے؟ فرمایا: ہاں! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی جب بھی گزرے سلام کہے اور اکثر لوگ یہی کرتے ہیں۔ شیخ ابن رُشد نے کہا، اس کا معنٰی یہ ہے اس پر آپ کو سلام عرض کرنا لازم ہے کوئی وہاں سے جب بھی گزرے اور کسی پر یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کے پاس سے گزرے تا کہ سلام عرض کرے البتہ وداع کے وقت، ظاہر یہی ہے کہ ان کی اس لزوم سے مراد اس کی تاکید ہے جیسے اسے علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' میں بیان کیا۔

**اعتراض:** اور ''المبسوط'' میں یہ بھی ہے کہ جو سفر سے آئے یا سفر میں جائے اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس کھڑا ہو کر آپ پر درود و سلام پڑھے۔

**جواب:** اس طویل عبارت پر مفصل گفتگو صفحہ ''۴۹، ۱۲۸، ۲۲۷'' پر ہوئی ہے۔ یہ محض گذشتہ کی طرح تکرار ہے جو مخفی نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۶۸'' پر لکھا: ہم اس معترض سبکی سے نقل کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آئمہ سے کس نے روایت کیا اس کی سند کہاں اور کونسی کتاب میں ہے؟

## جواب: اسے متعدد آئمہ نے روایت کیا

اسے متعدد آئمہ نے اپنی کتب میں سند صحیح کے ساتھ متعدد سلف صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں سے نقل کیا مثلاً ابن ابی فدیک، بیہقی، ابن فہر، ابن سعد، ابوذر ہروی، یحیٰی بن حسین، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، حسن بن زبالہ اور قاضی عیاض نے اس کا ذکر

''الشفاء'' میں، سید سمہودی نے ''خلاصة الوفاء'' اور ''وفاء الوفاء'' میں علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' اور ''حاشیه ایضاح'' میں لکھا اور اس پر امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے اصحاب کا اتفاق ہے انہوں نے اس کا تذکرہ کُتب مناسک اور کُتب فقہیہ کے ابواب حج میں کیا۔ ان تمام عبارات کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ ہاں ان کا مطالعہ کر لیجیے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی ''المبسوط'' کی روایت میں قول جبکہ اس کا آپ سے انقطاع معلوم ہے۔ ہمارے شہروں میں یہ اہل فقہ میں سے بات کسی کو نہیں پہنچی۔ یہ مردود ہے اس کی وجہ سے جو ذکر ہوا اور دیگر قول جو پیچھے گزرا ہے جیسے کہ دونوں علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' اور خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں تصریح کی اور اس سے دیگر کی طرح یہاں پر بھی مخالف کا قول باطل ہو گیا۔

**اعتراض:** قبر کے پاس دعا مطلقاً مکروہ نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے جیسے سنت وحدیث میں موجود ہے۔

## جواب: مخالف کا اعتراف

اس متناقض کا اعتراف دیکھیے اس کے ساتھ ساتھ جو کئی دفعہ پہلے گزرا ہے کہ قبر کے پاس دعا بدعت ہے۔

**اعتراض:** شاید جس کا ذکر آئمہ نے کیا ہے انہوں نے اسے قبر کی طرف نماز کی کراہت سے لیا۔

## جواب: تصریح آئمہ کے خلاف

یہ شاید کہنا انتہائی ساقط ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ سینہ زوری اور اس آئمہ کی تصریح کے خلاف ہے جو سلام ودعا کے وقت آپ کی طرف چہرہ اور قبلہ کی طرف پشت کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں جیسے اس کا بیان پیچھے گزر چکا البتہ قبر کے طرف نماز کا حکم تفصیلاً پیچھے آچکا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۶۹" پر لکھا، یہ اصل دائمی ہے کیونکہ دعا کرنے والے کے لیے مستحب یہی ہے کہ وہ اس کی طرف منہ کرے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔

## جواب: قبلہ اور دعا

یہ اصل مطلقاً تمام مقامات دعا میں فاسد ہے کیونکہ جہاں مقامات دعا میں ادھر چہرہ کرنے کے بارے میں وارد نہیں کہ اسی کی اتباع کرنا متعین ہے تو قبلہ کی طرف چہرہ کرنا یانہ کرنا اپنے مورد تک ہی رہے گا اگر یہ حکم پایا جائے۔ جس اس کی وضاحت علامہ ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت ہے۔ "شہر مدینہ میں حضور ﷺ کا گزرنا اور آپ کا لوگوں کی طرف سلام ودعا کے وقت چہرہ کرنا ہے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند حسن کے ساتھ نقل کیا۔ اس میں اس پر دلالت ہے کہ میت پر سلام کے وقت مستحب یہ ہے کہ سلام کرنے والے کا چہرہ، میت کے چہرہ کی طرف ہو اور دعا کے وقت بھی اسی طریقہ کو جاری رکھا جائے اور اسی پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔ اس میں حافظ ابن حجر کا اختلاف ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک

سنت یہ ہے کہ حالت دعا میں منہ قبلہ کی طرف ہو جیسے مطلق دعا میں دیگر احادیث وارد
ہیں اور ان میں یہ بھی ہے کہ دعا کے کثیر مقامات پر آپ کا چہرہ اقدس قبلہ کی طرف نہیں
تھا ان میں سے ایک وہ جس میں ہماری گفتگو ہو رہی ہے۔ دوسرا مقام طواف، سعی،
خطبہ دخول مسجد اور اس سے نکلنے کی حالت، کھانے پینے کے وقت، عیادت مریض
وغیرہ کی صورت میں تو متعین ہو گیا کہ قبلہ کی طرف چہرہ کرنا یا نہ کرنا اپنے مورد تک ہی
محدود رہے گا اگر کوئی حکم اس بارے میں وارد ہو ورنہ سب سے بہتر بیٹھنا وہی ہے جو
قبلہ رُخ ہو جیسے حدیث میں آیا۔ لیکن جو بعض اسلاف نے زیارت نبی کے بعد دعا کے
وقت قبلہ کی طرف چہرہ کیا۔ یہ امر زائد ہے۔ اس بارے میں آئمہ نے کوئی تصریح نہیں کی،
یہ اس بارے میں تصریح ہے کہ آئمہ کے ہاں حالت زیارت اور دعا کے وقت مسطور یہی
ہے کہ قبر انور کی طرف چہرہ کرنا مستحب ہے نہ کہ قبلہ کی طرف جیسے اس کا کئی دفعہ بیان آیا۔
اگر اس کے خلاف کسی امام سے کچھ منقول ہے تو یہ ان کی تحریر و مختار کے مخالف ہے۔

**اعتراض:** ان چیزوں میں سے ایک جو تمہارے لیے لازم ہیں کہ صحابہ نبی ﷺ پر
سلام کے وقت سنت کی رعایت کرتے تھے حتی کہ وہ اس مکروہ طریقہ کی طرف نہ جاتے
جو نصاریٰ کے مبالغہ کی طرف کھینچتا ہے۔

## جواب: اولیٰ میں تفصیل

اس کے ساتھ اس نے آپ پر مختصر سلام پڑھنے کے اختیار کی طرف اشارہ کیا
جیسے اس کی طرف شیخ محب طبری، شیخ حلیمی کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے

کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمایا ہوتا ''لا تطرونی'' (میرے بارے میں مبالغہ نہ کرو) ہم ایسی آپ کی ثنا کرتے کہ زبانیں اس حد تک پہنچنے سے خاموش ہو جاتیں لیکن آپ کی ممنوع چیز سے خصوصاً آپ کی بارگاہ میں رکنا بطریق اولیٰ ہوگا تو آپ کے لیے دعا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام میں طوالت سے کام لینے سے اعتدال برتا جائے۔

تم جانتے ہو کہ اس سے ممانعت، مطلق مبالغہ کی نہیں بلکہ ایسے مبالغہ کی ہے جو نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ مثلاً ان کے الٰہ ہونے کا دعویٰ جیسے یہ حدیث سمجھا رہی ہے تو اب طوالت سے کام لینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام نووی اور دیگر محدثین نے اکثر علماء کی اتباع کرتے ہوئے کہا کہ کثرت اولیٰ ہے اور پیچھے گزرا کہ اولیٰ میں تفصیل ہے کہ جس کا دل حاضر اور وہ ادب بجالا رہا ہے تو اس کے لیے طوالت وکثرت بہتر ہے اور جو ایسا نہیں اس کے لیے جلدی واختصار اولیٰ ہے جیسے ''الجوھر المنظم'' میں ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۷۰'' پر ہے پر لیکن صلوٰۃ وسلام کے لیے دائمی طور پر آپ کا قصد کرنا جہاں تک میں جانتا ہوں کسی نے بھی اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہ آپ کی قبر کو میلہ بنانا ہے۔

## جواب: آئمہ ثلاثہ کا قول

اس کلام میں باطل سینہ زوری، عجیب حملہ اور عظیم جہالت ہے، ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ امام مالک کے علاوہ تین ائمہ آپ کی زیارت اور قبر انور کے پاس صلوۃ

وسلام کی کثرت ہر ایک کے لیے مستحب قرار دیتے ہیں اور امام مالک نے اسے مسافروں کے لیے مستحب قرار دیا نہ کہ شہر مدینہ میں مقیم لوگوں کے لیے جیسے گزرا اور اس میں قبر کو میلہ بنانا نہیں اور نہ ہی یہ اس کے کسی طرح قریب ہے جیسے اس پر تفصیلی گفتگو صفحہ "۱۵۲" پر گزری۔ تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو یہ نہیں سمجھتا۔

**اعتراض:** پیچھے گزرا کہ آپ پر سلام آپ کو ہر جگہ سے پہنچ جاتا ہے تو امام مالک وغیرہ نے یہ خوف کیا کہ ہر گھڑی قبور کے پاس یہ فعل قبر کو میلہ بنانے کی ایک صورت ہے۔

**جواب: علت اور ہے**

اس میں امام مالک پر افترا ہے کیونکہ انہوں نے "المبسوط" کی سابقہ عبارت میں جو کئی دفعہ گزری اور قریب بھی صفحہ "۲۶۷" پر آیا تو ان کے ہاں اس کی علت یہ چیز ہے کہ ان کے پاس اس اُمت کے اول اور صدر سے نہیں پہنچی۔ علاوہ ازیں وہ مسافروں کے لیے اسے مستحب قرار دیتے ہیں جیسے قریب ہی گزرا اور جو اس سے یہ جانتا ہے کہ امام مالک خوف رکھتے تھے کہ قبر کے پاس ہر گھڑی ایسا فعل کرنا قبر کو میلہ بنانا ہے اگر اس کے پاس اس دعویٰ جو سب سے بڑا امام مذکور پر افترا کے ثبوت پر کوئی دلیل ہے تو اسے بیان کرے ورنہ محض اس کے فاسد توہمات نفع نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! امام مذکور سے نقل کے بغیر ایسے دعوے ان پر عظیم جرأت اور بڑی جسارت ہے۔

**اعتراض:** اور یہ چیز بدعت ہے مہاجرین وانصار حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور میں ہر دن مسجد میں پانچ دفعہ نماز پڑھتے اور اس کے باوجود وہ قبر کے

پاس نہ آتے کہ وہ سلام کریں کیونکہ وہ جانتے کہ نبی نے اسے مکروہ قرار دیا اور آپ نے اس سے منع کیا ہے۔

## جواب: یہ ممانعت کہاں ہے

ان دعوؤں کی تکذیب کئی دفعہ گزر چکی ہے۔ بالفرض اگر تسلیم کرلیں کہ وہ یہ نہیں کرتے تھے اس سے اس کے دعویٰ کا نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ بدعت وممنوع ہے کیونکہ ہر وہ کام جو انہوں نے نہیں کیا وہ اسی طرح بدعت نہیں ہوگا جیسے صفحہ ''۲۳'' پر تفصیل گزر چکی ہے۔ اور جو نفی مذکور کی اس نے علت بیان کی ہے اس کا بطلان واضح ہے اس نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے مکروہ اور ممنوع قرار دیا۔ اس پر دلیل کہاں ہے؟

سُبۡحٰنَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ — الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

(النور:١٦)

## اعتراض: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول فعل اس پر دلالت کر رہا ہے۔

## جواب: حالت اقامت میں حاضری

ایسے نہیں کیونکہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب سفر سے آتے تو قبر کے پاس حاضر ہوتے اور سلام کرتے جیسے کہ اس روایت میں ہے کہ وہ اس حالت کے علاوہ وہاں حاضر ہونے والوں سے نہیں بلکہ گذشتہ گفتگو میں تم جان چکے ہو کہ حالت اقامت میں بھی ان سے یہ عمل کثرت کے ساتھ مروی ہے۔

اعتراض: لیکن حضرت نافع سے ثابت حدیث صحیح اس پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فعل نہ دائمی کرتے تھے نہ غالب طور پر۔

## جواب: سو سے زائد دفعہ حاضری

تمہیں اس چیز کی اطلاع ہے کہ اسے امام بیہقی اور دیگر محدثین نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور اسے قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اور دیگر نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سو یا اس سے زائد دفعہ قبر انور پر سلام کہتے ہوئے دیکھا۔ یہ اس بارے میں ظاہر ہے کہ یہ ان کا دائمی طریقہ تھا جس پر ہم صفحہ "۲۸" پر گفتگو کر چکے ہیں۔

اعتراض: صفحہ "۲۷۱" پر لکھا، یہ ان کے حق میں ہے جو اہل مدینہ یا اس کے قرب میں ہوں اور وہ مسجد قبا کی طرف کجاوے نہ باندھیں کیونکہ کجاوے باندھنا سفر کا نام ہے جو تین مساجد کے علاوہ کی طرف نہیں کیا جا سکتا۔

جواب: اس پر صفحہ "۲۱" پر گفتگو بڑی تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

اعتراض: امام مالک کے حوالہ سے مروی ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی نذر مانی۔

جواب: اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ صفحہ "۲۲" پر گفتگو گزری ہے کیونکہ یہ محض سابقہ گفتگو میں تکرار ہے اگر چاہو تو اس کا مطالعہ کر لو۔

اعتراض: امام مالک رحمہ اللہ سے جو "المبسوط" میں نقل کیا گیا اس کے خلاف تین آئمہ میں سے کسی سے کچھ معلوم نہیں۔

جواب: صفحہ "۲۲" پر اس کا رد گزر چکا ہے ہم اس مخالف کی عادت کے مطابق اعادہ کر کے طوالت نہیں چاہتے۔

اعتراض: معترض سبکی نے اسے اپنی کتاب کے کسی مقام پر ذکر نہیں کیا وہ اس سے واقف نہیں ہوئے یا انہیں معلوم تھا لیکن عمداً اسے چھوڑا۔

جواب: امام سبکی نے ذکر کیا

اس میں بڑا رسوا کن مغالطہ ہے جو مثل مخالف ہی دے سکتا ہے کیونکہ امام تقی الدین سبکی نے امام مالک سے مذکور سوال و جواب انہی کے الفاظ میں اپنی کتاب "شفاء السقام" میں پانچویں باب کے آواخر میں نقل کیا۔ دیکھیے صفحہ "۸۱"۔ اور لکھا یہ روایت اگر امام مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہو تو اس کی تاویل اس طریقہ پر ضروری ہے جو زیارت کے قربت ہونے سے مانع نہ ہو تا کہ اس کے ان سے ثابت شدہ، تمام اہل علم اور تمام مسلمانوں سے ثابت شدہ کے درمیان موافقت ہو جائے۔ پھر انہوں نے کئی وجوہ سے تاویل ذکر کی جو آپس میں قریب ہیں اور اس پر "تہذیب المدونہ" کی عبارت سے استشہاد کیا، اسے ملاحظہ کر لیجیے کیونکہ ہم اس کے تذکرہ سے طوالت نہیں چاہتے۔ ان کی ذکر کردہ وجوہات تاویل میں بندہ کے نزدیک احسن و مختار چوتھی وجہ ہے جس کی تفصیل کتاب کی ابتدا میں کر دی ہے۔

اعتراض: اس معترض سبکی پر تعجب ہے کہ اس حکایت کو اس نے صحیح قرار دیا جو امام مالک کی ابو جعفر منصور سے گفتگو ہوئی۔

**جواب:** مخالف کی یہاں پر طویل گفتگو کے بارے میں پیچھے گزرا ہے جو اس کے دعویٰ پر تمہیں متعجب کر دے۔ لہذا اس کے عدم اعادہ پر تعجب نہ کیجیے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۷۲" پر لکھا، جو انہوں نے شیخ ابو محمد شار مساحی مالکی کا یہ قول ہے کہ میت سے نفع پانے کا ارادہ بدعت ہے مگر قبر مصطفیٰ اور رُسل کی قبور کی زیارت کے علاوہ۔ یہ قول نظر کی طرف محتاج ہے جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

**جواب:** ہم بھی عنقریب تیری نظر پر نظر ڈالیں گے۔

**اعتراض:** گویا شیخ سبکی نے اس طرف میلان کیا کہ میت سے نفع پانے کا ارادہ مطلقاً بدعت نہیں لیکن انہوں نے اس بے ہودگی کو ذکر کرنے کی جسارت نہیں کی۔

**جواب: میت سے فائدہ**

انہوں نے اس کی طرف اس اطلاق کے ساتھ میلان نہیں کیا جس کا تو نے دعویٰ کیا ہے اور وجہ وہی ہے جو انہوں نے ذکر کی۔ اور اس کے واضح ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس کی وجہ بیان نہ کی کیونکہ میت سے نفع پانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس میت کی برکت وحرمت کی وجہ سے یا اس ثواب کی وجہ سے جو اس میت کے لیے دعا کی دنیا وآخرت کے منافع عطا کرے۔ اسے کسی نے بھی بدعت نہیں کہا ماسوا تیرے شیخ ابن تیمیہ کے اور ان لوگوں کے جنہوں نے حق سے جہالت کی وجہ سے اس کی اتباع کی کیونکہ شریعت اس کی ممانعت پر مطلقاً دلالت نہیں کرتی اور کوئی عاقل اس بارے میں توقف نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو موت کے بعد وہی عزت بخشتا ہے جو

ان کی موت سے پہلے تھی جس قدر وہ چاہے۔ ان کی کرامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مریض کو شفا، غرق ہونے والے کو نجات، دشمن پر مدد اور بارش وغیرہ نازل کرتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے حاشیہ درمختار ''فی بحث زیارۃ القبور'' میں لکھا، اولیاء، اللہ کے قرب میں متفاوت ہیں اور زیارت کرنے والوں کا نفع ان کے معارف واسرار کے مطابق ہے۔ امام ابن الحاج نے ''المدخل'' سے امام ابوعبد اللہ بن نعمان سے نقل کیا کہ صاحب بصائر واعتبار کے ہاں یہ ثابت ہے کہ صالحین کی قبور کی زیارت عبرت کے ساتھ تبرک کے لیے محبوب ہیں کہ ان کی برکت موت کے بعد جاری رہتی ہے جیسے ان کی حیات میں تھی۔ ہمیشہ سے اہل علم اور اکابر شرق تا غرب ان کی زیارت قبور سے تبرک حاصل کرتے۔ حسی اور معنوی ان سے برکت پاتے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے ''الاحیاء'' میں لکھا: یاددہانی اور عبرت کے لیے زیارت قبور مستحب اور صالحین کی قبور کی زیارت عبرت کے ساتھ تبرک کے لیے محبوب ہیں۔ پھر لکھا، جس کے مشاہدہ سے اس کی حیات میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے تبرک حاصل کیا جائے۔ علامہ ملا علی قاری نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں لکھا، جنہوں نے کسی نیک کے پڑوس میں مسجد بنائی یا اس کے مقبرہ میں نماز پڑھی مقصد ان کی روح سے فیض تھا یا ان کی عبادت کے اثرات میں سے اثر کا حصول تھا۔ اس کی تعظیم اور اس قبر کی طرف توجہ نہ تھی تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بحث میں تفصیلی کلام سیدی عبدالغنی نے اپنے رسالہ ''رد الجاهل الی الصواب فی جواز

اضافۃ التاثیر الی الاسباب ''میں کیا اور اس میں علامہ ابن کمال پاشا کا کلام ''شرح حدیث اربعین'' سے نقل کیا۔ جوانہوں نے اس تیسری حدیث کے تحت لکھا: ''جب تم اُمور میں پریشان ہوں تو اصحاب قبور سے مدد مانگو'' یعنی فوت ہونے والے فاضل نفوس کے اصحاب سے کیونکہ اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ ان کی زیارت کرنے والوں کو ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے اگرچہ حدیث مذکور میں کچھ کلام کیا گیا بلکہ علامہ خفاجی نے ''العنایۃ'' میں کہا کہ یہ حدیث ہی نہیں۔ میں نے اس رسالہ کا بڑا حصہ اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں ذکر کیا اسے ملاحظہ کیجیے۔ اس سے وہ تمام ساقط ہو جاتا ہے جس پر اس مقام پر مخالف نے طویل گفتگو کی کیونکہ یہ باطل ملمع سازی اور معطل توہمات ہیں۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۷۳'' پر لکھا، جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اُمت کے لیے مشروع کی وہ میت کے لیے دعا ہے آپ پر صلوٰۃ کے وقت اور آپ کی قبر کی زیارت کے وقت نہ ان کے وسیلہ سے دعا اور نہ ہی اس کے پاس دعا کرنا۔

### جواب: دعا اور حدیث

اس پر تفصیلی رد صفحہ ''۳۶'' کی گفتگو میں گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں قریبی صفحہ ''۲۶۸'' پر مخالف نے اعتراف کیا ہے کہ قبر کے پاس دعا مطلقاً مکروہ نہیں بلکہ اس کا حکم ہے جیسے اس بارے میں حدیث موجود ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۷۴'' پر لکھا، اس جگہ نبی کریم ﷺ کے تعظیم قبور، ان کو سجدہ گاہ بنانا

اوران پر چراغ جلانا، اس کے فاعل پر لعنت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے شدت غضب کی خبر دینا اوران کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کرنا اور اپنی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے منع کرنا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا کہ وہ آپ کی قبر کو عبادت گاہ نہ بنائے اس کا راز سامنے آتا ہے کہ یہ تعظیم قبور سے ممانعت ہے اور یہ آپ کی تعلیم اور رہنمائی ہے اس زیارت کرنے والے کو جو نفع میت کا قصد کرتا ہے۔

## جواب: توسل پر اُمت کا اتفاق

اس میں قبور کی وہ تعظیم مراد ہے جو ممنوع ہو اور وہ ان پر اعتکاف اور تصاویر بنانا اور انہیں عبادت کے لیے بُت بنانا مثلاً ان کی طرف سجدہ کرنا، انہیں سجدہ گاہ بنانا اور ان پر تعظیم کی خاطر چراغ جلانا اور ان کے پاس لہو و تماشا کا اجتماع کرنا اور وقت معین میں زینت دینا اور یہ اعتقاد کرنا کہ ان کی اس طرح تعظیم کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے سے راضی ہوتا ہے یا دیگر چیزیں جو شرک ہیں یا اس تک پہنچاتی ہیں جیسے کفار اپنے انبیاء اور صالحین کی قبور کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہ حدیث صحیحہ میں ہے ان تمام چیزوں سے انبیاء و رسل صلوٰۃ اللہ وتسلیماتہ علیہم کی شریعتوں نے ڈرایا ہے۔ رہا مسلمانوں کا قبور اکابر کی تعظیم کرنا وہ کفار کی تعظیم کی طرح نہیں جیسے علامہ شیخ محمد خطیب شربینی نے اپنی تفسیر میں امام رازی کا رد کرتے ہوئے لکھا: جو انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا تھا جیسا کہ ہم نے اس پر اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں متوجہ کیا ہے بلکہ ہماری ان اکابر کے قبور کی تعظیم صرف ان کی زیارت، ان سے تبرک، ان پر

سلام اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جیسے شارع نے یہ طریقہ جاری کیا۔ کیونکہ یہ وسیلہ بنانے والے سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کا ان کی برکت سے قرب پائے گا جو اسے حاصل نہ ہوتا یا اگر ان دوستوں کا واسطہ حاصل نہ کرتا کیونکہ کبار کی عادت ہے کہ وہ ایسے واسطے جو قریب کرنے والے ہیں ان سے وہ چیزیں پا لیتے ہیں جو عدم واسطہ کی صورت میں نہیں پا سکتے باوجود اس کے کہ اس میں ذلت و کمزوری کا اظہار بھی ہے اور جو شخص وسیلہ پکڑ رہا ہے اس کی جنایت کا بڑا ہونا مطلوب میں سفارش کرنے والے کا محتاج ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کر لے اس پر رحمت کرے اور اسے قبول کرے جو اس نے طلب کیا ہے جیسے اس پر علماء ظاہر و باطن تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے۔ اس کی تائید کثیر اشیاء کرتی ہیں جو شریعت مطہرہ میں آئی ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر ہم نے سابقہ کتاب میں کیا جس کی گنجائش یہاں نہیں۔ وہاں اس کا مطالعہ کیجیے اور جان لیجیے جو کچھ اس مخالف نے یہاں لکھا ہے یہ مقصود سے بعید اور کئی مراحل اس سے دور ہیں اور وہ اس باب منع میں جس کی طرف گیا ہے ہرگز اس پر دلیل کافی نہ لا سکے گا۔

**اعتراض:** انبیاء ورسل کا نفع اُمتوں کے لیے ہدایت، ارشاد اور تعلیم اور جو اس پر معاون بنے اور اس کے علاوہ وہ نفع ونقصان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا (پ۲۹، الجن: ۲۱)

تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔

جب یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان کی حیات میں ہے تو وفات کے بعد ان کا حال کیا ہوگا اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ — اور اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

(پ ۱۹، الشعراء: ۲۱۴)

تو فرمایا: اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ سے اپنے نفوس خرید لو میں اللہ تعالیٰ سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔

**جواب:** اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آیت مبارکہ کا معنیٰ صبح کی طرح واضح ہے کہ میں تمہیں نقصان دینے اور کسی شے کا نفع دینے میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مستقل نہیں تو نفع و نقصان میں اللہ تعالیٰ کو ہی واحد جانو کیونکہ مستقلاً وہی نفع نقصان دینے والا ہے کسی اور کو یہ چیز حاصل نہیں کیونکہ موجودات کی تکمیل بطور پابندی و آزادی اسی کے ہاتھ میں ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ کسی کو نفع و نقصان نہ دے سکیں اس کے علاوہ جس کا مخالف نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے قدرت دینے سے کہ اس پر احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے مخلوق سے نفع و نقصان کا حصول ہوتا ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ نے لکھا اور مقدر کیا۔ ترمذی میں حسن صحیح سند کے ساتھ موجود ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اگر اُمت اس پر جمع ہو جائے کہ وہ تمہیں نفع دے تو وہ نفع نہیں دے سکے گی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھا اور اگر وہ جمع ہو جائے

کہ تمہیں وہ نقصان پہنچائے تو وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھا تو آپ نے مخلوق کے لیے نفع و نقصان ثابت کیا ہے اس کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے بندے کے حق میں یا اس کے خلاف لکھا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے تمام مال کی وصیت کا ارادہ کیا "شاید تو پیچھے چھوڑ جائے اور تجھ سے کچھ لوگ نفع پائیں اور دیگر نقصان پائیں"۔ مشہور طور پر یہ ثابت ہے کہ اموات زندوں کے لیے دعا کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وجہ سے ان پر فضل کرتا ہے تو کیا شان ہوگا انبیاء و رُسل کا جو اپنی قبور میں زندہ ہیں؟ تو ایجاد میں اللہ تعالیٰ ہی متفرد ہے جو اس نے مخلوق کے لیے بنایا وہ ان کا کسب اور سبب عادی ہے اگر وہ فوت ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اس کے بلند مرتبہ پر اس کی شفاعت کی وجہ سے اس کی طرف فعل کی نسبت کتاب و سنت اور کلام عرب میں بطور مجاز مشہور ہے۔ اس میں زندہ اور میت کا کوئی فرق نہیں کیونکہ میت بھی دعا یا کرامت یا سفارش میں سبب بنتی ہے اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف راجع ہے اس مذکور چیز میں دونوں کے درمیان فرق کرنا سینہ زوری ہے اس پر مطلقاً کوئی دلیل نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے کسب اور سبب ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اگر نبی اس بارے میں بھی کوئی خطرہ محسوس کرتے تو آپ اس پر تنبیہ کرتے خصوصاً جبکہ وہ شرک ہے۔ رہی بخاری و مسلم کی حدیث جسے مخالف نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا اس سے مقصود خوف دلانا، عمل پر اُبھارنا اور اس کی ترغیب ہے کہ وہ

اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور خشیت میں سب سے آگے ہوں:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ — بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

اور فرمایا:

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ — اور فرماؤ کام کرو اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول۔ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۵)

یا اس کا معنٰی یہ ہے کہ میں تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا مالک بنائے جیسے اس کی طرف یہ حدیث ''ہر سبب ونسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب ونسب'' اشارہ کرتی ہے۔

اس پر تمام گفتگو امام سید ابن عابدین شامی کے رسالہ ''العلم الظاهر فی نفع النسب الطاهر'' میں موجود ہے۔ تو اب مخالف کی مذکورہ آیت وحدیث میں کسی شے پر دلیل نہیں جو اس نے غلط خیال کیا اور تفصیلی گفتگو اس مقام پر ہماری مذکورہ کتاب میں ہے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۸۱'' پر لکھا، یہ ان احادیث میں سے ہے جو اس کے منافی ہے جس کی غلو طرف معترض اور اس کے ہم عصر گے اور اس میں منافات ظاہری ہے۔

### جواب: تاویل کے بعد منافات نہیں

اس میں اس تاویل کے بعد کوئی منافات نہیں جس کا ذکر امام تقی الدین سبکی نے کیا اور تو نے اس مقام پر ان سے نقل کیا اور تو ان کے سبّ وشتم میں اس قدر مشغول ہو

گیا نہ کہ اس بارے میں کوئی خاموشی اختیار کی اور یہ صرف اس لیے ہے کہ اس تاویل پر جرح وقدح ہو جبکہ اس اثر مذکور پر تفصیلی گفتگو صفحہ ''۷۱'' اور ''۱۹'' پر گزر چکی ہے۔

اعتراض: صفحہ ''۲۸۲'' پر لکھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا قول کہ یہ حضرت علی بن حسین کا کلام موافق ہے اس کے جو پیچھے امام مالک سے گزرا اور یہ اصل زیارت کا انکار نہیں۔ یہ ایسی گفتگو ہے جس میں تلبیس ہے کیونکہ اصل زیارت کا شیخ الاسلام انکار نہیں کرتے وہ تو صرف اس کا انکار کرتے ہیں جو بدعت اور ترک مامور اور فعل ممنوع پر مشتمل ہے۔ لیکن زیارت شرعیہ کا وہ انکار نہیں کرتے بلکہ اسے وہ مستحب اور اس کا شوق دلاتے ہیں جس طرح اس کا ذکر پہلے کئی دفعہ گزرا ہے۔

## جواب: تلبیس کلام تیرے شیخ کا

اللہ تعالیٰ کی قسم! تلبیس تیرے شیخ کے کلام میں ہے جس کا تو باطل سے مدد گار بنا ہے کیونکہ کئی جگہ اس نے نفس زیارت کا انکار کیا ہے خواہ وہ شرعیہ ہو یا بدعیہ اور اس سے اس کی مراد معروف کے علاوہ ہے جو شرعاً، لغتاً اور عرفاً ثابت ہے اور اس نے اس کی مشروعیت پر مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ مسجد نبوی ﷺ کی طرف سفر ہے اور اس کے داخلہ کے وقت ایسی چیز کی ادائیگی مشروع ہے جو دیگر مساجد میں ہوتا ہے باوجود اس انکار کے یہ درحقیقت قبر کی زیارت نہیں جیسے متعدد دفعہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اسی سے اس کا بطلان واضح ہو جاتا ہے جو اس نے چوتھی وجہ ذکر کی۔

**اعتراض:** اس معترض سے پوچھا جائے کہ تم اس اثر سے استدلال کیوں نہیں کرتے؟ اس سے استدلال سے تمہیں کس نے منع کیا ہے؟ جبکہ یہ محفوظ مشہور اور اس کے شواہد کثیر ہیں اور یہ ان سابقہ حدیث سے اقویٰ ہے جن سے تم نے استدلال کیا اور اس کا معنیٰ ان احادیث صحیحہ اور اخبار ثابتہ کے موافق ہے جو پیچھے کئی دفعہ گزری ہیں۔

**جواب: دلائل صحیحہ احادیث ہیں**

جو اس سے روکتا اور اس کے ہم مثل کی تاویل لازم کرتا ہے وہ کثیر صحیح دلائل ہیں ان میں سے وہ حدیث ہے۔ جس کی صحت پر اتفاق اور اس میں زیارت قبور کا حکم ہے اور اس کا کوئی مخصص نہیں اور ان میں سے سب سے قوی آپ کی قبر انور کی زیارت کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع اور عہد صحابہ سے لے کر اب تک لوگوں کا عمل ہے جیسے یہ پیچھے کئی دفعہ گزرا۔

**اعتراض:** اور لوگوں نے محض زیارت قبور کے لیے سفر کرنے پر کلام کیا اور اس سے منع کرنے والے امام مالک و جمہور اور اسے مباح قرار دینے والے متاخرین کا ایک گروہ ہے۔

**جواب: علماء کی تردید**

یہ کلام ایسے مغالطوں پر مشتمل ہے جن کا ذکر اور رد پیچھے گزرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسے اقوال جن کا اہل علم نے پے در پے رد کیا وہ ابن تیمیہ کے لیے مفید نہیں نہ ابن عبد الہادی کے لیے اور نہ متبعین کے لیے جو ان کا اعادہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ہزار دفعہ کریں اور ہم ان کے رد کا بار بار اعادہ کریں۔

اعتراض: اور اہل علم کا اس کے بارے میں اختلاف ہے جو محض زیارت قبر کے لیے سفر کرے، بعض کہتے ہیں یہ سفر مباح اور وہ تھوڑے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس کا سفر ممنوع ہے اور یہ اکثریت ہے۔

## جواب: اہل علم کی اکثریت

یہ محض افترا، بہتان اور قلب حقائق پر مشتمل ہے کیونکہ انبیاء وصالحین خصوصاً سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی طرف سفر جائز قرار دینے والے محدثین، محققین اور فقہاء دین کی ایک عظیم جماعت ہے۔ ان میں سے شیخ الاسلام ابو عبداللہ ذہبی، حافظ زین الدین عراقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، شیخ عبد اللطیف بن مالک، علی عزیزی، امام طیبی، حافظ قسطلانی، عبداللہ بن سالم مکی، تقی الدین سبکی، ابو اسحاق مروزی، امام الحرمین، امام نووی، حجۃ الاسلام غزالی، امام ابو علی دقاق، خطابی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طاہر پٹنی، قاضی القضاۃ بدر الدین عینی، کمال ابن ہمام، ملا علی قاری علامہ مناوی، ابن عبد البر، امام باجی، زرقانی، ابن حجر مکی، سبط بن عجمی، برہان الدین حلبی، محمد بن خلیل اطا کی، قاضی بیضاوی، ابن الحاج تلمسانی۔

منع کرنے والے یہ لوگ ہیں: شیخ ابن بطہ حنبلی، ابن عقیل حنبلی، عیاض مالکی، ابو محمد جوینی شافعی، قاضی حسین شافعی، ابن تیمیہ حنبلی اس کے کچھ شاگرد مثلاً ابن رجب، ابن قیم، ابن عبد الہادی اور یہ قلیل ہیں۔ اور انہیں محققین نے اس مسئلہ میں غلط قرار دیا اور صحت کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ سواد اعظم کی اتباع کرو۔

اعتراض: صفحہ ''۲۸۳'' پر لکھا، اور دلیل ان کے ساتھ ہے۔

## جواب: دلیل ان کے خلاف

معاملہ ایسے نہیں بلکہ دلیل ان کے خلاف ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا اسے غلط قرار دیا گیا جیسے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** کسی مجتہد نے یہ نہیں کہا کہ ایسے آدمی کا سفر طاعت و قربت ہے۔

## جواب: تصریح لازم نہیں

ان میں سے کسی نے اس کے عدم مباح اور حرام ہونے کا قول نہیں کیا جیسے اس مخالف کا غلط خیال ہے اور ہر مسئلہ پر ان کی تصریح لازم نہیں کیونکہ علوم دن بدن بڑھتے ہیں۔ بہت ساری فروعات کی انہوں نے تصریح نہیں کی اور ان کے اصحاب نے ان کے مقرر کردہ اُصولوں سے ان کی تخریج کی اور یہ تمام انہی کی طرف منسوب ہیں اور اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس مذکور تخریج کی شریعت میں اصل موجود ہے اور ہم نے صفحہ "۵۱" پر گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ مذکور سفر قربت ہے اور ایسا قاعدہ جو اُصولی اور متفقہ ہے اس پر صریح ہے اور وہ نصوص رسول ﷺ کے ظاہر کے موافق ہے چاہو تو اسے ملاحظہ کرلو۔

**اعتراض:** یہ معترض سبکی اس کی طرف اہل علم کی مخالفت میں گیا۔

## جواب: سبکی سے پہلے

یہ دعویٰ باطل اور رُسوا کن سینہ زوری ہے، اس طرف امام سبکی سے پہلے متعدد اہل علم گئے ہیں مثلاً امام غزالی اور ان کے استاذ امام الحرمین، شیخ رافعی، نووی، ابن الحاج تلمسانی جیسے کہ صفحہ "۴۴" وغیرہ پر گفتگو میں گزرا۔ علاوہ ازیں امام سبکی پر کوئی عیب نہیں اگر

وہ اس مسئلہ میں متفرد ہوتے کیونکہ قواعد شرعیہ اس کا تقاضا کر رہے ہیں اور زیارت کے بارے میں موجود احادیث اس پر دلیل ہیں جیسے اس کی تفصیل اُوپر گزری۔

**اعتراض:** حتی کہ ان کی طرف منسوب کیا جائے گا جنہوں نے وہ قول کیا جس پر جمہور ہیں کہ وہ زیارت سے منع و نہی کرتے ہیں۔

## جواب: سبکی سے دھکا

ہاں اس کتاب میں تمہارے کلمات جو تم نے اپنے شیخ سے نقل کیے اور اس کے مددگار بنے۔ ہم نے ان میں کچھ کا صفحہ "۷، ۸" پر ذکر کیا جو اس پر شاہد ہے کہ تم نے امام سبکی کے بارے میں کیسے دھکا کیا اور یہاں یہ دعویٰ کیا کہ یہ نسبت ان سے فہم فاسد اور خواہش فاسد کی وجہ سے صادر ہوئی۔ تم اپنی بُری صفت انہیں دے رہے ہو جو اس سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہاں اس اور اس کی ہم مثل چیزوں کا تم سے صادر ہونا بہت ہی عجیب ہے اور کون ہے جو اس میں عیب کو جانتا ہے؟ اور تم سے یہ بات کرنی رہ نہ جائے کہ اس قول کی نسبت جمہور کی طرف ان گھڑی ہوئی چیزوں سے ہے جس سے اس کی گمراہیاں رواج پا جائیں۔

**اعتراض:** شیخ الاسلام نے "الجواب الباھر" میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انبیاء وصالحین کی قبور کی طرف سفر یہ امام مالک کے زمانہ میں اسلام میں موجود نہیں یہ قرون ثلاثہ کے بعد ایجاد ہوا۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس پر واضح بُرہان لایا جائے گا اور وہ کہاں ہے؟ اس کی

تکذیب اخبار سیر کی کُتب کرتی ہیں جیسے کئی دفعہ گزرا اور اس مقام پر اپنے شیخ سے جو اس مخالف نے ذکر کیا وہ متکرر عبارات پر مشتمل ہے اور اس کا رد پیچھے تم پڑھ چکے ہو اور وہ اُمور ثابتہ کے انکار پر بھی مشتمل ہے اور کرامات جو ثابت و متواتر ہیں اس کے عقل ناقص کے فیصلے کی وجہ سے رد نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ اہل کرامات میں سے نہیں اور ان تمام کا رد ہم اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں کر چکے ہیں۔ یہاں اس مقام پر اس کا نہیں ذکر کرتے کیونکہ ہم موضوع سے نکل جائیں۔ واللہ الموفق۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۹۰" پر لکھا، صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہتے جیسے کہ وہ آپ کی حیات میں سلام کہتے تھے۔

## جواب: اعتراف داخلہ

یہ اس چیز کا اعتراف ہے جس کا اس نے کئی مقامات پر انکار کیا جیسے کہ اس پر پہلے متوجہ کر چکے ہیں اور یہ سب سے بڑی اس پر دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ میں خبط کا مرتکب ہوا جیسے کہ ہم نے پیچھے کئی دفعہ ذکر کیا۔

**اعتراض:** جب کوئی آپ پر نماز میں سلام پڑھے تو اگرچہ آپ اس کا جواب نہیں دیتے لیکن اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ سلام بھیج دیتا ہے۔

## جواب: حدیث صحیح کا مفہوم

اس کا یہ دعویٰ کہ نماز میں آپ کو سلام کہنے کا جواب آپ کی طرف سے نہیں دیا جاتا اس پر مطلقاً کوئی دلیل نہیں بلکہ اس حدیث "جو بھی مجھ پر سلام کہتا ہے۔

اللہ تعالٰی میری روح کو لوٹا تا ہے حتی کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں'' کا ظاہر عام ہے اور ہر کہنے والے کے لیے ہر زمانہ اور جگہ کو شامل ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ اس مخالف نے بھی اس عموم کا اعتراف کیا ہے جیسے گزرا۔ کیا کوئی عقلمند آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث کے مطلق ہونے کے باوجود اس کے مدلول کا کوئی فرد بغیر دلیل اس سے خارج ہوگا اور ہم نے پیچھے ''القواصم الهاشمات لمنكری كرامات الاولياء فی الحيات بعد الممات'' از امام محمد بن علی طبری سے نقل کیا کہ عارف باللہ سید علی بن علوی جب نماز میں ''السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته'' کہتے تو اسے بار بار پڑھتے حتی کہ وہ حضور ﷺ کا جواب سنتے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ شیخ اس بارے میں معاذ اللہ جھوٹے ہیں۔ اور علامہ ابن حجر نے ''الجوهر المنظم'' میں حدیث مذکور اور دیگر کے ذکر کے بعد لکھا، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر سلام یا درود پڑھنے والے کا جواب دیتے ہیں خواہ وہ زیارت کرنے والا ہو یا زیارت کرنے والا نہ ہو اور اس کا زیارت کرنے والے کے ساتھ اختصاص دلیل کا محتاج ہے بلکہ اسے یہ حدیث صحیحہ رد کرتی ہے ''جب بھی کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ سلام دے تو یہ اسے پہچان لیتا ہے اور یہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر: ۱۰۔ ۳۸۰۔ تاریخ بغداد: ۶۔ ۱۳۵)

اگر آپ ﷺ کا جواب زیارت کرنے والے کے ساتھ مخصوص ہے تو یہ خصوصیت

آپ کی نہیں ہوگی کیونکہ تم جان چکے ہو کہ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہیں۔

**اعتراض:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کو سلام کہتے، پھر پلٹ جاتے اور آپ کے لیے اور اپنی ذات کے لیے دعا کے لیے کھڑے نہ ہوتے کیونکہ یہ کسی ایک صحابی سے منقول نہیں تو یہ بدعت محضہ ہوگی۔

**جواب:** اس کے رد پر گفتگو صفحہ "۳۵" پر تفصیلاً گزر چکی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان میں سے ہیں جو ایسے معاملہ میں اختصار کے قائل ہیں۔

**اعتراض:** اس کے باوجود کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا فعل دیگر صحابہ نے نہیں کیا یہ جواز کی صلاحیت رکھتا ہے ان کاموں کی طرح جو بعض صحابہ نے کیے۔

**جواب:** اولاً: اس مخالف کی اس قول کہ جب اس کی مثل دیگر صحابہ نے نہیں کیا" سے مراد کیا ہے؟ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ ان کی مثل کسی صحابی نے نہیں کیا بلکہ ان کے درمیان اس عمل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما متفرد ہیں تو یہ افترا اور کذب محض ہے کیونکہ کثیر صحابہ کا قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا، آپ کے حجرہ انور کے دروازے پر کھڑا ہونا اور آپ پر سلام کہنا ثابت ہے جیسے امام مطری، قاضی عیاض اور دیگر آئمہ سے پیچھے گزرا۔ بلکہ اس مخالف نے اسی صفحہ پر اپنی اس گفتگو میں اعتراف کیا ہے" کہ صحابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوتے اور آپ پر سلام پڑھتے جیسے وہ آپ کی حیات میں سلام کہتے تھے"۔ اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو تواریخ اور آثار کی کتب سے جاہل ہے، کتب اخبار کا وہ مطالعہ نہیں رکھتا اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے

علاوہ تمام صحابہ نے یہ فعل نہیں کیا تو اس سے اس کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً: یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ ایسا عمل ان کے علاوہ کسی نے نہیں کیا یہ مخفی نہ رہے کہ ان پر کسی دوسرے نے انکار و اعتراض بھی نہیں کیا اور یہ زمانہ اجلہ صحابہ کے اجتماع اور ثقات اُمت کا تھا اور وہ ایک دوسرے پر ہر نئے مسئلہ پر اعتراض کرتے اگر اس کی دلیل ظاہر نہ ہوتی اور ممکن نہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوا اور نہ یہ کہ خاموش رہنے والا معذور ہو باوجود اس کے کسی نے ان پر رد نہ کیا جو دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام اس سے متفق تھے جو اطلاع رکھتے تھے اور انہوں نے ان کا رد نہیں کیا اور یہ آپ کا تفرد باقی نہ رہا۔

ثالثاً: ان کا یہ کہنا کہ یہ جواز کی صلاحیت رکھتا ہے سے کیا مراد ہے؟ اگر مراد جواز و اباحت ہے تو یہ اس کے مابعد قول کے منافی ہے "یہ قول کہ یہ فعل مستحب یا ممنوع یا مباح ہے" یہ دلیل شرعی سے ہی ثابت ہوگا اور اگر کوئی اور معنٰی مراد ہے تو اسے وہ واضح کرے تا کہ اس میں نظر و فکر کی جائے۔

اعتراض: یہ قول کہ یہ فعل مستحب یا ممنوع یا مباح ہے اس کا ثبوت دلیل شرعی سے ہی ہوگا۔

جواب: اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ کسی صحابی کا فعل دلیل شرعی نہیں اور اس سے اباحت ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس کے علاوہ کا ثبوت ہو ان میں سے ہر ایک باطل ہے۔

**پہلی چیز:** اس لیے کہ آثار صحابہ بھی باقی اُمت کی نسبت دلائل شرعیہ اس اعتبار سے ہیں کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اسی لیے آئمہ اُصول نے اپنی تصانیف میں اتباع صحابہ کی مستقل بحث لکھی اوراس کے وجوب یا استحباب کا حکم دیتے ہوئے اسے سنت کے ساتھ لاحق کیا۔

**دوسری چیز:** جب صحابی کے فعل سے اباحت ثابت نہیں ہوتی جو درجات میں سے ادنیٰ ہے تو اس جواز کا کیا معنیٰ ہے جس کا اس نے اولاً اقرار کیا کہ صحابی کے فعل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے؟

**اعتراض:** کوئی شے ان سے ثابت نہیں ہوتی مگر دلائل شرعیہ سے۔

**جواب:** یہ بات صحیح ہے مگر ہم کہتے ہیں قول صحابی بھی دلیل شرعی ہے جو حکم ثابت کرتا ہے لیکن مستقل حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے استناد کے لحاظ سے۔

**اعتراض:** قرآن وہی ہے جو آپ نے پہنچایا، سنت وہی ہے جو آپ نے سکھائی اور اجماع اُمت آپ کے فرمان پر معصوم ہے، قیاس حجت ہوگا جب ہم جانیں کہ فرع اصل کی مثل یا اصل کی علت فرع میں ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کلام میں تناقض نہیں ہو سکتا۔

**جواب:** اسی طرح خلفاء راشدین اور صحابہ کی اتباع جس کی رغبت خود نبی ﷺ نے یوں بیان کی:

اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما — میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اتباع کرو۔

اورآپ نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی — تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔ (ترمذی:۵۔۴۴)

اورآپ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم — میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اتباع کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

یہ محدثین کے صحیح قول کے مطابق حدیث حسن ہے نہ ضعیف جیسے ایک جماعت کا قول ہے اور نہ موضوع جیسے اس کی طرف شاذ لوگ گئے ہیں بلکہ یہ اہل کشف کے ہاں صحیح ہے جیسے امام شعرانی نے ''المیزان'' میں اس کی تصریح کی۔ان تینوں احادیث سے یہ متعلق تفصیلی مباحث کے لیے ہماری کتاب ''سعادة الدارین'' علامہ عبدالحی لکھنوی کا رسالہ ''تحفة الاخیار فی احیاء سنة الابرار'' اور اس پر ''تخبة الانظار'' کا مطالعہ کیجیے۔آپ نے لوگوں کو حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے طریقہ کی اتباع کا حکم دیا اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ — اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (پ۵،النساء:۵۹)

اور یہ معلوم ہے کہ صحابہ اُولی الامر سے ہیں اگر ان کی اتباع واجب وسنت نہیں تو

مستحب سے کم نہیں جبکہ وہ صریح سنت کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہ محل میں ثابت ہے اور کچھ کا ذکر ہم نے اپنی مذکورہ کتاب میں کر دیا، جیسے قرآن، سنت، اجماع، قیاس کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ حضور ﷺ کی سنت کے ساتھ لاحق ہے، اس کا اثبات کہ ادلہ شرعیہ کا چار میں انحصار ہے اور آثار صحابہ اس سے خارج ہیں۔ اگر مراد یہ ہے کہ ادلہ شرعیہ کے اُصول اس میں منحصر ہیں تو صحیح ہے لیکن یہ مفید نہیں اور اگر اس سے عام مراد ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ ماقبل شریعت ہمارے لیے حجت ہیں لیکن وہ کتاب وسنت کے ساتھ لاحق ہے اور استحسان بھی ہمارے لیے حجت ہے لیکن ان چار کے ساتھ لاحق ہے اسی طرح آثار صحابہ حجت ہونے کی صورت میں سنت کے ساتھ لاحق ہیں تو اُصول کے ان چار میں انحصار پر کوئی اعتراض نہیں نہ اس بارے میں کہ ان تمام کا رجوع ذات رسالت کی طرف ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۹۱" میں ہے وہ مشروع ہوا آپ نے جسے مشروع کیا اور وہ سنت ہوا جسے آپ نے سنت قرار دیا اس کے ساتھ کسی غیر کا فعل وقول متصل نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ لوگوں میں سے افضل ہو جب آپ کی سنت موجود ہو۔

**جواب: بشرطیکہ مخالف ہو**

ہاں جب آپ کی سنت کسی چیز کے بارے میں آئی اور کسی دوسرے کا فعل اس کے مخالف ہو تو سنت کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر وہ سنت کے مخالف نہ ہو تو اس کے

ساتھ الحاق کی وجہ سے اس کا اعتبار کیا جائے گا جیسے حدیث مرفوع قرآن کے خلاف اور خبر واحد تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

**اعتراض:** بلکہ اس کے ساتھ اسی کو ملایا جائے گا جس کے ملانے پر دلیل قائم ہو۔

**جواب:** ہمارے زیر بحث مسئلہ میں دلیل قائم ہے جیسے ابھی پیچھے گفتگو گزری۔

**اعتراض:** اسی لیے صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر، عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد سے بات کہتے اور وہ اس میں حضور ﷺ کی سنت کے موافق ہوتے لیکن ہر ایک یہی کہتا کہ یہ بات میں نے اپنی رائے سے کہی۔

**جواب: آرا صحابہ اور سنت**

یہ اس پر سراپا دلیل ہے کہ صحابہ کی آرا سنت کے ساتھ لاحق ہیں اور ان کے ساتھ استشہاد ذات رسالت کی نسبت سے ہے اگر وہ ثابت سنت کے خلاف ہوا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

**اعتراض:** وہ تمام جو اس کے خلاف ہے وہ تبدیل شدہ منسوخ شریعت ہے۔

**جواب:** ہاں بات اسی طرح ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس شریعت کے موافق ہو اور جب تک اس کے بارے میں سنت مرفوع صحیح نہ آئی ہو نہ موافقت میں اور نہ اس کی مخالفت میں۔

**اعتراض:** لیکن مجتہدین اگرچہ اپنی رائے سے کہیں اور ان سے غلطی ہو گئی تو ان کے لیے اجر ہے۔

## جواب: صحابہ کا معاملہ

اسی طرح تمام صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین، عبادلہ اوران کی مثل، انہوں نے اپنی آرا سے کچھ کہا یا کیا لیکن وہ کسی اور وجہ پر جانا گیا تو ان کی خطا بخشی جائے گی اور ان کی محنت پر اجر دیا جائے گا اور اگر ان کی خطا ظاہر نہیں ہوتی تو اسے ان کے آثار کی وجہ سے مستند سمجھا جائے گا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۹۲'' پر لکھا، آپ پر سلام مسجد کے دخول وخروج اور ہر نماز میں مشروع ہے اور یہ قبر کے پاس سلام سے افضل اور زیادہ نفع بخش ہے۔

**جواب:** اس کا دعویٰ کہ ان مقامات پر آپ پر سلام آپ کی قبر کے پاس سلام سے افضل ہے۔ یہ دلیل سے خالی ہے اور اس کا رد تفصیل کے ساتھ صفحہ ''۱۸۶'' پر گزر چکا ہے چاہو تو اس کا مطالعہ کرو۔

**اعتراض:** یہ سلام ہر نماز اور مسجد کے دخول وخروج کے وقت مشروع ہے بخلاف قبر کے پاس سلام۔

**جواب:** اس کا ظاہر یہ بتا رہا ہے کہ سلام قبر کے پاس غیر مشروع ہے اور ہمارے علم کے مطابق ایسی بات کسی نے نہیں کہی بلکہ سابقہ مقامات پر اس کی گفتگو اس کی تکذیب کرتی ہے جیسے صفحہ ''۱۹'' اور ''۲۹۰'' پر ہے اور ہم نے اس دعوی کا رد سابقہ صفحات ''۱۱۳، ۱۲۶، ۱۲۸'' پر کیا ہے جس پر اضافہ ممکن نہیں۔

**اعتراض:** اس کے ساتھ آپ کی قبر کے پاس تدفین کے وقت سے کوئی داخل نہیں ہو سکتا نہ زیارت کے لیے، نہ نماز ودعا کے لیے نہ ان کے علاوہ کے لیے۔

## جواب: صحابہ وتابعین اور مشاہدہ قبر انور

یہ گفتگو غلطی یا غفلت سے صادر ہوتی ہے کیونکہ یہ قطعی طور پر باطل ہے اور اسے سلف وخلف کے آئمہ کی گفتگو جھوٹا قرار دیتی ہے بلکہ اس کا کلام بھی جو اس مقام پر ہے اور پیچھے بھی گزرا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجرہ کی دیوار کے سبب سے قدرت دخول عادی کی نفی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کثیر زمانہ کے بعد ہوئی اور ان کی حیات میں یہ قدرت منتفی نہیں تھی بلکہ صحابہ آپ ﷺ کے پاس آتے، سلام کہتے اور آپ کی قبر کا مشاہدہ کرتے اور یہ دروازہ بند نہیں تھا حتی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں اور اس مخالف نے اس کا صفحہ "۳۱۶" اور "۲۹۰" پر اعتراف کیا۔ متاخرین کی ایک جماعت نے آپ کے حجرہ تک پہنچنے اور قبر کے مشاہدہ کی توفیق پائی جیسے تواریخ مدینہ میں تفصیل موجود ہے اور اس میں سے کچھ گزر چکا ہے۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح یا سند حسن کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے بیان کیا کہ

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے عرض کیا:

| | |
|---|---|
| یا اُمه اکشفی لی عن قبر النبی ﷺ وصاحبیه رضی الله عنهما فکشفت لی عن ثلاثة قبور لامشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحاء العرصة الحمراء | اے اماں جان! قبر نبوی ﷺ اور صاحبین کی قبور مجھے دکھائیے تو انہوں نے مجھے تین قبور دکھائیں نہ بلند تھیں اور نہ زمین سے چمٹی ہوئیں اور ان پر سرزمین بطحاء کے سرخ سنگریزے بچھائے گئے تھے۔ |

(المستدرک: ۱۔ ۵۲۴۔ ابوداؤد: ۳۲۲۰۔ السنن الکبریٰ: ۴۔ ۳)

امام احمد، حاکم، خطیب اور بغوی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

كنت ادخل البيت فاضع ثوبي واقول انما هو ابي وزوجي فلما دفن معهما عمر ابن الخطاب مادخلته الا وانا مشدودة عليّ ثيابي حياء من عمر (مسند احمد: ۲۴۴۸۰)

میں گھر میں داخل ہوتی اور اپنا کپڑا اُتار دیتی اور یہ کہتی کہ یہ میرے والد اور میرے خاوند ہیں جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو میں اپنے کپڑے اُوڑھ کر داخل ہوتی اور حضرت عمر سے حیا کرتی۔ (الحاکم: ۱۰۔۱۹۱۔ خلال فی السنۃ: ۳۷۱)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں سفیان التمار سے نقل کیا:

رأيت قبر النبي صلی اللہ علیہ وسلم مسنماً

میں نے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوہان کی صورت میں زیارت کی۔ (البخاری: ۱۔۴۶۸)

اور یہ ولید یا عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ایسے تھی۔ علاوہ ازیں اس تک پہنچنا فنا زمانہ تک ممکن ہے کیونکہ اگر بادشاہ کے حکم سے یہ دیواریں گرادیں جائیں تو سید ولد عدنان صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تک ہر انسان پہنچ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے عدم سے زیارت، آپ پر سلام یا قبر کے پاس دعا کی مطلقاً مشروعیت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ مشاہدہ قبر اس بارے میں شرط نہیں نہ اس کے مفہوم میں داخل ہے نہ شرعاً نہ عرفاً نہ لغتاً۔ الغرض کسی طرح بھی مخالف کے دعویٰ کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۹۳" پر لکھا، صحابہ وہاں داخل نہیں ہوتے تھے اور اس کے بعد لکھا کہ صحابہ قبر کے پاس داخل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی باہر وہاں کھڑے ہوتے تھے۔

**جواب:** یہ محض گذشتہ گفتگو کی طرح تکرار ہے اور اس کا رد پیچھے گزر چکا کہ کُتب اخبار وسیر اس بارے میں اسے جھوٹا قرار دیتے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کے لیے اثبات کا کوئی طریقہ نہیں اور اس مقام پر جو مخالف نے احادیث وغیرہ ذکر کی ان کی اس پر کوئی دلالت نہیں جیسے کہ ہم نے صفحہ ''۸،۱۵۲'' پر تفصیلاً اس کا ذکر کیا اور جو باقی اس کے فاسد تخیلات اور جھوٹے دعوے ہیں اس کا رد پیچھے گزر چکا کیونکہ ان میں تکرار ہے اور میں تو اس کے رد کے تکرار کو محسوس کرتا ہوں کیونکہ اس نے تکرار سے کام لیا۔

**اعتراض:** صفحہ ''۲۹۷'' پر لکھا کہ اس نے اس کی تاویل میں شیخ عبدالعظیم منذری سے جو نقل کیا وہ باطل ہونے میں سب سے واضح چیز ہے بلکہ وہ مقصود حدیث سے متناقض اور اس کے مخالف ہے، حدیث کا آخر اسے باطل قرار دے رہا ہے اور وہ یہ الفاظ ہیں: ''وصلّوا علیّ حیثما کنتم'' اور دوسری تاویل بھی باطل ہے۔

**جواب:** یہ تمام دعوے بلا دلیل ہیں بلکہ دونوں مذکور تاویلات ظاہر ہیں جن کی تائید وہ کثیر احادیث کرتی ہیں جن میں زیارت کا شوق دلایا گیا اور زیارت کرنے والے کے لیے شفاعت کا ثبوت ہے جن کا ذکر امام سبکی اور دیگر محدثین نے کیا کچھ کے بارے میں ہم نے ثابت کیا کہ وہ حسن یا صحیح ہیں۔ اور بعض ایسی ضعیف ہیں کہ وہ قابل استدلال ہیں اور یہ اس مخالف کا رد ہے جو اس نے ان تمام احادیث کے بارے میں غلط گمان کیا اور ان دونوں کی وہ بھی تائید کرتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ زیارت کرتے اور صحابہ میں سے کسی

نے ان پر اعتراض وانکار نہیں کیا۔ رہے حدیث کے آخری الفاظ ''وصلوا علیّ حیثما کنتم'' یہ اُمت کی درود پڑھنے پر رہنمائی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو پڑھے اور انہیں یہ اطلاع ہے کہ غائب ہونے کے باوجود درود پہنچتا ہے اور یہ ترغیب ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خوشی کا سبب ہے اور وہ اس پر اجر عظیم پائیں گے تا کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ غائب کی دعا آپ تک نہیں پہنچتی جیسے دیگر حدیث اس کی تائید کرتی ہیں جو اس بارے میں شوق دلا رہی ہیں بلکہ مطلقاً ان میں کثرت ہے خواہ کوئی وقت اور جگہ ہو اور وہ درود پہنچتا ہے جہاں بھی ہو خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو اگرچہ یہ بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ خود یہاں سنتے ہیں تا کہ ان کے درمیان موافقت ہو جائے جو ہم نے پیچھے علامہ محقق ابن حجر سے نقل کیا۔ تو حدیث مذکور کی کسی طرح بھی قبر انور کی زیارت اور درود وسلام کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس میں قبر کو میلہ بنانا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جو اس کے قریب ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شرعاً، لغتاً اور عرفاً آپس میں غیر ہیں اور یہ ایک چیز دوسری کو مستلزم نہیں جیسے اس پر تفصیلاً گفتگو صفحہ ''۱۰۹، ۱۵۲، ۱۸۲'' پر گزری بلکہ اُمت کا اس کے خلاف اجماع ہے جو ابن تیمیہ اور اس کے متبعین نے اس حدیث کے بارے میں کہا۔ اس کی تفسیر تقاضا کرتی ہے جو انہوں نے سمجھی وہ اس بات کا غیر ہے جیسے علامہ خفاجی نے ''نسیم الریاض'' میں اور دیگر اہل علم نے اپنی کُتب میں ذکر کیا۔

**اعتراض:** اور تیسری، حق اور غیر حق پر مشتمل ہے۔

**جواب:** یہ غیر نافع جرأت ہے اس پر دلیل کہاں ہے کہ یہ غیر حق پر مشتمل ہے بلکہ یہ تاویل اس کے غیر سے ہے کیونکہ دیگر احادیث اس کی تائید کرتی ہیں جو آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے نہی پر مشتمل ہے اور انہیں متعدد ائمہ نے نقل کیا۔ مثلاً قاضی بیضاوی نے لکھا، یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے جمع ہوتے اور وہاں اپنے آباء، ابناء اور بیویوں کے ساتھ لعب ولہو میں مشغول ہوتے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ایسے فساد سے اپنی اُمت کو بچانے کے لیے ممانعت فرمائی کیونکہ یہ اس زیارت کے خلاف ہے جس کا ذکر پہلے گزرا اور اس مخالف نے آئندہ صفحہ "۲۹۹" پر اس چیز کا اعتراف کیا ہے جو تائید کرتا ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں وارد نہی اشارہ ہے اس نہی کی طرف جو حدیث مذکور میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے "الدر المنضود" میں لکھا کہ یہی چیز اظہر ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۲۹۸" پر لکھا کہ آپ نے اس کے ساتھ اس طرف اشارہ کیا ہے میں تم سے درود وسلام پالیتا ہوں خواہ تم قریب ہوں یا بعید۔ لہذا تمہیں قبر کو میلہ بنانے کی ضرورت نہیں۔

**جواب:** اس پر تفصیلی گفتگو صفحہ "۱۸۲" کے جواب میں گزر چکی ہے جو غلطی سے "۱۷۲" لکھا گیا۔ یہ بحث گزشتہ گفتگو کی وجہ سے تکرار ہے۔

**اعتراض:** پھر آپ کی اہل بیت میں سے افضل التابعین حضرت علی بن حسین نے اس شخص کو منع کیا جو آپ کی قبر کے پاس دعا کی کوشش کر رہا تھا اور حدیث سے انہوں نے اس پر استدلال کیا۔

**جواب:** ہم اس پر صفحہ ''۷۱'' اور ''۱۰۹'' پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

**اعتراض:** تو انہوں نے واضح کیا کہ اس کا دعا اور اس طرح کی چیزوں کے لیے قصد کرنا اس قبر کو میلہ بنانا ہے۔

**جواب:** یہ رُسوا کن مغالطہ ہے جس کا بیان پیچھے ہو چکا اور اس اثر اور حدیث کے الفاظ اس پر دلیل نہیں جیسے کہ قریب ہی مذکورہ دو صفحات پر گفتگو گزری ہے۔

**اعتراض:** اسی طرح ان کے چچازاد اہل بیت کے شیخ حسن بن حسن نے ناپسند جانا کہ آدمی آپ کی قبر پر سلام وغیرہ کے لیے مسجد کے داخلہ کا قصد کرے علاوہ اور وہ اس چیز کو قبر پر میلہ جانتے تھے۔

## جواب: مطلقاً زیارت ممنوع نہیں

یہ فقط اس کا دعویٰ ہے اور پیچھے دو صفحے پہلے اس پر تفصیل کے ساتھ گفتگو گزر چکی ہے۔ الغرض جو اس سلسلہ میں حدیث میں قبر انور کو میلہ بنانے سے بچانا ہے اس کی بالکل قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں جسے بعض اہل بیت سے نقل کیا گیا کہ وہ اس سے منع کرتے۔ اس میں بھی کوئی حجت نہیں کیونکہ قبر کو میلہ بنانا اور چیز ہے اور زیارت شرعیہ اور ہے اور ان میں سے ایک، دوسری کو مستلزم نہیں، زیادہ سے زیادہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس زیارت قبر سے منع کیا جائے جو اسے میلہ بناتی ہے نہ کہ مطلقاً تو اس مخالف کو وہم ہو گیا کہ آپ کی قبر کی زیارت ہی ان چیزوں کو مستلزم ہے جس سے منع کیا گیا تو یہ باطل ہے۔

**اعتراض**: اس طریقہ کو دیکھ لیجیے کہ یہ کیسے اہل مدینہ اور اہل بیت سے جاری ہوا۔

**جواب**: یہ غیر مفید ملمع سازی ہے۔

**اعتراض**: لفظ عید جب ظرف مکان ہو تو وہ مکان ہوگا جس میں اجتماع کا ارادہ کر لیا جائے اور عبادت یا غیر عبادت کے لیے وہاں لوٹا جائے۔ اور آئندہ صفحہ پر اس نے لکھا کہ شارع کی زبان کے مطابق عید زمان و مکان کو کہا جاتا ہے۔

**جواب: یہ معنٰی نہیں**

میں نے اب تک یہ آخری معنٰی کتب لغت اور حدیث میں نہیں دیکھا جن سے میں آگاہ ہوں بلکہ ان دونوں میں موجود یہ ہے کہ عید اس معروف میلے کا نام ہے اور یہ اعیاد کی واحد ہے یا یہ اعتیاد سے ہے، کہا جاتا ہے "عادہ واعتادہ عتودہ" یعنی جو اس کے لیے عادت بن گئی اور وہ عید ہے کہ جو تم میں کوئی ارادہ یا غیر ارادہ کی عادت بنائی اس سے اس کا فساد واضح ہو گیا جس پر اس نے اپنے زعم کی بنیاد رکھی۔

**اعتراض**: صفحہ "۲۹۹" پر ہے کہ وہ بات مکمل ہوگئی ہے جس کا میں نے کلام شیخ سے نقل کا ارادہ کیا۔

**جواب**: اس طویل گفتگو میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کسی ایسے حاصل کی طرف یہ نہیں لوٹ جیسے اس پر واضح ہے جو تامل کرے۔

**اعتراض**: اور اس کے علاوہ نے کہا۔

## جواب: ابن قیم کا حال

میرا خیال ہے کہ اس سے مراد ابن قیم ہے جو ابن تیمیہ کا شاگرد ہے اور وہ بھی اس کی گمراہی میں اس کا معاون بنا، اس انکار کی وجہ سے کافی دیر وہ شخص گرفتار اور اذیت میں رہا کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی قبر انور کی طرف سفر نہ کیا جائے جیسے اس کی تفصیل حافظ ذہبی نے تحریر کی اور لکھا کہ یہ شخص اپنی رائے پر فخر کرنے والا اور بد عقل تھا، اس سے ایسے اُمور جاری ہوئے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۰۰" پر لکھا، یہ تمام احادیث ان قبور کی تحریم کی تخصیص پر دلیل ہیں جو ان کی طرف جانے کی موجب ہے اور ان کی طرف کثیر آنا، ان کے پاس نماز پڑھنا، ان کے میلہ بنانا، ان پر چراغ جلانا، ان کی طرف نماز پڑھنا اور ان کے پاس ذبح کرنا۔ ان احادیث کے مقاصد اور جن میں یہ مشترک ہیں اس پر خالص توحید کی خوشبو سونگھنے والا ہے۔

## جواب: یہ زیارت سے ممانعت نہیں

یہ کلمہ حق ہے لیکن اس نے باطل مراد لیا کیونکہ نہی ان چیزوں سے جن کا ذکر کیا صحیح ہے کیونکہ کفار کے ساتھ مشابہت کی ممانعت ہے لیکن یہ زیارت قبر کے علاوہ عرفاً اور شرعاً لغتاً ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک سے نہی دوسری کو مستلزم نہیں۔ اسی طرح زیارت کا بعض اوقات کسی ایسی چیز تک پہنچانا۔ اس کا فائدہ نہیں دیتا جس کا مخالف نے مطلقاً ذکر کیا اور اس پر صفحہ "۲۹۷" پر تفصیل کے ساتھ ذکر گزرا ہے اور یہ اس کے بعد والے قول کے بطلان کو واضح کرتا ہے اور اس سے اس تاویل کا بطلان بھی

سامنے آتا ہے جو کسی نے اس ارشاد نبوی ﷺ میں کی: ''لاتجعلوا قبری عیداً''
(میری قبر کو عید نہ بناؤ) یعنی مراد اس سے قبر کی طرف کم آنا اور ایسے ارادے کے
مطابق ہو جو منزل عید ہو کہ وہ سال میں دو دفعہ آئے کیونکہ اس تاویل کا اس کے لفظوں
میں احتمال ظاہری ہے اور اس نفس حدیث سے بھی تائیدات ہیں جس کا ذکر امام سبکی
نے حافظ منذری اور دیگر سے کیا جیسے احادیث زیارت اور حضرت ابن عمر اور دیگر
اسلاف کا عمل ہے اور آپ کے فرمان کے آخر میں جو آیا ہے ''صلوا علیّ حیثما
کنتم'' مطلقاً احتمال مذکور کو باطل نہیں کرتا تو قبر کی طرف محض زیارت شرعی کی خاطر آنا
یہ کسی ممنوع تک نہیں پہنچاتا جیسے کہ ہر عقلمند جانتا ہے بلکہ یہ عمل مستحب ہے۔ جس کی تمام
تفصیل پہلے کئی دفعہ گزر چکی ہے۔

**اعتراض:** پھر اگر آپ کی مراد (اللہ تعالیٰ اس سے بچائے) یہ ہوتی تو اس کے قصد
اور کثیر آنے جانے کے بارے میں لفظ صریح یا ترغیب ظاہر لاتے جیسے آپ سے
مساجد کی طرف آنے جانے میں کثرت کی رغبت ہے۔

## جواب: صریح کی تاویل ضروری

اس مخالف سے پوچھا جائے گا اگر مراد وہی ہے جو تو نے گمان کیا تو آپ لفظ
صریح یا ظاہر لا کر فرماتے۔ ''لاتزوروا قبری'' (میری قبر کی زیارت نہ کرو) یا
''لاتکثروا الاختلاف الیہ'' (کثرت کے ساتھ اس کی طرف نہ آؤ) اور اس کا بیان
ایسے لفظ سے نہ کرتے جس میں مراد اور غیر مراد دونوں کا احتمال ہے کیونکہ یہ مقام پڑا

خطرناک ہے تو اس مقام کے لائق دلالت مطابقی ہے نہ کہ تضمنی یا التزامی۔ اگر اس کا امتناع فرض کرلیا جائے تو آپ کا ان الفاظ "لاتجعلوا قبری عیداً" کی طرف اعراض واضح دلیل ہے کہ اس سے مراد اس کا غیر ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ دلالت میں اس پر ظاہر ہے جو مخالف نے خیال کیا بلکہ اگر لفظ صریح وارد ہوتا جیسے گزرا تو اس کی تاویل ضروری ہوتی کیونکہ مسلمانوں کا مشروعیت زیارت پر اجماع معلوم ہے اور اجماع دلائل قطعیہ سے ہے اور اس کا دیگر ظنیات سے تعارض نہیں ہو سکتا تو اس کی تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ ظنی ہے تاکہ وہ قطعی کے موافق ہو جائے۔ جب اس صریح میں تاویل کا لزوم واضح ہو گیا تو کیا حال ہو گا اس نہی کا جس میں شوق بلکہ کثرت زیارت کا بھی احتمال ہے جیسے اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ الغرض ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے صدق زعم پر اس حدیث سے استدلال نہیں کرسکتا مگر جو زبان وادب اور قوانین ادلہ سے جاہل ہے اور آپ کی زیارت کی ترغیب کے بارے میں احادیث میں صراحتاً الفاظ ہیں جن میں مخالف نے اختلاف کیا اور ہم نے اس کا رد کیا اور مسلمانوں کا اس کی مشروعیت اور فعل پر اب تک اجماع ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کثیر عمل اس پر موجود ہے جس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا جس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں اور اس مخالف کا انکار محض سینہ زوری ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۰۱" پر لکھا، یہ چیز اس تاویل کے بُطلان کو واضح کرتی ہے کہ اس تاویل کرنے والے سے پہلے کسی سلف وخلف سے یہ معروف ومعلوم نہیں۔

جواب: یہ عجیب دعویٰ ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ علوم دن بدن بڑھتے ہیں اور فہم کسی ایک میں منحصر نہیں، بہت سی چیزیں پہلوں نے بعد والوں کے لیے چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا وسیع ہے اور ہمیشہ سے اہل علم میں سے ہر کوئی کتاب وسنت سے سمجھتا ہے جو دوسرے نہیں سمجھ پاتے۔ حدیث میں ہے:

اُمتی کالمطر لا یدری الخیر فی اوله او فی آخره

میری اُمت کی مثال بارش کی ہے نہیں معلوم کہ خیر اس کے اول میں ہے یا آخر میں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۔۷۸)

تو کونسا عیب ہے اس پر جس نے ایسے الفاظ میں تاویل کی جس کا وہ احتمال رکھتے تھے خصوصاً جبکہ وہ احتمال ظاہر اور خصوصاً جب اس کی تائیدات موجود ہیں جیسے اوپر ہم نے تاویل مذکور میں ذکر کیا اور اس پر تفصیل کے ساتھ گفتگو گزر چکی ہے۔ پھر اس کی اس اقسام جو حق وباطل پر مشتمل ہے۔ جس کا بیان پہلے آچکا ہے مثلاً امام حسن بن حسن اور امام علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے جو اس نے لکھا اس پر گفتگو گزر چکی تو اس مخالف کی عادت کے مطابق تکرار اور طوالت کی کوئی حاجت نہیں۔

اعتراض: صفحہ "۳۰۴" پر لکھا، پہلی چیز اس سے اس کے دعویٰ کے صحیح ہونے کا مطالبہ ہے ورنہ وہ محض اس سے خالی ہوگا جو اس سے وہ ثابت کر رہا ہے۔

جواب: یہ دھکا ہے جسے قبول نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ جو اس نے خلط ملط سے کام لیا جیسے اس پر مخفی نہیں جو فن مناظرہ سے ادنیٰ بھی مس رکھتا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۰۶" پر لکھا، معلوم ہے کہ زیارت کو افضل قربات سے قرار دینا، یہ مستلزم ہے کہ قبر کو مقام عید اور میلہ بنایا جائے اور یہ ضد ہے اس چیز کی جس سے آپ نے اُمت کو ڈرایا اور منع کیا۔ اور یہ ایسا تقرب ہے جس سے آپ ناراض ہوتے اور ناپسند کرتے ہیں۔

**جواب:** اس کا باطل ہونا واضح ہے کیونکہ زیارت شرعی اور قبر کو میلہ بنانے میں تلازم نہیں نہ عرفا نہ شرعاً نہ لغتاً۔ ایک کا بعض اوقات دوسری تک پہنچانا مطلقاً اس کے دعویٰ پر مفید نہیں۔ اس کا یہ وہم فاسد ہے کہ آپ کی قبر انور کی زیارت اس کو مستلزم ہے جس سے آپ نے اُمت کو ڈرایا اور منع کیا۔ زیادہ سے زیادہ حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ زیارت قبر منع ہے جو قبر کو میلہ بنائے فقط نہ کہ مطلقاً جیسے پیچھے کئی دفعہ گزرا۔

**اعتراض:** وجہ خاص میں اس کے تفصیل دلائل پر کلام اور اس کا بیان ہے کہ اس کے دعویٰ پر ان کی دلالت نہیں، اور سبکی اور دیگر اس پر ایک دلیل بھی نہیں لا سکتے۔

**جواب:** یہ غیر مقبول مبالغہ ہے کیونکہ دلائل مذکورہ واضح ہیں اور ان میں وہی شک کر سکتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی آنکھ بجھادی ہے۔ یہ زیارت منع ہے اس پر وہ اور اس کے ہم مثل کافی دلائل قائم کرنے سے انتہائی عاجز ہیں۔ جس کی طرف اس کا شیخ گیا اور اس نے باطل تعصب اختیار کیا کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔

**اعتراض:** اسے سلف وخلف میں سے ہر کسی نے یہی سمجھا کہ وہ آپ کی حیات میں آئے اور آپ ان کے لیے بخشش مانگیں۔

## جواب: فہم قرآن کا دروازہ بند نہیں

یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس نفی عام پر واضح بُرہان پیش کریں علاوہ فہم قرآنی کا دروازہ بند نہیں کیا گیا اور ہر گز قیامت تک بند نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن کے عجائبات ختم نہیں ہوتے جیسے حدیث میں ہے: اسی لیے سیدنا علی علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو لوگوں کے علاوہ کسی شے سے مخصوص کیا ہے تو فرمایا:

لا والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ الا فھمًا یؤتیہ اللہ تعالیٰ عبداً فی کتابہ (البخاری: ۶_۲۵۳)

نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پالا اور مخلوق کو پیدا کیا، نہیں البتہ وہ فہم جو اللہ نے اپنے بندے کو کتاب کے بارے میں عطا کیا۔

جیسے صحیح بخاری اور سنن نسائی میں ہے۔ امام زرقانی نے ''شرح المواہب'' میں اس کے تحت لکھا کہ اس میں کسی عالم کا قرآن سے اپنے فہم کے مطابق استنباط کا جواز ہے جو دیگر مفسرین سے منقول نہیں جبکہ وہ اُصول شریعت کے مطابق ہو۔ بلاشبہ اس کی صحت میں کوئی شک نہیں جس کی تفصیل امام تقی الدین سبکی نے آیت کے بارے میں کی اور وہ واضح ہے اور اس کی دلالت مطلوب پر اُصول شریعت کے موافق ہے کیونکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا، اب وہ تمام باطل ہو جائے گا اس مقام پر جو اس نے ملمع سازی کی اس کا کوئی حاصل نہیں اور وہ غیر مفید جرأت ہے۔

اعتراض: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے لیے مخصوص کیا اور آپ کو صحابہ کے

درمیان سے دار کرامت کی طرف منتقل کیا تو ان میں سے کوئی بھی ہرگز آپ کی قبر کی طرف نہیں آیا کہ آ کر کہا ہو کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ یہ کیا آپ میرے لیے استغفار کیجیے۔

## جواب: صحابہ نے جو نہ کیا

یہ دعویٰ ماقبل کی طرح بلا دلیل ہے اور اس کا رد پیچھے صفحہ "۱۲۵" پر تفصیلاً گزرا ہے اگر ہم مان لیں تو جو کام کسی صحابی نے نہیں کیا وہ بدعت اور گمراہی نہیں ہوتا جیسے اس کی وضاحت صفحہ "۲۳" پر گزری۔ اسے ملاحظہ کیجیے۔ علاوہ ازیں یہ دعویٰ نفی عام ہے اور اس کے اثبات پر کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض: صفحہ "۳۰۱" پر لکھا، یہ واضح کرتا ہے کہ جو تاویل معترض سبکی نے اس آیت کی کی وہ قطعاً باطل ہے۔

## جواب: آیت میں عام حکم

یہ قطعی طور پر باطل ہے اور جو دلائل اس نے اس پر پہلے اور بعد میں قائم کیے وہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ وہ حاضری جس پر آیت دلالت کرتی ہے اس کی دو حالتوں (ظاہری و وصال) میں سے کسی ایک کے ساتھ تخصیص نہیں۔ بلاشبہ وہ مفہوم واحد ہے جس کے افراد متعدد ہیں تو یہ قطعی طور پر تمام احوال میں آپ کی بارگاہ میں حاضری کی طالب ہے کیونکہ لفظ "جاء وك" مقام شرط پر ہے جو بالاتفاق عموم پر دلالت کرتا ہے یا اس لیے کہ وہ اس معنیٰ میں ہے "فعلوا المجیء" (کہ وہ آئیں) تو پھر بھی عام معنیٰ میں ہوگا تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ فعل از قبیل مطلق ہے نہ کہ عام اور ان دونوں کے

درمیان فرق واضح ہے، تو وہ کونسا خصص ہے جو ایک حالت کے ساتھ حاضری کو مخصوص کرتا ہے نہ کہ دوسری کے ساتھ؟ اور آپ کی بارگاہ میں ظاہری حیات میں آنے اور وصال کے بعد آنے میں فرق کرتا ہے؟ اور اس کا باعث کیا ہے؟ کیونکہ جو تمام اس نے ذکر کیا وہ مذکور "مجیء" آنے کے مفہوم میں داخل نہیں اور یہ قاعدہ اُصولی معلوم ہو چکا کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا۔ حاصل یہ ہے کہ امام سبکی نے مورد آیت کو عام نہیں کہا بلکہ وصال کے بعد حاضری وآنے کو عموم میں شامل رکھا جس پر آیت دلالت کرتی ہے کیونکہ خاص سبب قاعدہ مذکور پر عمل کرتے ہوئے عموم حکم سے مانع نہیں یا مدلول آیت کے حکم کو مابعد موت تک قرار دیا۔ یہ تمام آئمہ اور مجتہدین کا طریقہ ہے انہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو اس مخالف کی مذکورہ گفتگو کے ساتھ امام سبکی پر طعن کرنا کیسے صحیح ہے۔ اس سے اس کا بطلان بھی ہو گیا جو صفحہ "۳۰۹" پر بھی آرہا ہے کہ آیت کی آپ کی قبر انور تک آنے پر دلالت کا باطل ہونا معلوم ہو چکا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۰۹" پر لکھا کہ یہ واضح ہو گیا کہ آپ کا بخشش مانگنا موت کے بعد بھی آنے والے کے لیے ممکن یا مشروع ہوتا تو یہ آپ کی کمال شفقت ورحمت ہے۔۔۔الخ۔

## جواب: وصال کے بعد بخشش مانگنا

یہ تسلیم نہیں کیونکہ حدیث صحیحہ میں یہ ہے کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی اُمت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیراً حمدت اللہ تعالیٰ وان رأیت شرًا استغفرت لکم

میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم مسائل پوچھتے ہو اور تمہیں جواب ملتا ہے جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ کیونکہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر میں خیر دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مانگوں گا اور اگر شر دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا۔

اسے امام بزار نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اسے شیخ ابو منصور بغدادی نے اور ابن سعد نے ''الطبقات'' میں اور دیگر آئمہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا اس کا ذکر حافظ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' میں کیا جبکہ انہوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں تمام روایات صحیح لائیں گے تو کونسی دلیل ہے کہ آپ کے وصال کے بعد بخشش مانگنے والے کے لیے آپ کا بخشش مانگنا ممکن نہیں۔ وہ کون ہے جس نے سلف وخلف میں یہ بات کہی ہے:

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ — الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

(النور:۱۶)

اعتراض: لیکن آیت کی قبر انور کی طرف آنے پر دلالت کا بطلان معروف ہے۔

**جواب:** اس قول کا باطل ہونا پیچھے قریب ہی پڑھ چکے ہو۔ صفحہ "۳۰۶" اور "۳۰۷" پر گزرا تو اس مخالف کی اس آیت میں گفتگو ایسا دھکا ہے جس کی طرف پہلے کوئی نہیں گیا۔

**اعتراض:** اسی لیے علماء نے آیت سے دونوں حالتوں میں عموم سمجھا تو اس معترض سے پوچھا جائے کہ کون سے اُمت کے اسلاف اور آئمہ اسلام نے یہ سمجھا ہے؟ صحابہ میں سے یا تابعین یا تبع تابعین یا آئمہ اربعہ یا دیگر آئمہ محدثین اور مفسرین میں سے ایک کا نام بھی لیجیے کہ انہوں نے عموم اس معنٰی میں لیا ہو جو تم نے ذکر کیا یا انہوں نے اس پر عمل کیا یا اس کی طرف رہنمائی کی طریقہ فہم عموم کے بارے میں تمہارا دعویٰ ایسا باطل ہے جس کا بطلان ظاہر ہے۔

**جواب: علماء کا عموم سمجھنا**

یہ طویل کلام باطل ہے کیونکہ امام سبکی نے علماء سے عموم کی تصریح کا دعویٰ نہیں کیا حتی کہ آپ مذکورہ مطالبہ کریں اور ان کے کلام پر طعن بطلان کریں۔ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ علماء نے اس آیت مبارکہ کا یہی مفہوم سمجھا ہے۔ بلاشبہ مذاہب اربعہ کے علماء جنہوں نے مناسک پر لکھا انہوں نے اس آیت کا ذکر کیا اور قبر انور کے پاس حاضری دیتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتے ہوئے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کو مستحب قرار دیا اور زائر کے لیے اسے مستحب جانا اور اسے ان آداب میں شامل کیا جن پر عمل مستحب قرار دیا۔ یہ چیز قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ علماء نے اس آیت سے وہی عموم جانا جس کا ذکر امام سبکی نے کیا۔ لہٰذا ان کی طرف نسبت کرنا بھی

درست ہے اور ان کے کلام کا یہی معنٰی ہے جو نہایت واضح اور اس پر کوئی غبار نہیں۔

**اعتراض:** رہی حکایت عتبی جس کی طرف معترض نے اشارہ کیا ہے اس حکایت کا ذکر کچھ فقہاء ومحدثین کرتے ہیں لیکن وہ نہ صحیح ہے اور نہ ہی عتبی سے ثابت ہے۔ یہ ان کے علاوہ سے تاریک سند کے ساتھ مروی ہے اس کا بیان ہم نے کر دیا۔ الغرض اس حکایت سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔

## جواب: محل استدلال خواب نہیں

ہم نے اُوپر کافی بیان کر دیا جو صفحہ "۲۳۸" اور "۲۵۰" پر ہے۔ اس میں محل استدلال مذکور خواب نہیں کیونکہ واضح ہے کہ اس سے احکام ثابت نہیں ہوتے ممکن ہے خواب دیکھنے والے کو اشتباہ ہو جائے محل استدلال علماء کا، اس واقع کو مستحسن جاننا اور اپنی کتب مناسک میں زائر کے لیے اسے ذکر کرنا مستحب قرار دینا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۱۰" پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر میں ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد آیا اس نے اپنے آپ کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈال دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منکر وموضوع اور ایسا اثر ہے جو گڑھا گیا ہے اس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کی طرف رجوع اچھا ہے اور اس کی سند تہہ باتہہ ظلمتوں پر مشتمل ہے۔

## جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

یہ سارے دعوے بلا دلیل ہیں روایت مذکور کے بارے میں علامہ ابن حجر نے

''الجوهر المنظم ''میں لکھا کہ بعض حفاظ حدیث نے اسے امام ابو سعید سمعانی کے حوالہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور یہ اس مذکورہ روایت کی تائید کرتی ہے جو ''الدرر السنیة ''میں ہے اور کسی حافظ حدیث نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح نہیں کی اور محض مخالف کی ہیثم طائی پر جرح اس مطالبہ کے بعد اس تحقیق کے ساتھ وہی مذکور خبر کے راوی ہیں کہ اس ظن پر اس نے بنیاد رکھی ہے کہ یہ ابن عدی طائی ہے۔ اس کے دعوؤں کو ثابت نہیں کرتا جیسے اس کی وضاحت آئمہ محدثین کی نصوص سے کئی دفعہ گزر چکی ہے۔ شاید یہ خبر، سندھوان علماء کی جو کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ (پ ۵، النساء: ۶۴)

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کی بارگاہ میں آ کر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں۔

قبر شریف کی کچھ زیارت کرنے والوں نے صحابہ کے سامنے اس کی تلاوت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مغفرت کی سفارش طلب کی اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔

**اعتراض:** ہیثم احمد بن محمد بن کے دادا ہیں، میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ابن عدی طائی ہیں اگر وہی ہیں تو وہ متروک کذاب ہیں اور اگر وہ نہیں تو مجہول۔

**جواب: دادا سند میں نہیں**

یہ دادا اس سند میں داخل نہیں جیسا کہ اس نسخہ میں ہے جو میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اس میں راوی احمد بن علی ہیثم عن ابیہ محمد بن سلمہ بن کہیل ہے نہ کہ عن جدہ الہیثم۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۱۱" پر لکھا کہ ان احادیث پر گفتگو پیچھے کلام میں گزر چکی ہے۔ جو معترض نے ذکر کیں ہیں۔ اور یہ واضح کیا کہ جو زیارت ترک مامور یا فعل ممنوع پر مشتمل ہے وہ مشروع نہیں۔

**جواب:** ہم نے احادیث مذکورہ پر گفتگو تفصیلاً پیچھے کی اور آشکار کیا ہے کہ قبر کی زیارت اس کے ہاں غیر مشروع ہے خواہ وہ بدعی ہے یا شرعی۔

**اعتراض:** ابن بطال نے امام شعبی سے نقل کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ زیارت قبور سے منع نہ فرماتے تو میں اپنی بیٹی کی قبر پر جاتا۔ امام نخعی کہتے ہیں کہ لوگ زیارت قبور کو مکروہ جانتے۔ امام ابن سیرین سے بھی اسی کی مثل مذکور ہے اور کہا کہ امام مالک سے زیارت قبور کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: کہ آپ نے منع کیا پھر اجازت دی اگر کوئی ایسا کرتا ہے اور خیر ہی کی بات کرتا ہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں جانتا اور یہ لوگوں کا عمل نہیں اور ان سے یہ مروی ہے کہ وہ زیارت قبور کو ضعیف قرار دیتے۔

(حاشیہ: امام قسطلانی "المواھب اللدنیہ" لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا زیارت قبور کے استحباب پر اجماع ہے جیسے امام نووی نے اسے حکایت کیا اور کہا کہ علماء ظاہر اس کو لازم قرار دیتے ہیں اور کہا کہ زیارت قبور کا استحباب مردوں کے لیے محل اجماع ہے)

**جواب:** صفحہ "۲۸" پر اس کلام پر گفتگو گزر چکی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں جانتا جیسے ابن حبیب کا قول ہے کہ زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں، یہ وہم ڈالتا ہے جیسے امام سبکی نے بیان کیا کہ یہ مباح ہے اور کہا، لیکن یہ اس کے

سنت ہونے کے منافی نہیں۔ شاید ان کے ہاں زیارت قبور، عیادت مریض یا اس کی ہم مثل قربات میں سے ہو جو اصل کے طور پر عبادت نہیں۔ جب یہ معنٰی مراد لیا گیا ان پر دور نہیں رہے گی کیونکہ زیارت موتیٰ زیارت احیاء کی طرح ہے اور زیارت احیاء کے بارے میں کوئی نہیں کہتا کہ وہ بطور عبادت موضوع ہے جبکہ کبھی وہ بطور تقرب کی جاتی ہے تو اس پر ثواب ملتا ہے اور کبھی قصد تقرب کے بغیر ہوتی ہے اس پر ثواب نہیں ملتا وہ ارادہ کے مطابق مباح یا غیر مباح ہوگی۔ اسی طرح زیارت قبور کا معاملہ ہے اور ان کا یہ کہنا کہ یہ لوگوں کا عمل نہیں، اس میں یہ تلاش ضروری ہے کہ ناس سے مراد ان کی کیا ہے؟

**اعتراض:** صفحہ "۳۱۲" پر لکھا کہ اہل علم کے ایک گروہ نے ارشاد باری تعالیٰ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (پ ۳۰، التکاثر: ۱-۲) تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

کی تفسیر میں کہا کہ وہ مردوں کی قبور کے پاس اکثر جاتے اور یہ بات ان میں سے شیخ ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں لکھی اور کہا کہ یہ زیارت قبور کی کثرت پر جرح ہے۔

**جواب:** یہ آیت مبارکہ اس تاویل سے دور ہے جو مخفی نہیں اور شیخ ابن عطیہ اگرچہ وہ سنی مشہور ہیں ان کی تفسیر کے بارے میں امام محقق ابن عرفہ مالکی نے کہا مبتدی پر اس تفسیر کا نقصان اس سے زیادہ ہے جو کشاف زمخشری سے خوف کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر نے لکھا کہ ابن عطیہ کی تفسیر کا نقصان لوگوں پر کشاف کے نقصان سے بڑا اور اعظم ہے بلکہ آیت مبارکہ کا معنٰی اس کے شان نزول سے واضح ہے وہ یہ

ہے کہ کثرت نعمتوں نے مشغول کر دیا کہ تم اس پر فخر کرتے رہے حتی کہ تم قبور پر پہنچے ہو اور تم مرتکب ہوان کے ذکر کی طرف جوان میں موجود ہے تو تم نے مردوں کے ساتھ کثرت پائی۔ تو آیت میں زیارت مقابل اپنے ہدایت پر ہے یا یہ احیاء کے ذکر سے اموات کے ذکر کی طرف بطور تفاخر انتقال ہے نہ کہ نصیحت کی خاطر، اگر موت کی یاد کے لیے جیسا کہ وہ مطلوب ہے تو یہی اولیٰ ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۱۴" پر لکھا کہ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے:

انه زار قبر اُمه فبکی وابکی من حوله وقال: استاذنت ربی فی ان ازور قبرھا فاذن لی واستاذنته فی ان استغفرلھا فلم یاذن لی فزوروا القبور فانھا تذکرکم الآخرۃ

(مسلم: ۲-۶۷۱- ابن ماجہ: ۱-۵۰۱)

آپ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی آپ رودیئے اور آپ کے پاس والے لوگ بھی روئے اور فرمایا: میں نے اپنے رب سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو مجھے دی گئی میں نے ان کی طلب مغفرت کی اجازت مانگی جو نہ ملی تو قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے

## جواب: ایمان والدین کے ذریعے عظیم احسان

اہل علم نے والدہ کی قبر کی زیارت کا سبب یہ ذکر کیا ہے کہ آپ ان کی قبر کے مشاہدہ سے نصیحت اور یاد ہانی کا ارادہ رکھتے تھے اور اس کی تائید آخر حدیث میں آپ کے مبارک الفاظ ہیں: قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں،

اوران کے لیے استغفار کی اجازت اس لیے نہیں ملی تا کہ سابقہ کفار کی اولاد اس میں آپ کی اتباع نہ کرے یا اس لیے کہ انہیں زندہ کرے تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں یہ آپ کے اکرام کی صورت میں عظیم احسان تھا حتی کہ وہ خیر القرون میں ہوں اور وہ استغفار کامل کی مستحق ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حصول سے آپ پر احسان کیا بلکہ آپ کی والدہ کے لیے بھی جیسے کہ اس پر اہل کشف اور بعض علماء کے ہاں حدیث صحیح ہے جیسے اپنے محل میں یہ تفصیلاً ثابت ہے حتی کہ اس پر مستقل کتابیں ہیں تو یہ رونا ان کے کفر پر نہیں جیسے اس مخالف نے خیال کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے بلکہ یہ ان کے فراق پر اس پر کہ وہ آپ کی ظاہری حیات کا زمانہ پا سکیں اور موت سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائیں۔ اس حدیث میں قبور کے پاس رونے کے جواز پر دلیل ہے اور جو کہا گیا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۔ اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

(البقرہ:۱۱۹)

آپ کے والدین کے بارے میں نازل ہوا۔ یہ اثر معضل اور بہت ہی سند میں ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور یقینی بات یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ اہل کتاب کفار کے بارے میں نازل ہوئی جیسے اس سے پہلے اور بعد والی آیات ہیں جس طرح امام سیوطی اور دیگر اہل علم نے بیان کیا۔

اعتراض: صفحہ ''۳۱۷'' پر لکھا، نبی کریم ﷺ کے لیے دعا کے لیے ٹھہرنا اور آپ پر

کثرت صلوٰۃ وسلام کرنا اس طرح کے اضافہ کو امام مالک نے مکروہ قرار دیا اور کہا کہ یہ بدعت ہے۔ اسلاف ایسا نہیں کرتے تھے اور اس اُمت کے آخر کی اصلاح صرف اسی سے ہوسکتی ہے جس سے اول کی اصلاح ہوئی۔

**جواب:** صفحہ "۳۵، ۴۹، ۱۲۴" پر تفصیلاً اس کے رد میں گفتگو گزر چکی ہے۔ جس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۱۸" پر ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مسئلہ میں اجماع نہیں کیونکہ اس بارے میں بعض مجتہدین کا اختلاف ثابت ہے اگرچہ ان کا قول ضعیف ہے۔ پھر اس نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا کہ ابن بطال نے شرح بخاری میں لکھا جس کا ذکر پیچھے صفحہ "۳۱۱" پر ہوا۔

## جواب: اجماع کا ثبوت

جنہوں نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا انہوں نے اس اختلاف کو کوئی اہمیت نہ دی اس لیے کہ جو اس میں مخالف ہوا وہ شاذ ہے لہذا اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جیسے کہا:۔

وَلَیْسَ کُلُّ خلافٍ جاءَ معتبراً　　　الا خلافٌ لَہٗ حظٌّ مِنَ النَّظرِ

یا اس لیے کہ اس کی وہی تاویل کی گئی جس کا ذکر امام سبکی اور دیگر نے کیا، کچھ اس میں سے گزرا ہے تو اب کس طرح بھی مذکور اجماع کے نقل پر کوئی جرح نہیں۔ بالفرض اگر اس اختلاف کی اہمیت کو مان بھی لیا جائے تو وہ ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور کے بارے میں نہیں کیونکہ آپ کی قبر انور اور دیگر قبور کے درمیان واضح اور نمایاں

فرق ہے اور مخالف کے اس مقام پر کلام سے ہی ظاہر ہے۔ امام سبکی نے کہا، آپ کے علاوہ کی قبر کی زیارت میں ثبوت خلاف آپ کی زیارت میں اختلاف کو ثابت نہیں کرتا تو اس پر اجماع ہے جیسے متعدد آئمہ حاملین شرع نے نقل کیا جن پر نقل اختلاف میں اعتماد اور مدار ہے مثلاً امام نووی، قاضی عیاض، کمال ابن ہمام۔

مخالف نے یہاں ابن بطال وغیرہ سے جو کچھ نقل کیا اس پر گفتگو صفحہ "۳۱۱" پر گزری ہے۔ یہ اس کا حسب عادت محض تکرار ہے اور اسی کے ساتھ اس کے آئندہ صفحات پر آنے والی گفتگو کا بطلان بھی ظاہر ہو گیا کہ مقصود اس مسئلہ میں اجماع مذکور غیر ثابت ہے۔

اعتراض: صفحہ "۳۲۱" پر ہے کہ سبکی کا قول زیارت قبور تعظیم ہے اور تعظیم نبوی ﷺ لازم ہے اس پر کئی طرح سے گفتگو ہے۔

ا۔ دونوں مقدمات اگر مطلق لیے جائیں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت واجب ہے۔ یہ نتیجہ ان دونوں مقدمات کو واضح طور پر لازم ہے کیونکہ یہ شکل اول کی ضرب اول ہے حد اوسط میں پہلے میں محمول اور دوسرے میں موضوع ہے تو نتیجہ موضوع اولی اور محمول ثانیہ ہے اور وہ آپ کی قبر انور کی زیارت کا لازم ہونا ہے۔

پھر اس سے یہ لوازم لازم آتے ہیں مثلاً قبر انور کی زیارت کا تارک گناہ گار، آثم، سزا کا مستحق، غیر عادل اور اس کی شہادت صحیح نہیں، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی فتویٰ، اس میں تمام صحابہ کو فاسق قرار دیتا ہے مگر وہ جن سے زیارت صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ بلاشبہ یہ روافض کے اس قول سے بدتر ہے جو جمہور صحابہ کو

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کے غصب پر فاسق قرار دیتے ہیں بلکہ یہ خوارج کے اس قول کی جنس سے ہے جو گناہ کیوجہ سے کافر قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کے ہاں یہ زیارت کا تارک آپ کی تعظیم کا تارک ہے اور آپ کی تعظیم کا ترک کفر ہے۔

**جواب:** موجب زیارت یہ کہہ سکتا ہے کہ مخالف کا یہ کہنا کہ طاقت کے باوجود تارک زیارت عاصی، گناہ گار اور عقوبت کا مستحق بن جائے گا اور اس پر تمام صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا سوائے اس کے کہ جن سے زیارت صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ ان وجوہات پر لازم نہیں آتا۔

**پہلی وجہ:** ان تارکین میں سے وہ ہیں جو اپنے شہروں کی دوری کی وجہ سے مدینہ منورہ پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ سفر کی ضروریات نہ پاتے تو تمام صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم نہیں آتا۔

**دوسری وجہ:** ان میں سے بعض نے نفس الامر میں زیارت ترک نہیں کی اگرچہ اس معاملہ کی خبر ہمارے پاس صحت کے ساتھ ثابت نہیں لیکن عدم نقل، شے کے عدم پر دلالت نہیں کرتی تو کسی معاملہ کا نہ پانا اس کے عدم پر دلالت نہیں ہوتا۔ لہذا مخالف کا یہ قول درست نہیں کہ اس سے تمام صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا مگر وہ جن سے زیارت صحت کے ساتھ منقول ہے۔

**تیسری وجہ:** یہ واجب، سلف وخلف کے ہاں متفقہ واجب نہیں بلکہ اس میں اختلاف ہے جیسے گزرا۔ تو جائز ہے کہ ترک کرنے والے استحباب مانتے ہیں کہ ان پر لزوم کی

دلیل ظاہر نہ ہو تو لزوم کے اثبات سے ان کا فاسق ہونا لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

**چوتھی وجہ:** یہ تقریر تمام اختلافی فرائض و واجبات کے ساتھ ٹوٹ جاتی ہے۔ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ وضو میں اعضاء کو پے در پے دھونا، اس میں ترتیب، اس کی نیت، تعدیل ارکان نماز میں حضور ﷺ پر درود اور اس کی مثل نہ فرائض ہیں نہ واجبات؟ کیونکہ اگر ایسا ہے تو تمام صحابہ کا فاسق قرار دینا لازم آئے گا یا ان کی تکفیر مگر وہ جن سے مذکورہ چیزیں صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔ کیا کسی کے لیے اُس کا رد کرتے ہوئے یہ کہنا جائز ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کے ہر مرتبہ نام لینے پر درود لازم کہے۔ اگرچہ مجلس میں ہزار دفعہ لیا جائے جیسے یہ احناف کے محققین اور دیگر نے کیا اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کو فاسق قرار دیا جائے مگر جن سے یہ چیز صحت کے ساتھ ثابت ہو، کیا کسی شافعی کے لیے اس کا رد کرتے ہوئے یوں کہنا جائز ہے جو وتر کی تین رکعتیں واجب قرار دیتا ہے تو اس کا تمام صحابہ کا فاسق قرار دینا لازم آئے گا مگر جن سے صحت کے ساتھ تین رکعتیں ثابت ہوں۔ اس کی مثالیں کثیر ہیں جو واضح اور مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسی باتوں سے ہرگز کوئی بھی راضی نہیں ہوگا جو کمزور خرافات کے مشابہ ہیں چہ جائیکہ کوئی فاضل ایسا کہے اور اس میں راز یہ ہے کہ تکفیر و تفسیق کا باب اختلافی اُمور میں بند ہے جو اپنے سامنے آنے والی دلیل کی وجہ سے زیارت کو لازم قرار دے اور کیسے اس پر لازم آئے گی وہ چیز جس کا نہ اس نے التزام کیا اور نہ اسے لازم کیا۔ اسی سے یقینی طور پر

ظاہر ہو گیا کہ زیارت کے لزوم کا قول روافض کے قول سے بدتر نہیں اور اگر یہ اس سے بدتر ہے تو نبی ﷺ پر درود وسلام کا وجوب جب بھی آپ کا نام لیا جائے اور وضو میں نیت وترتیب کا وجوب اور دیگر اختلافی فرائض وواجبات بھی بعینہٖ اسی دلیل سے روافض کے قول سے بدتر ہونگے جس کا ذکر مخالف نے کیا، اور اسے لازم کیا جبکہ اس کا کسی عقل مند نے التزام نہیں کیا چہ جائیکہ کوئی فاضل ایسا کرے۔ اس سے بھی عجیب تر یہ چیز ہے۔ جس کی طرف وہ بڑھا کہ یہ، قول خوارج کی جنس سے ہے۔ اگر وہ اس کی جنس سے ہو تو لزوم کا قول ایسے اختلافی اُمور میں جن کا وجوب ثابت نہیں اور اس پر تمام صحابہ کی ہمیشگی بھی اسی کی جنس سے ہو گی تو اس کا قول دائرہ عقل اور اس کے احاطہ سے خارج ہے۔ علاوہ ازیں لزوم زیارت کا قول کرنے والا اسے قطعی فرض یا واجب نہیں کہتا کہ اس کا تارک یا منکر کافر ہو جائے۔ ہر فرض یا واجب کا تارک ومنکر کافر نہیں ہوتا تو یہ لازم نہیں آتا کہ تارک زیارت یا اس کے لزوم کا منکر کافر یا فاسق ہو جائے۔ شاید مخالف نے یہ گمان کیا جو چیز فرض یا واجب ہو اس کا تارک یا منکر فاسق یا کافر ہو جاتا ہے اگر ایسے ہے تو یہ خیال باطل ہے اور یہ ہر اس پر مخفی نہیں جو فاضل ہے اور اس نے جو قول خوارج کی جنس سے توجیہ کی ہے یعنی تارک زیارت آپ کی تعظیم کا تارک ہے اور آپ کی تعظیم کا ترک کفر ہے۔ اس کی کمزوری اس پر مخفی نہیں جسے ادنیٰ شعور حاصل ہے۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ کی تعظیم اور اس پر افعال کی متعدد اجناس ہیں کچھ وہ ہیں جو ایمان کو ملزوم ہیں اور ان میں کمی، ایمان میں خلل ہوگا۔ ان میں سے کچھ

وہ ہیں جو شریعت میں ممنوع ہیں جیسے آپ کو سجدہ تعظیمی کرنا یا آپ کی قبر انور کو یا اس کا طواف کرنا اور کچھ وہ ہیں جن کا معاملہ ایسے نہیں تو وہ اس طرح نہیں ہونگے ۔ میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ کی مطلق تعظیم لوازم ایمان سے ہے لیکن ان جزئیات میں سے کسی جزئی کا ترک، ایمان میں خلل نہیں ڈالتا تو زیارت قبر کا آپ کی تعظیم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ترک کفر تارک کا موجب ہو۔ الغرض اگر اس کی اپنے قول کہ آپ کی تعظیم کا ترک کفر سے مراد یہ ہے کہ جزئیات تعظیم میں سے ہر جزئی کا ترک کفر ہو تو اس سے اس کی تکفیر لازم آتی ہے جس نے آپ کو یا قبر انور کے لیے سجدہ ترک کیا اس کا طواف یا آپ کی قبر انور کا بوسہ لینا اور دیگر چیزیں ترک کیں جو جزئیات تعظیم میں شمار کی جاتی ہیں۔ یہ قول کوئی عقل سلیم والا شخص نہیں کر سکتا۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ کچھ جزئیات کا حکم یہ ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ یہ شکل نتیجہ نہ دے کیونکہ شکل کے کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے جیسا کہ اپنے محل پر ثابت ہے۔ اگر مخالف کہے کہ جب آپ کی ہر تعظیم لازم ہے جیسے اس شکل کے کبریٰ کا تقاضا ہے جس کا ذکر شیخ سبکی نے کیا تو ضروری ہے کہ آپ کی تعظیم کا ہر ترک کفر ہو اور یہی شکل کا کبریٰ ہے۔ ہم جواباً کہتے ہیں سبکی کے شکل کبریٰ کا تقاضا وہ نہیں جو تو نے سمجھا جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔ اگر ہم اسے تسلیم کر لیں تو جزئیات تعظیم میں سے ہر جزئی کے وجوب اور ہر جزئی کے ترک کے کفر کے درمیان کوئی تلازم نہیں تو ہر واجب کا ترک بلکہ نہ ہر فرض کا ترک کفر ہے۔

**اعتراض:** دوسری وجہ کہ خوارج امر کی مخالفت اور معصیت کی وجہ سے اُمت کی تکفیر کرتے ہیں اور متشابہ نصوص سے استدلال کرتے ہوئے ان کو محکم کی طرف نہیں لوٹاتے۔ رہے قبور کی عبادت کرنے والے یہ اپنے مقصود میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے کفر کرتے ہیں اور خالص توحید کو کفر و تنقیص بناتے ہیں۔ کہاں ہے اس کا وہ کفر اس گناہ سے جو موافقت رسول کے ساتھ تکفیر کرنے والا ہے اور خالص توحید اسی کو واضح کرتی ہے۔ (الیٰ آخرہ)

**جواب:** یہ رُسوا کن مغالطہ اور واضح التباس ہے عباد القبور سے مراد یہ ہے کہ جو قبور کی عبادت کرتے ہیں انہیں اور ان کے اصحاب کو تعظیماً سجدہ کرتے اور قبر نبوی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی قبور کو میلہ اور بُت بناتے ہیں، اصحاب قبور سے مدد طلب کرتے، ان سے حاجتیں مانگتے ہیں یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نفع پہنچاتے اور نقصان دور کرتے ہیں اور اس جگہ کی تعظیم کی خاطر سفر کرتے اور ان چیزوں کا ارتکاب کرتے ہیں جن سے شریعت نے روکا اور قبور کے پاس ایسی عبادات کرتے ہیں جو بندے خاص اپنے رب کے حضور کرتے اور صاحبان قبور کے لیے نذر مانتے ہیں یا ان کے پاس ان کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرتے یا ان کی مثل جسے اہل علم نے شرک اور مشرکین کے افعال قرار دیا۔ رہے زیارت کے قربت یا اس کے مستحب یا واجب ہونے کے قائلین اور قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کے جواز کے قائل ایسے لوگوں سے کئی منزلیں دور ہیں بلکہ وہ ایسے لوگوں پر توبیخ و زجر

اور ایسے افعال وحرکات سے منع کرتے ہیں بلکہ وہ اس معاملہ میں سلف وخلف کے تمام افاضل کے ساتھ متفق ہیں تو وہ عابدین قبور کے معاملات سے بری ہیں کیونکہ وہ موافقت رسول کرنے والوں میں سے نہ کسی کی تکفیر کرتے ہیں نہ تفسیق اور وہ خالص توحید کو تنقیص نہیں بناتے بلکہ اسی کو قبول ایمان میں کمال قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اس مخالف کی مراد وہ لوگ ہیں جو قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعیہ کو قربت یا واجب یا مستحب مانتے ہیں اور وہ شرعی طریقہ کے مطابق قبر نبوی ﷺ کی طرف سفر کو جائز قرار دیتے ہیں یہ بدگمانی کرتے ہوئے کہ ان کا قول توحید میں خلل اور شرک جلی یا خفی میں داخل ہے تو یہ ابن تیمیہ شیخ الاسلام کے اُصول میں سے ہے۔ اور ثقہ علماء نے اس کا مسلسل رد کیا ہے کیونکہ وہ اپنی جلالت قدر اور تبحر کے باوجود غلط خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُصول شرک میں قبور کو سجدہ گاہ بنانا ہے اور نبی کریم ﷺ نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت کی ہے اور جو ان پر چراغ جلاتا ہے اور آپ نے ڈرایا ہے کہ آپ کی قبر کو میلہ اور بُت بنایا جائے اور اس نے یہ خیال کیا ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت اور اس کی طرف سفر سے منع کرنا توحید کی حفاظت ہے اور ایسا فعل شرک تک پہنچاتا ہے اور خالص توحید میں مخل ہے اور اس پر یہ تفریع بٹھائی کہ قبر کی طرف سفر قربت نہیں بلکہ اس میں مبالغہ کر کے اسے معصیت قرار دیا اور اس سے نعمت رخصت (قصر) حاصل نہیں ہوتی اور قبر نبوی ﷺ کی زیارت کو محال، غیر مقدور اور غیر مشروع قرار دیا۔ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونا اور اس چیز کو ادا کرنا جو دیگر مساجد میں ادا کیا

جاتا ہے اسے جائز قرار دیا اور اسی کا نام اس نے زیارت شرعیہ رکھا جو حقیقت میں
زیارت قبر نہیں نہ شرعاً نہ عرفاً نہ لغتاً اور اس پر اس نے اکتفاء نہیں کیا بلکہ آئمہ اور فقہاء
کے کلام کو بھی اسی پر محمول کیا جس میں انہوں نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کا مستحب
اور اس کا قربت ہونا بیان کیا تھا جیسے اس کتاب اور دیگر میں اس سے منقول ہے، لیکن
یہ تمام باطل ہے زیارت قبر کا محال، غیر مقدور، غیر مشروع ہونا اور آئمہ کے کلام کو اپنے
مطابق محمول کرنا اس کا رد پیچھے گزرا ہے اور جسے اس نے اصل قرار دیا وہ جڑ سے ہی
اکھڑ جاتی ہے اس لیے کہ قبور کو سجدہ گاہ، میلہ اور بُت بنانا، ان میں فوٹو لگانا یہ شرک کی
طرف پہنچاتا ہے جیسے ہم نے کئی دفعہ بیان کیا اور اسی پر لعنت اور زجر وارد ہے۔ رہی
نبی ﷺ کی قبر یا دیگر قبر کی زیارت، شرعی طریقہ پر اور اس کا قربت یا مستحب
یا واجب ہونا اور ان کی طرف سفر جائز ہے۔ یہ بعینہ نہ وہ افعال ہیں اور نہ ہی شرک کی
طرف پہنچانے والی چیزیں ہیں۔ اگر ایسے ہوتا تو نبی کریم ﷺ مطلق زیارت قبور
کے دروازے بند کر دیتے اور شریعت مطلقاً اس سے منع کرتی، اور ان ذرائع کو بند کر
دیتی تو شرک اور ان کی طرف پہنچانے والی چیزیں بلا شعبہ ممنوع ہیں لیکن یہ چیز کبھی
شرک کی طرف پہنچاتی ہے اور کبھی نہیں پہنچاتی۔ مطلقاً ایسے اُمور پر حرام یا مکروہ ہونے
کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ ان میں سے جسے شریعت حرام قرار دے گی وہ حرام اور جسے وہ
حرام قرار نہیں دے گی وہ حرام نہیں ہوگا، اسی طرح جو حرام نہیں اس کی اس طریقہ پر
ادائیگی کہ وہ حرام تک پہنچائے یہ بھی حرام ہے لیکن اس کی ادائیگی مباح طریقہ پر حرام

نہیں۔ الغرض قبور کو سجدہ گاہ اور بُت وغیرہ بنانا ممنوع مگر زیارت قبر نبوی ﷺ شرعی طریقہ سے ممنوع نہیں ہے۔ ہاں بدعی یا شرکی طریقہ پر اس کی ادائیگی ممنوع ہے جبکہ مخالف کا گمان یہ ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت اور اس کے مشروع ہونے کا قول وغیرہ شرک کی طرف پہنچاتا ہے۔ یہ فائدہ سے خالی گمان ہے اسے وہ قبول نہیں کر سکتا جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہے، اس کا کس قدر حسین خیال ہے جس نے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا کہ اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو شیخ الاسلام، عالم آنام امام تقی الدین سبکی پر جو تبحر علمی اور عقلی کے جامع ہیں کہ انہوں نے شیخ ابن تیمیہ حنبلی کے ایسے اُصولوں کی اپنی کتاب ''شفاء السقام '' میں واضح دلائل کے ساتھ خوب جڑ کاٹی جو اہل علم کے ہاں مقبول ہے اور انہوں نے شک کی گھٹاؤں اور اوہام کی تاریکیوں سے اہل ایمان کے سینوں کو شفا بخشی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحمت واسع فرمائے اور انہیں نعمت کاملہ کے ساتھ جزا دے کیونکہ اس دونوں نے ان اُمور کی تحقیق میں نیت صالحہ سے کام لیا البتہ ان دونوں میں ایک نے وہ حق پا لیا جو اس بارے میں ہے۔

ان میں سے دوسری وجہ یہ ہے جو اس نے اس مقام پر پہلے لکھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اس بارے میں کوئی عیب نہیں کہ اس نے جو تحقیق کی صالح نیت اور خالص مزاج سے کی البتہ وہ اپنے کمال تبحر کی وجہ سے ایسے راستہ پر چلا جو پسندیدہ نہیں تو اس کے لیے اس کی کوشش پر ایک اجر اور مصیب کے لیے دو اجر اور حق کا پانا ہے اور یہ اللہ

تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنے عموم لطف کی وجہ سے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے ابن عبدالہادی پر جس نے اپنے شیخ کی ایسی مدد کی جس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا اور اپنی ''الصارم'' میں ایسی علمی مباحث لایا کہ ان سے آگاہ شخص ان کے تبحر اور علمی وسعت پر تعجب کرے گا لیکن اس کے باوجود اس نے شیخ کی محبت کا پیالہ پی رکھا اور اس کی تقلید کا قلادہ ڈال رکھا ہے اور شی کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے تو اس نے شیخ کی عبارات نقل کر کے صفحوں کے صفحے سیاہ کیے۔ اور اس کے قواعد و اُصول کو ثابت کرنے کے لیے خوب کوشش کی اور اس کے مردود اقوال نقل کیے جن کا رد شیخ سبکی اور دیگر اہل علم نے کئی دفعہ کر دیا اور وہ کوئی ایسی چیز نہ لا سکا جو ان کے قوی شبہات کا جواب بنے تو وہ اس لائق ہے کہ وہ اسے یوں اشعار کی صورت میں مخاطب کیا جائے:

زيادة القول تحكي النقص في العمل ومنطق المرء يهديه الى الزلل

ان اللسان صغير جرمه وله جرم كبير كما قد قيل في المثل

فكم ندمت على ما كنت قلت به وما ندمت على من لم يكن يقل

**اعتراض:** صفحہ ''۳۲۲'' پر لکھا، تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی قبر کی زیارت اگر آپ کی تعظیم ہے تو یہ ان چیزوں میں سے ہوگی جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا تو یہ طاقت رکھنے والے کے لیے فرض عین ہوگی خواہ وہ قریب ہو یا بعید۔ جب سابقون اولون مہاجرین انصار اور ان کی نیکی میں اتباع کرنیوالوں نے اس فرض کو ضائع کیا اور خلف جو ان کے بعد آئے انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے یہ عمل کیا کہ وہ رسول کے دوست

اور آپ کے حقوق ادا کرنے والا لشکر ہے تو وہ آپ کے دوست نہیں ہونگے کیونکہ آپ کے دوست وہی ہیں جو آپ کی تعلیمات پر عمل اور اطاعت کرتے ہیں۔

## جواب: عدم کمال کا باعث

پہلے ملازمہ میں مقدم، تالی کو مستلزم نہیں تو مطلق تعظیم نبوی ﷺ لوازم ایمان سے ہے مگر افعال تعظیمی کے جزئیات میں سے ہر جزئی ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ایمان میں خلل آئے تم نہیں جانتے کہ نبی ﷺ پر درود شریف جب بھی آپ کا نام لیا جائے آپ کی تعظیم اور آپ کے حق کی ادائیگی ہے اور اس کا ترک بالاتفاق ایمان میں مخل نہیں۔ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ یا آپ کی قبر کے لیے، تعظیم ہے لیکن سلف وخلف آئمہ کے ہاں جائز نہیں بلکہ شریعت میں بطور نص اس کی ممانعت موجود ہے۔ کسی شخص کی آپ سے مال، اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت آپ کی تعظیم کے آثار میں سے ہے لیکن اس میں کمی اصل ایمان میں خلل نہیں ڈالتی اگرچہ یہ عدم کمال کی باعث ہے۔ اس کی مثالیں آئمہ کی کتب میں مشہور ہیں۔ رہی حدیث اضاعہ اس کا جواب پیچھے صفحات میں گزر چکا ہے۔

**اعتراض:** چوتھی وجہ، جب قبر انور کی زیارت فرض عین ہے تو قبر کی طرف ہجرت آپ کی ظاہری حیات کی طرف ہجرت سے زیادہ موکد ہوگی۔ حالانکہ مدینہ کی طرف ہجرت فتح مکہ کے بعد ختم ہوگئی جیسے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لا هجرة بعد الفتح (البخاری: ۳_۱۰۲۵) فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔

قبور کی عبادت کرنے والوں کے ہاں قبر کی طرف ہجرت اس پر فرض عین ہے جو

اس کی طاقت رکھتا ہے اور انہیں خوف نہیں کہ یہ اس کا صریح رد ہے جو حضور ﷺ لے کر آئے اور دین میں ایسی چیز ایجاد کرتا ہے جس کی اجازت نہیں۔

**جواب:** نہ یہ رد ہے اور نہ ہی یہ مخالفت ہے جیسے مخالف نے گمان کیا اور اب تک کوئی قوی دلیل شرعی عدم لزوم زیارت پر سامنے نہیں آئی اور جس کو اس نے اور اس کے اوپر والوں نے خیال کیا اور اسے باطل کہا وہ دلائل تو یہ کے ساتھ جڑ کٹ چکے ہیں۔ اور بطور نص وجوب قرار دینے والے اس کے لزوم پر ہی دلالت کرتا ہے۔ اور واجب قرار دینے والوں کے پاس نص ہے جس کا ظاہر لزوم پر ہی دلالت کرتا ہے اور یہ بات نہ انہوں نے اپنی طرف سے کہی اور نہ وہ ایسی خبر لائے کہ اُصول شریعت اسے محال قرار دیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ گفتگو ہو سکتی ہے کہ جس سے تو نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے یا اس کی یہ تاویل ہے۔ کونسا عیب ہے اس پر جو کسی شے کے لزوم کا قول کرتا ہے اور وہ اس کے وجوب پر ظاہر اً حدیث کو دلالت کرتے ہوئے پاتا ہے اور اس کے ساتھ استدلال کے قابل ہونے کا گمان رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کیسے رد کرنے والا ہوگا جبکہ وہ رسول کی نص کے ساتھ استدلال کر رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہنا ممکن ہے کہ اس کی دلیل ضعیف ہے لیکن اسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا مخالف، دشمن، بدعتی اور ایجاد کرنے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کُتب دینیہ میں آئمہ مجتہدین کے درمیان اختلافی مسائل مشہور ہیں کہ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنے مدعا پر دلیل شرعی سے استدلال کیا اور ایک طرف کی دلیل ثبوت کے اعتبار سے ضعیف

ہے یا قیاس خفی کے ساتھ استدلال ہو گا تو کیا اس میں سے کسی ایک کو کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مخالف، بدعتی اور دین میں ایسی چیزیں ایجاد کرنے والا ہے جن چیزوں کی اجازت دین میں نہیں دی گئی۔ کیا کسی عقلمند کے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ جو مجتہدین نے دلائل کے ساتھ مسائل لکھے اور جانب مقابل میں ان کا ضعف ہے کہ وہ بدعتی اور دین ایجاد کرنے والے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی عقلمند اسے جائز قرار نہیں دے گا چہ جائیکہ کوئی فاضل، ہاں کوئی زیارت یا اس کے استحباب کے عدم پر دلیل قوی ہو یا کوئی اپنی رائے سے حکم لگائے تو اس کے بارے میں بات کی جا سکتی ہے اس کے علاوہ اس بات کی ہرگز اجازت نہیں تو ہر قول کے لیے مقام اور ہر مقام کے لیے جائے قول ہے۔

**اعتراض:** قبور کی عبادت کرنے والوں کے ہاں قبر کی طرف ہجرت فرض عین ہے۔

**جواب:** یہ واضح مغالطہ ہے اور اسے وہ سمجھتا ہے جسے ادنیٰ شعور ہے اور فرضیت زیارت یا اس کے وجوب کے قائل جمہور ظاہریہ، مالکیہ، حنفیہ اور شافعیہ ہیں اور وہ قبور کی عبادت کرنے والے نہیں اگر زیارت قبر نبوی ﷺ کو واجب یا مستحب یا قربت قرار دینے والے اس لقب کے مستحق ہیں تو علماء ظاہر جو مطلق زیارت قبور کو لازم قرار دیتے ہیں وہ زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں قبور کی عبادت کرنے والا قرار دیدیا جائے۔ اس کا التزام ان چیزوں میں سے ہے جو کسی عاقل سے صادر نہیں ہوتیں چہ جائیکہ کامل سے ہوں۔

ہمارے رب تعالیٰ نے کتاب مکنون میں فرمایا:

| | |
|---|---|
| وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پ۲۶، الحجرات:۱۱) | اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہے۔ |

رہا اس کا اسے بعید سمجھنا کہ آپ کی قبر کی زیارت لازم دائمی اور آپ کی حیات میں ہجرت سے پختہ ہونا جبکہ ہجرت منقطع اور غیر لازم ہے۔ یہ محض بعید قرار دینا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ آپ کے ہاں وصال کے بعد حاضر ہونا قبور انبیاء علیہم السلام کے افرادِ زیارت میں سے ہے اور آپ کی حیات میں آپ کی طرف ہجرت ملاقات انبیاء کا ایک فرد سے ہے تو یہ دونوں اقسام بعید ہیں۔ ظاہری حیات میں آپ کی طرف لزوم ہجرت کے عدم سے، قبر کی طرف زیارت کے لزوم کا عدم لازم نہیں آتا اگرچہ سفر کے ساتھ ہو اور نہ ہی اس کے انقطاع سے۔ ہاں! اگر کوئی دلیل اس حکم میں ان دونوں کے ہم جنس ہونے پر دلالت کرتی تو پھر اس کا بعید سمجھنا مسلم تھا اور عنقریب اس کے متعلق بحث ہے۔ پھر جس حدیث "لا هجرة بعد الفتح" کا مخالف نے ذکر کیا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لیکن امام ابوداؤد اور نسائی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة (سنن ابوداؤد: ۳-۳) | ہجرت نہیں منقطع ہوگی یہاں تک کہ توبہ منقطع ہو جائے۔ |

امام خطابی نے ان دونوں کے درمیان یہ موافقت کی کہ ہجرت اول اسلام میں فرض تھی، فتح مکہ کے بعد مستحب ہوگئی۔ اس میں غور کیجیے تاکہ مخالف کے کلام کی غلطی بھی جانی جاسکے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۲۳" پر لکھا، دیکھئے ان چیزوں کو جو غلو اور جہل پر مشتمل ہیں۔

**جواب:** اس کلام کو دیکھئے جس میں وہ ادنیٰ دلیل اس پر نہیں لایا جس نے سبکی کے قول کا رد کیا نہ وہ ابن تیمیہ کے کلام کے سیاق وسباق سے اور نہ دیگر سے۔ جس کا ذکر اس نے اس مقام پر کیا اور اس کا تسلیم کر لینا ہی کافی ہے جو اس نے کہا۔

**اعتراض:** پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس معترض اور اس کے ہم مثل قبور کی عبادت کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کیا تم رسول کی ہر تعظیم کو لازم کرتے ہو یا تعظیم کی خاص نوع کو اگر تم ہر تعظیم کو لازم کرتے ہو تو لازم آئے گا کہ تم آپ کی قبر کو سجدہ کرنا، بوسہ دینا اور اس کا طواف کرنا لازم کہو کیونکہ یہ بھی آپ کی تعظیم ہے اور آپ نے اس کا رد کیا ہے جو آپ کی اس طرح تعظیم کرے جس کی اجازت نہیں دی گئی مثلاً کسی شخص کا آپ کو سجدہ کر کے تعظیم کرنا اور فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم فانما انا عبد فقولوا عبد الله ورسوله (مسند احمد: ۳۔۱۵۳)

نہ مجھے بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا میں تو ایک بندہ ہوں تو کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

اور یہ معلوم ہے کہ آپ کو بڑھانے سے مقصود آپ کی تعظیم ہے اور آپ نے اس سے فرمایا جس نے کہا "یا محمد، یا سیدنا، ابن سیدنا، خیرنا، ابن خیرنا"

تمہارے قول کی وجہ سے تمہیں شیطان اغوانہ کرے، میں محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس مرتبہ سے اُوپر لے جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے تو جو آپ کی ایسی تعظیم کرتا ہے کہ جسے آپ پسند نہیں کرتے وہ تعظیم کی ضد بجالایا اور یہی وہ تعظیم ہے جس سے آپ نے منع کیا اور ڈرایا اور آپ کے نام کی قسم اُٹھانا بھی آپ کی تعظیم ہے تو کہو کہ قسم والے پر لازم ہے کہ وہ آپ کے ساتھ حلف اُٹھائے یہ آپ کی تعظیم ہے جو لازم ہے۔ اسی طرح آپ کی تسبیح، تکبیر اور آپ پر توکل اور آپ کے نام کے ساتھ ذبح ہے کیونکہ یہ تمام آپ کی تعظیم ہے اور معلوم ہے ایسی چیزوں کو لازم کرنا حج کی طرح زیارت کو بھی لازم کرتا ہے جس پر اس کی طاقت ہو اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اور اگر تم کہو کہ تعظیم کی نوع خاص لازم ہے تو تم سے اس اکیلی نوع کے بارے میں ضابطہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

**جواب:** یہ حملہ ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس سے مخالف خاموش رہتا تو وہ اس پر کلام سے محفوظ رہتا۔

اولاً: اس لیے کہ شیخ الاسلام سبکی جن کی جلالت، انصاف، ورع، امامت اور اجتہاد پر بلاد مصر، شام اور دیگر بلاد کے لوگوں کا اتفاق ہے اور ان کے ہم مثل لوگ قائل ہیں کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت سنت یا مندوب یا واجب ہے ان تمام کو قبور کی عبادت کرنے والے کہنا تو یہ قبیح القاب کی اشاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس سے روکا اور یہ حاملین شریعت ارباب شعور میں سے ہے اور یہ اس بُری

صفت اور قبیح عمل سے بری ہیں جنہوں نے امام سبکی کی کتاب ''شفاء السقام'' اور دیگر ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا وہ کہے گا کہ یہ زیادہ حق رکھتی ہے کہ انہیں سونے کے پانی سے لکھا جائے اور ان سے اوہام کا ازالہ ہو جاتا ہے اور وہ جان لے گا کہ اکابر موحد، دین والے اور دین متین کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اگر زیارت قبر نبوی ﷺ کے قائل کہ یہ قربت یا مستحب یا واجب ہے۔ اس دلیل کی بنا پر جو عقلاً مثلاً ان پر واضح ہوئی کہ وہ یہ اس قول کی وجہ سے یہ کہنے کے مستحق ہیں کہ وہ قبور کی عبادت کرنے والے ہیں تو دونوں جہاں جن وانس اس پر گواہ ہیں کہ سبکی اور اس کے متعین قبور کی عبادت کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ اہل جنت کی اور ارباب حدیث وسنت کی میراث ہے۔ اپنے نبی کی طرف سے اور ان کے مورث پر مخالفین نے مذموم القاب فٹ کیے۔ اے شوق اس کلمہ کی طرف، سنت کے متبعین، اُمور شریعت کو ثابت کرنے والے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی مشروعیت ثابت کرنے والے کہ وہ اس بلند درجہ پر پہنچے کہ وہ ایسے القاب کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تمام دشمن جمع ہونگے اور اس وقت تمام بُرائی کا بدلہ اس کی مثل ملے گا۔

سیدنا امام شافعی کی روح کو اللہ تعالیٰ اور منور کرے انہوں نے اپنے اشعار میں لکھا:

یا راکباً قف بالمحصب من منی — واهتف بساکن خیفها والناهض

سحراً اذا فاض الحجیج الی منی — فلیشهد کملتطم الفرات الفائض

ان کان رفضاً حب آل محمد — فلیشهد الثقلان انی رافضی

اور اللہ تعالیٰ ابن تیمیہ پر رحم کرے جس نے لکھا:

ان کان نصباً حُبُّ صحب محمد فلیشهد الثقلان انی ناصبی

اور اللہ تعالیٰ معاف کرے اس کے متبعین کو جس نے یہ کہا:

فان کان تجسیماً ثبوت صفاته وتنزیهما عن کل تاویل مفتر

فانی بحمد الله ربی مجسم هلموا شهوداً واملئوا کل محضر

شاید وہ عبادت اور زیارت شرعیہ کا معنیٰ نہ سمجھا اور خیال کیا کہ جس نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعی کو قربت یا واجب یا مستحب قرار دیا وہ قبور کی عبادت کرنے والے اور ان کی عبادت کو جائز قرار دینے والے ہیں اور اس نے اس فرق پر غور نہیں کیا جو ان کے درمیان ہے جیسے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان ہے۔

ثانیاً: اس کا اس حدیث ''لاتطرونی'' سے استدلال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ سمجھا ہے کہ مطلق بڑھانا ممنوع ہے اگر معاملہ اسی طرح ہے تو اس کا فساد کسی پر حتی کہ بچوں پر مخفی نہیں کیونکہ ہم پیچھے واضح کر چکے ہیں کہ اس حدیث میں ایسا بڑھانا مراد ہے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا کہ انہیں خدا وغیرہ قرار دیا نہ کہ مطلق بڑھانا جس کی طرف رہنمائی اس میں موجود تشبیہ کر رہی ہے۔

ثالثاً: مخالف کا حدیث ''سیدنا'' کو گفتگو میں لانا بتا رہا ہے کہ اس کے ہاں اس مذکور حدیث سے استدلال ہے جو کتب اعلام میں وارد ہے کہ سید الآنام پر ''سیدنا'' کا اطلاق جائز نہیں۔ اگر صورت حال یہ ہے تو یہ قول باطل ہے ایسی گفتگو کوئی فاضل نہیں کر سکتا۔

یہ بحث شارحین حدیث کی کُتب میں مذکور اور اس کی تحقیق علماء دین سے منقول ہے اس میں سے کچھ کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں کیا ہے اسے چاہو تو پڑھو تا کہ آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔

رہا وہ انکار جو اس میں ہے وہ ایسا غلو ہے جو ان اوصاف میں ذکر کیا جائے جو بعد میں مذکور ہیں اور اس پر آپ کا ارشاد عالی دلیل ہے:

انا سید ولد آدم (مسلم: ۴: ۱۷۸۲) میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔

اور آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

ان ابنی هذا سید یہ میرا بیٹا سردار ہے۔

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا:

قوموا لسید کم اپنے سردار کے لیے اُٹھو۔

رابعاً: لزوم زیارت کا قائل یہ جواب دے سکتا ہے کہ ہم آپ کی تعظیم کو لازم مانتے ہیں البتہ شریعت جس سے روک دے تو اس سے وہ لازم نہیں آتا جو اس نے لازم کیا ہے۔ مثلاً آپ کے لیے سجدہ، آپ کے نام کا حلف وغیرہ اُٹھانا۔

خامساً: وہ کہہ سکتا ہے کہ ہم اس تعظیم کو لازم کرتے ہیں جس کے لزوم پر دلیل وارد ہے اور زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اسی طرح ہے کیونکہ حدیث میں ہے: "فقد جفانی" اگر مخالف کہے یہ حدیث ساقط ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ دیگر خارجی بحث ہے۔

سادساً: یہ کہنا جائز ہے کہ ہم تعظیم کی ایک نوع لازم کرتے ہیں جو شرک جلی یا خفی تک نہ

پہنچائے اور اس کے منع پر دلیل شرعی نہ ہو تو زیارت قبر نبوی ﷺ کا مسئلہ اسی طرح ہے کیونکہ یہ خیال کرنا کہ نفس زیارت قبور سجدہ گاہ یا میلہ یا بُت بنانے کو مستلزم ہے۔ یہ خیال باطل اور ناپسندیدہ ہے جو کئی دفعہ پیچھے گزرا۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۲۴" پر ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ آپ پر درود شریف جب بھی دل میں آپ کا تصور آئے، آپ کی تعظیم ہے اور اہل علم نے آپ کی یہ تعظیم لازم قرار دی ہے وہ اس شخص پر حکم لگائیں گے جو کہتا ہے یہ لازم نہیں کہ وہ تارک تعظیم ہو گیا بلکہ وہ حکم لگائیں گے اس پر جو کہتا ہے کہ اس پر درود لازم نہیں جب آپ کا نام لیا جائے نہ ہی نماز میں درود لازم ہے یا عمر میں ایک دفعہ ہی لازم ہے یا یہ اصلاً لازم ہی نہیں کہ یہ تارک تعظیم ہے کیونکہ آپ پر درود بلاشبہ آپ کی تعظیم ہے کیا یہ ائمہ اسلام اور علماء اُمت آپ کی تعظیم کے تارک ہیں کیونکہ لزوم کی نفی کرتے ہیں یا وہ تم سے زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں۔

**جواب:** یہ اس موجب پر وارد ہوتا ہے جو یہ قصد کرے کہ آپ کی تعظیم کا ہر فرد مطلق لازم ہے ورنہ ایسا نہیں پھر اسی طرح کی بات وتر کی تین رکعتیں لازم کہنے والوں کے رد کرتے ہوئے کہی جا سکتی ہے کہ ان کا تارک گناہ گار ہے اور سلف میں سے ایک رکعت پر اکتفاء کرنے والے پر یہ حکم ہوگا کہ وہ وتر کا تارک گناہ گار ہے اور اسی طرح کے متعدد اختلافی مسائل قلیل نہیں ان میں اس بات کا جواز پیدا کرنا ادنیٰ عاقل بھی اس کا انکار کرتا ہے۔

**اعتراض:** ساتویں وجہ، جن فقہاء نے ذبح کے وقت آپ پر درود پڑھنا مکروہ قرار دیا وہ تمہارے قول کے مطابق آپ کی تعظیم کے تارک ٹھہرے اور یہ چیز ان کے ایمان پر طعن

نہیں؟اسی طرح وہ جنہوں نے آپ کے نام کے ساتھ حلف اُٹھانا مکروہ یا حرام قرار دیا۔

**جواب:** یہ سابقہ اقسام ہی کی نظیر ہے جن کا جواب اُوپر گفتگو میں گزر چکا ہے۔

**اعتراض:** آٹھویں وجہ، آپ کی قبر انور کی زیارت کا عدم یا اس کے استحباب کا عدم، اس کی طرف سفر کرنے کے جواز کا عدم کسی طرح بھی آپ کی تعظیم کے بارے میں طعن نہیں بنتا۔

**جواب:** ہاں بشرطیکہ کسی طرح بھی گفتگو بے ادبی تک نہ پہنچے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۲۵" پر لکھا کہ نویں وجہ یہ ہے کہ آپ کی تعظیم یہ اس میں موافقت ہے اس سے محبت جسے آپ پسند کرتے ہیں اور اسے ناپسند کرنا جسے آپ ناپسند کرتے ہیں۔

## جواب: لزوم زیارت بے ادبی نہیں

ہاں! لیکن یہ زیارت لازم کرنے والوں کو نقصان دہ نہیں کیونکہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی جسے نبی ناپسند کرتے ہیں اور نہ ہی اس نے ایسی کوئی گفتگو کی ہے جو بے ادبی تک پہنچائے۔

**اعتراض:** قبر انور کی زیارت کو لازم کرنا یا اسے مستحب کہنا یا اس کی طرف آپ کی تعظیم کے لیے سفر کرنا۔ یہ اس پر مشتمل ہے کہ قبر کو منسک بنایا جائے اس ن۔ ف اسی طرح حج کیا جائے جیسے بیت اللہ کا کیا جاتا ہے جیسے قبور کی عبادت کرنے والے کرتے ہیں۔

## جواب: زیارت، عبادت قبر نہیں

ہم اور تم قبور کی عبادت کرنے والے کی توبیخ، زجر، ممانعت اور ان کی تباہی اور گمراہیاں بیان کرنے میں مشترک ہیں لیکن قبر انور کی زیارت کو لازم کرنا یا مستحب

قرار دینا یا کسی کی قبر کی طرف سفر کا جواز یہ عبادت قبور نہیں اور نہ ہی اسے مستلزم ہے۔

ہاں! وہ زیارت جو ایسی چیزوں پر مشتمل ہو وہ ممنوع ہو گی اور اس سے مطلق زیارت کی ممانعت لازم نہیں آتی۔

اعتراض: صفحہ "۳۲۶" پر لکھا، گیارہویں وجہ: جن سے ارادہ قبور کی عبادت کرنے والے تعظیم کا کرتے ہیں وہ بعینہ سبب ہے۔ جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا اور ان پر چراغ جلانے اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی اور ان کی طرف نماز سے منع کیا اور اپنی قبر انور پر میلہ لگانے کو حرام قرار دیا۔۔۔ (الیٰ آخرہ)

جواب: قبور کی عبادت کرنیوالے پر یہ الزام ہے ہم تمہارے اس بارے میں معاون ہیں لیکن قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعی، واجب یا مستحب یا قربت ہو وہ نہ بعینہ یہ چیز ہے اور نہ اسے یہ مستلزم ہے۔

اعتراض: صفحہ "۳۲۷" پر لکھا، بارہویں وجہ: جن مقاصد کے لیے یہ قبور کی عبادت کرنے والے کرتے ہیں وہ تعظیم نہیں کیونکہ تعظیم کا محل دل، زبان اور اعضاء ہیں اور یہ لوگ اس سے بہت دور ہیں۔

جواب: ہاں! لیکن گفتگو یہاں ان لوگوں کے ساتھ ہے جو قبور کی عبادت نہیں کرتے، اگرچہ مخالف کا یہ گمان ہے کہ جو اس کی اور اس کے شیخ کی مذکورہ بات کی مخالفت کرتا ہے وہ شخص قبور کی عبادت کرنے والوں سے ہے تو اپنی ذات پر رونا چاہے۔

اعتراض: صفحہ "۳۲۹" پر لکھا، اللہ سبحانہ گواہ ہے اور وہ گواہی کے لیے کافی ہے اس

کے فرشتے، رسول اور اس کے اولیاء کہ قبور کی عبادت کرنے والے موحدین کے مخالف ایسے نہیں۔۔۔۔(الیٰ آخرہ)

**جواب:** ہاں! لیکن یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں گفتگو ان کے ساتھ ہے جو قبور کی عبادت نہیں کرتے تو یہ موضوع سے نکل جاتا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۳۱" پر لکھا، کہ آپ کی قبر کی زیارت قربت ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے کہ آپ بقیع اور شہداء احد کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ یہ فاسد قیاس ہے کیونکہ ان دونوں زیارتوں کے درمیان واضح فرق ہے اور معترض نے اس فرق کو مانا ہے کہ آپ کا ان کے ہاں جانا ان پر احسان، ان پر شفقت اور ان کے لیے استغفار تھی اور آپ کی قبر مبارک کی زیارت آپ کی تعظیم کی خاطر اور اس سے تبرک کا حصول ہے۔

**جواب:** شیخ سبکی نے اس عبارت کے بعد جسے مخالف نے نقل کیا ہے یہ لکھا کہ زیارت قبور کی چار صورتیں ہیں:

**پہلی صورت:** موت اور آخرت کا یاد دلانا۔ **دوسری صورت:** مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔ **تیسری صورت:** ان میں موجود اہل تقویٰ سے برکت حاصل کرنا۔ **چوتھی صورت:** ان کے حق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ اُنس حاصل کرنا۔

پھر لکھا کہ زیارت قبر نبوی ﷺ میں یہ چار اُمور ثابت ہیں: یعنی وہ ان تمام کو جامع ہے، اگر چہ وہ دنیا سے غنی ہیں، اول تو ظاہر ہے، دوسری اس لیے کہ ہم آپ کے لیے دعا کرنے کے پابند ہیں اگر چہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری

دعا سے مستغنی ہیں۔ تیسری اور چوتھی اس لیے کہ مخلوق میں کوئی بھی آپ سے برکت والا نہیں اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کسی کا ہم پر حق ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا "ان کا قیاس صحیح ہے۔ اس میں کوئی فساد نہیں کیونکہ جو انہوں نے یہاں ذکر کیا اور مخالف اس کے در پے ہوا وہ زائد فائدہ ہے جس سے ان کا ارادہ اس کی توجیہ کرنا تھا" اس قیاس کا ہونا اولیٰ ہے تا کہ ان کے کلام میں موافقت ہو جائے بلکہ اس میں وہ چیز موجود ہے جو اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

**اعتراض:** کیسے اس زیارت پر اسے قیاس کیا جا سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی فساد متعلق نہیں بلکہ وہ محض مصلحت ہے اس زیارت کو جس میں سب سے بڑے فتنہ کا ڈر ہو اور وہ وسیلہ بنے اس چیز کا کہ جس کو صاحب مزار ناپسند کرے اور اس کے فاعل پر ناراض ہو۔

**جواب:** زیارت سراپا مصلحت

یہ خیال فاسد ہے کیونکہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعیہ سراپا مصلحت ہے اور وہ ہرگز کسی ممنوع چیز کی طرف نہیں پہنچاتی اور قیاس درست ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

**اعتراض:** حتی کہ اگر زیارت افضل قربات میں سے ہو تو یہ ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے۔ اس کا جسے صاحب مزار ناپسند کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے منع کیا ہے تا کہ آپ کی طاعت، تعظیم، محبت و توقیر ہو جیسے آپ نے اوقات مخصوصہ میں نماز سے منع کیا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت ہے کیونکہ اس سے اس چیز کا حصول لازم آتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند جانتا ہے۔

## جواب: نماز بھی قربت ہے

ہاں! لیکن زیارت شرعیہ ہرگز ممنوع چیز تک نہیں پہنچاتی تو مطلقاً سد الذرائع (ذریعہ کے بند کرنے کے لیے) زیارت کی ممانعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ گڑھنا ہے۔ امام قرافی نے ثابت کیا ہے کہ سد ذریعہ کا دعویٰ ہر مقام پر مقبول نہیں جیسے "نسیم الریاض" میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ زیارت اس لیے ترک نہ کیا جائے کہ اس موقع پر منکرات اور مفاسد ہوتے ہیں جیسے مردوں کا عورتوں کے ساتھ اختلاط وغیرہ کیونکہ قربات ایسی چیزوں کی وجہ سے ترک نہیں کی جاتیں بلکہ انسان یہ عمل کرے اور بدعات کو روکے اور جہاں تک ممکن ہو ان کا ازالہ کرے۔ علامہ ابن عابدین نے حاشیہ درمختار میں کہا: اس کی تائید وہ بات کرتی ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا ترک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والی خواتین بھی ہوں۔ اس کی تائید شیخ سمہودی کی "العقد الفرید" کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ ابو القاسم برزلی کہتے ہیں کہ شیخ عز الدین بن عبد السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حمام میں داخل ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ یہاں ایسے لوگ ہیں جن کی شرمگاہیں ننگی ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ایسے لوگوں کا حمام میں آنا جائز ہے۔ اگر وہ اس کو روکنے پر قادر ہیں اور اس روکنے پر انہیں ثواب ملے گا اور اگر وہ عاجز ہیں تو ناپسند جانے اور اسے ناپسند جاننے پر ثواب ملے گا اور جہاں تک ہو سکے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرے۔

السعی المشکور، میں ہے کہ زیارت کے مطلق استحباب کو جس نے اس لیے منع کیا کہ بعض صورتوں میں لوگوں سے ایسی چیزوں کا وقوع ہوتا ہے جو حرام ہیں تو وہ جاہل ہے کیونکہ نماز بعض اوقات ممنوع صورت پر پڑھی جاتی ہے جیسے دار مغصوبہ میں نماز اور دیگر چیزیں لیکن یہ اس سے مانع نہیں کہ نماز کو قربت نہ کہا جائے۔ عقل اور نقل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حق کو باطل کی خاطر نہ چھوڑا جائے ورنہ بہت سارے لوگ اکثر دین کو چھوڑ جائیں گے۔ حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ ثابت ہے:

لا یحرم الحرام الحلال — حرام، حلال کو حرام نہیں جانتا۔

(ابن ماجہ: ۱۔۶۴۹)

آپ ﷺ حرم میں داخل ہوتے جبکہ اس میں تین سو ساٹھ بُت تھے اور یہ کعبہ کے اندر تھے۔ اساف اور نائلہ بُت، صفا و مروہ پر تھے۔ کچھ صحابہ نے ان دونوں کے درمیان سعی کو ان بتوں کی وجہ سے محسوس کیا تو یہ ارشاد الٰہی نازل ہوا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا — اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۸)

تاکہ حق کو باطل کی خاطر نہ چھوڑا جائے۔ رہی اوقات مخصوصہ میں نماز سے نہی تو اس بارے میں نص وارد ہے جو اس کی حکمت بتا رہی ہے تو اس معنیٰ مذکور کی خاطر اس سے بچا جائے اور ہمارے لیے یہ اجازت نہیں کہ ہم اپنی طرف سے احکام شرع بنا لیں تو اسے اس کی نظیر بنانا باطل ہو گیا جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

اعتراض: صفحہ ''۳۳۲'' پر لکھا، زیارت اس کا سبب ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ وسلام کی وجہ سے رحمت پائیں تو اس سے بطور اعتراض کہا جائے گا کہ رحمت آپ کے نزدیک صلوٰۃ وسلام سے وہی پاسکتا ہے جو آپ کی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے حالانکہ ایسی بات نہ تم کہتے ہو اور نہ ہی تمہارے مسلمان کہتے ہیں۔

جواب: **مقصود رحمت عظیم ہے**

یہ بچوں پر بھی مخفی نہیں کہ رحمت کلی مشکک ہے۔ بعض اس میں قلیل اور بعض عظیم اور بعض اعظم ہیں۔ بلاشبہ جو رحمت آپ کی قبر انور کے پاس درود وسلام سے ہم حاصل کریں گے۔ وہ اس سے اعظم ہونگی جو قبر سے دور انہیں پڑھ کر حاصل کریں گے کیونکہ یہ دونوں حضور میں غائب سے افضل ہیں کیونکہ غالب حاضری کے وقت حضور قلب اور غائب کے وقت غفلت ہے۔ تو امام سبکی کا مقصود رحمت عظیمہ ہے اور اس پر دلالت مقام کی ہے یا کمال کے لیے یا شاید ان کی اصل عبادت یوں ہو۔ تو اب ہمارے لیے عظیم رحمت حاصل ہو جائے گی تو لفظ عظیم کاتب کے قلم سے رہ گیا ہے۔ اسی لیے علامہ ابن حجر کی ''الجوهر المنظم '' میں وارد یوں ہے تاکہ ہم قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھ کر رحمت برکت عظیم حاصل کریں کہ یہاں ملائکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

اعتراض: ہاں قبور کی عبادت کرنے والوں کی کھالیں اس سے کانپ اُٹھتی ہیں۔

جواب: جہاں کلام قبور کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ نہیں۔

اعتراض: صفحہ ''۳۳۳'' پر لکھا، جو نصوص آپ سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں، ان

میں تعظیم قبور کی ہر اس نوع سے ممانعت ہے جو شرک تک پہنچائے مثلاً قبر کی طرف نماز اور انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر چراغ جلانا۔ ان کی طرف سفر کرنا، انہیں میلہ بنانا اور وہاں اس طرح اجتماع کرنا جیسے عید کا اجتماع ہوتا ہے یا اس کی مثل کے بارے میں صحیح صریح محکم احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور معظم لوگوں کی قبور ہی اس نص اور علت سے مقصود ہیں تو بلاشبہ یہ سب سے بڑی ممنوع چیز ہے اور یہی اسباب شرک کا اصل اور یہی اس کائنات میں فتنہ کا سبب ہے تو اس کا کیسے تناقض و تعارض ہو گا ''زوروا القبور'' سے اور ان احادیث سے جن میں سے کوئی زیارت قبر کے بارے میں صحیح نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک ثابت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں کہ اس نے اس بارے میں کوئی چیز نہیں فرمائی۔

**جواب:** یہ تمام بلا فائدہ طوالت ہے بلکہ یہ باطل پر مشتمل ہے کیونکہ قبر نبوی ﷺ اور دیگر معزز لوگوں کی قبور کی زیارت طریقہ شرعی پر اور اسی طرح ان کی طرف سفر کرنا بھی جائز ہے اور وہ افعال نہیں جن کے بارے میں یہ نصوص وارد ہیں۔ اور نہ ہی یہ کسی طرح شرک تک پہنچاتے ہیں اور ان افعال سے ممانعت اس کی نہی کو مستلزم نہیں نہ لغتاً نہ شرعاً نہ عرفاً نہ ہی نصوص مذکورہ کی منع پر کس طرح دلالت ہے اور کبھی مذکورہ چیزوں کی طرف اس کا پہنچانا یہ فائدہ نہیں دیتا کہ وہ مطلقاً منع ہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس زیارت کا منع لازم آتا ہے جو مذکورہ چیز کی طرف پہنچائے اگر اس مخالف کا یہ زعم صحیح ہوتا تو آپ مطلقاً زیارت قبور کا دروازہ بند کر دیتے۔ اور شریعت ان تمام ذرائع کے بند

کرنے کا حکم دیتی کیونکہ شرک اور جو چیزیں اس کی طرف پہنچائیں بلاشبہ ممنوع ہیں۔ رہی وہ چیز جو کبھی اس تک پہنچاتی ہے اور کبھی نہیں پہنچاتی اس پر مطلقاً ممانعت کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ شریعت نے جس سے منع کیا وہ ممنوع ہوگی اور جس سے منع نہیں کیا وہ ممنوع نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ چیز جو ممنوع نہیں اس کی ایسے طریقہ پر ادائیگی جو ممنوع تک پہنچائے وہ بھی ممنوع ہوگی۔ اگر اس کی ادائیگی طریقہ مباح پر ہو تو وہ ممنوع نہیں ہوگی۔ کیسے جرأت کی جائے گی کہ صریح صحیح متفق نص مع اجماع کی تخصیص ایسی نص کے ساتھ کی جائے جو مشتبہ اور احتمال والی ہو باوجودیکہ اس کا مذکور کی طرف لوٹانا ممکن ہے تاکہ دلائل شرعیہ میں موافقت ہو جائے اور یہ ضروری ہے جیسے اس کی تقریر و تحقیق تفصیلاً گزری۔ تو جو مخالف نے تناقض اور معارضہ گمان کیا وہ انتہائی باطل ہے اور حدیث "زوروا القبور" اپنے اطلاق پر باقی ہے یہ کسی قبر کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی اب تک اور جب تک اس کی تخصیص پر کوئی باعث ہے اور اس کا یہ فاسد گمان خصوصاً آپ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں وارد احادیث نہ صحیح ہیں اور نہ ہی میں سے کوئی ثابت ہے۔ اس کا رد پیچھے گزرا اور یہ ثابت کیا کہ ان میں سے بعض حسن یا صحیح ہیں اور بعض ضعیف ہیں لیکن وہ اس فضیلت کی اس بات پر قابل استدلال ہیں۔ اس پر گواہ بنانا کہ آپ ﷺ نے اس بارے میں کوئی شے نہیں کی اس بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں کہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہے اور اس نے اس گواہی کے ساتھ اپنے نفس پر ظلم کیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (پ ۱۹ ،الشعراء:۲۲۷)
اور اب جانتا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

اسے اس چیز کا کیسے یقین حاصل ہو گیا جبکہ آئمہ محدثین نے منع پر نصوص قائم کیں جیسے تفصیلاً پیچھے گزرا۔

**اعتراض:** ہم نے اُوپر ذکر کیا کہ ان علماء میں سے کسی نے ایک روایت کو صحیح نہیں کہا اور نہ ہی کسی سے انہوں نے استدلال کیا بلکہ ان تمام کو انہوں نے ضعیف کہا اور ان پر طعن کیا اور ان کے ضعف کا سبب بیان کرتے ہوئے ان میں سے ایک جماعت نے ان پر کذب اور وضع کا حکم لگایا۔

## جواب: آئمہ کا استدلال

پیچھے ہم نے بیان کیا ہے جو ان دعوؤں کو جھوٹا قرار دیتا ہے اور ہم نے حق واضح کیا ہے جو ان احادیث مذکورہ میں ہے اور بعض کے ساتھ جن آئمہ نے استدلال کیا۔ ہم اس کا اعادہ نہیں کر رہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۴۳۳" پر لکھا، اسی طرح اپنے قول پر سلف وخلف کے اجماع کا دعویٰ ہے اگر وہ سلف سے مہاجرین انصار اور ان کے متبعین لیتے ہیں تو مخفی نہیں کہ ان کا دعویٰ اجماع اعلانیہ جھوٹ ہے کیونکہ ہم کئی دفعہ ذکر کر آئے ہیں کہ صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ صحابہ سے کوئی چیز ثابت نہیں۔

## جواب: واضح بُرہان لائیں

ہم تم پر اس بارے میں کئی دفعہ رد کر چکے ہیں اور ہم تم سے اپنی ذکر کردہ نفی پر واضح بُرہان کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کر لیا جائے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکور فعل پر جب صحابہ میں سے کسی نے انکار نہ کیا باوجودیکہ وہ اسے جانتے اور وہ کثیر تھے اور کوئی عذر بھی نہیں تھا تو یہ اس کے جواز پر اجماع سکوتی ہو گیا اور یہ چیز اس مسئلہ کے بارے میں کافی ہے جیسے اُصول میں ثابت ہے تو تمہارا مذکورہ دعویٰ اعلانیہ بہتان ٹھہرا۔

**اعتراض:** یہ ان کے علاوہ کسی سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی نے ان کی موافقت کی نہ خلفاء راشدین اور نہ ہی دیگر صحابہ نے۔ امام عبد الرزاق نے ''مصنف'' میں حضرت معمر اور انہوں نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا:

| | |
|---|---|
| ما نعلم ان احداً من اصحاب النبی ﷺ فعل ذلك الا ابن عمر | ہم اصحاب نبوی ﷺ میں سے کسی ایک کا فعل نہیں جانتے سوائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ |

(المصنف: ۳-۵۷۶)

## جواب: دیگر صحابہ سے ثبوت

ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں کہ ان کے علاوہ کسی سے عدم صحت سے ان سے واقع میں عدم لازم نہیں آتا اور نہ ہی کسی ایک کی عدم موافقت سے اس کی عدم مشروعیت لازم آتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایسے اُمور میں مشغول ہوں جو ان کے ہاں اس سے بھی

زیادہ اہم تھے باوجودیکہ ان پر کسی ایک نے اعتراض نہیں کیا۔ علاوہ ازیں جو مخالف نے ذکر کیا وہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان کے علاوہ صحابہ سے بھی یہ چیز ثابت ہے اور جو مصنف عبدالرزاق میں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس پر ہم گفتگو صفحہ "۱۲۸" اور "۲۲۷" پر کر چکے ہیں۔ یہ محض تکرار ہے جو مخفی نہیں۔

**اعتراض:** کیسے امام مالک رحمہ اللہ کی اس مسئلہ میں اجماع سلف وخلف کی مخالفت کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ وہ قدیم وحدیث میں اہل مدینہ کے عمل سے زیادہ آگاہ ہیں اور انہوں نے تابعین کو دیکھا جنہوں نے صحابہ کو دیکھا اور انہوں نے صحابہ کی اتباع کی۔ پھر نذر ماننے والوں کو قبر پر آنے سے منع کیا اور اجماع اُمت کی مخالفت کی۔

**جواب:** جو نذر ماننے والے کو قبر پر آنے سے منع کرنے سے منع نقل کیا گیا، اس پر تفصیلی گفتگو صفحہ "۲۲" پر گزر چکی ہے۔ رہا امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں زیارت کا قربت ہونا، تو یہ صحت کے ساتھ ان سے ثابت ہے جیسے ان سے ابن ھبیرہ اور دیگر لوگوں نے نقل کیا اور اس سے آئمہ موالک کی کُتب مالامال ہیں۔ رہا زیارت کی کثرت کو اہل مدینہ کے لیے مکروہ کہنا، اس پر گفتگو صفحہ "۴۸، ۴۹" پر گزر چکی ہے۔ تو اس کی نسبت اس مسئلہ میں اجماع مذکور کی طرف بلاشبہ صحیح ہے کیونکہ مسلمانوں کے سلف وخلف میں سے کسی نے بھی ابن تیمیہ کے دور تک اس سے اختلاف نہیں کیا۔ کیونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں کے اجماع کو توڑا جیسے اول کتاب میں گزرا۔

**اعتراض:** امام زین العابدین علی بن حسین جو اہل بیت سے افضل اور اپنے وقت میں سب سے بڑے عالم ہیں انہوں نے اس شخص کو منع کیا جو قبر کے پاس کھڑکی سے داخل ہوا اور دعا کی۔

**جواب:** اس پر پہلے گفتگو گزر چکی ہے اور اس کے بعد مخالف نے حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ اس پر بھی صفحہ ''۱۷'' اور ''۱۰۹'' پر گفتگو آ چکی ہے۔ اسی طرح اس مخالف نے جو ابراہیم بن سعد کے حوالے سے نقل کیا۔ اس پر بھی گفتگو ''۲۵۴'' پر آئی۔ جس میں مخالف کے خیال و گمان پر کوئی دلیل نہیں۔ اس مقام کا مطالعہ کیجیے۔ اسی سے آئندہ آنیوالے صفحہ پر اس کا یہ قول ساقط ہو جاتا ہے کیا ان سربراہ علماء سے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اجماع کی مخالفت کی؟

**اعتراض:** صفحہ ''۴۳۵'' پر لکھا، قبور کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ اجماع نہیں مگر وہ چیز کہ جس پر انہوں نے عوام و جہال کو دیکھا کہ ہر دور میں ایسے لوگ جن میں علم دین کم ہوتا ہے۔

**جواب:** باوجودیکہ یہ آئمہ اور حاملین شریعت پر بدظنی ہے جن پر شریعت کا مدار ہے اور اس گفتگو سے یہ تمام باطل اور مردود ہے جو صفحہ ''۳۱۸'' پر گزری اور ''۷، ۸، ۲۷'' کو بھی ملا لیجیے۔

**اعتراض:** جس نے اس چیز سے منع کیا تو یہ ان چیزوں میں سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول نے منع کیا اور اس نے ڈرایا اس چیز سے جس سے رسول نے بعینہ ڈرایا ہے اور ان مفاسد پر تنبیہ کی جن سے رسول نے ڈرایا بصورت تعظیم قبور، انہیں میلہ اور بُت بنانا اور ایسے مناسک جن کی طرف ارادہ کیا جائے جیسے خانہ کعبہ کا حج کیا جاتا ہے

اور ان کے پاس دعا، تضرع اور عاجزی کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے جیسے مناسک حج میں کیا جاتا ہے انہیں کائنات کے لیے مددگار، حاجتوں کو پورا کرنے والا، ضروریات کو پانے والے، تکالیف کو دور کرنے والے بنایا تو یہ دین میں اسے مشروع کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اس کے مخالف لوگوں نے اسے مشروع قرار دیا۔

**جواب:** اس میں رُسوا کن مغالطہ ہے کیونکہ قبر نبوی ﷺ اور دیگر انبیاء وصالحین کی قبور کی زیارت شرعیہ اور ان کی طرف سفر کرنا طریقہ شرعی پر اور ان کی قبر کے پاس دعا کرنا اور ان سے حاجات میں مدد مانگنا بغیر بے ادبی کے نہ اس سے اللہ تعالیٰ نے نہ اس کے رسول نے منع کیا اور نہ ہی اس سے ڈرایا ہے اور نہ ہی اس میں ہرگز فساد ہے اور نہ یہ اس چیز کی طرف پہنچاتا ہے، جس نے اس سے منع کیا ہے بلاشبہ اس نے دین میں ایسی رہنمائی کی جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور ان دونوں پر جھوٹ گھڑا۔ امام سبکی رحمہ اللہ نے ''شفاء السقام'' میں ان مباحث کو خوب بیان کیا۔ ہم نے بھی اس پر اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں ایسی گفتگو کی جس کی اس مختصر مقالہ میں گنجائش نہیں۔ چاہیں تو اس مقام کو پڑھ لیجیے۔

**اعتراض:** صفحہ ''۳۳۶'' پر لکھا کہ ہم قبور کی عبادت کرنے والے سے بات کر رہے ہیں۔

**جواب:** اس کا رد پیچھے صفحہ ''۳۲۵'' پر گزر چکا ہے۔

**اعتراض:** اس کا جواب اس سے معلوم ہو گیا ہے جو ہم نے پیچھے گفتگو کی ہے۔

**جواب:** جو ہم نے پیچھے تحقیق کی اور لکھا ہے۔ اس سے اس دعویٰ کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے۔

اعتراض: تم اور تمہارے ہم مثل اس تعظیم سے کم حصہ پانے والے ہیں اگرچہ تمہارا نصیب وہ غلو ہے، جس کی آپ نے مذمت کی اسے ناپسند کیا اور اس سے منع کیا اس میں تمہارا حصہ کثیر ہے۔

## جواب: بعض اہل علم کا فتویٰ تکفیر

تم نے اس بارے میں جھوٹ بولا ہے تم اور تمہارے ساتھی مذکور چیز کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ تم نے ہی اس تعظیم کی اصل اور اس کے قاعدہ کی مخالفت کی اور تم نے ان خرافات پر اکتفا کیا جن کو تم نے خود گھڑا۔ اور ان کی اطاعت کی حتی کہ بعض اہل علم نے تمہیں اس پر کافر قرار دیا۔

اعتراض: صفحہ "۳۳۷" پر لکھا، اس حقیقی جدائی کے باوجود تم نے ایسی تعظیم کی جو قبور کی تعظیم ناپسند ہے اور ان کے بارے میں تم نے وہ مشروع قرار دیا جبکہ وہ ضد ہے اس چیز کی جسے مشروع قرار دیا گیا اور اس تعظیم کے ذریعے تم اس کے مقصود کو باطل کرنے کی طرف لوٹ آئے اور تم نے اپنے خیال میں اس تعظیم کی جس کی تعظیم کرنا ناپسند تھا اور تم اس چیز کے قریب گئے جس نے تمہیں دور کر دیا اور اس کی وجہ سے تم نے ایمان ضائع کر لیا۔

## جواب: زیارت شرعیہ کا مشروع ہونا

یہ محض افترا اور انتہائی غبی ہونا ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ مطلقاً شرعی طریقہ سے زیارت قبور کے قول میں ایسی تعظیم نہیں جسے نبی نے ناپسند جانا ہو اور نہ یہ اس کی ضد ہے جسے آپ نے مشروع کیا اور نہ ہی اس سے مقصود کو باطل کرنا اور نہ ہی اس تعظیم کے

ذریعے ایمان کو کمزور کرنا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ ان احادیث کے معنیٰ کو نہیں سمجھ سکا جس میں اس کے مشروع ہونے کی بات ہے۔ اور یہ گمان کیا جو اسے اپناتا ہے وہ قبور کی شریعت میں ممنوع تعظیم کا مرتکب ہوتا ہے اور اس نے ان دونوں اُمور کے درمیان کوئی فرق نہیں جانا جو آنکھوں والے کے لیے صبح سے زیادہ واضح ہے۔

**اعتراض:** آپ ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ لازم ہے کیا اس سے مراد وہ مبالغہ ہے جسے ہر کوئی تعظیم گمان کرتا ہے۔

## جواب: جس کی شرع نے اجازت دی

اس سے مراد وہ ہے جو دیگر مسلمان آپ کے لیے تعظیم جانتے ہیں۔ مگر شریعت نے جس سے منع کر رکھا ہے کیونکہ یہ سلف صالحین اور گزشتہ آئمہ کا طریقہ ہے اور اب اس میں تمہارے کلام کی شق داخل ہوگی اور اس پر شق اول سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اگرچہ اس میں نظر ہے جیسے اُوپر گفتگو سے معلوم ہو چکا ہے۔

**اعتراض:** صفحہ "۳۳۸" پر لکھا، لیکن یہ معترض اور اس کے ساتھی اس سے بہت دور ہیں اور جب لوگ ان کے منازل تعظیم پائیں گے تو ان کی منزل اس سے دور ہوگی اور وہ اور اس کے دشمن اسی طرح ہیں جیسے اول نے کہا:

نزلوا بمكة في قبائل هاشم      ونزلت بالبيداء ابعد منزل

(لوگ مکہ میں قبائل ہاشم میں اُترے اور تم مقام بیداء میں کہیں دور اُترا)

**جواب:** یہ فحش بے حیائی ہے۔ اس کے عذر میں۔ واللہ اعلم۔ دو معاملات ہیں: ایک وہ جس کی طرف کسی نے یوں اشارہ کیا:

**اذا ساء فعل المرء ساء ت ظنونه وصدق مایعتاده من توهم**

دوسرا وہ نہیں جانتا کہ امام سبکی اور اس کے ساتھیوں کا دین اس چیز کو ان کے لیے جائز قرار نہ دے سکتا۔

**واذا خفیت عن الغبی فعائذ الا ترانی مقلة عمیاء**

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس مخالف نے یہ نسبت کیسے کر دی کہ وہ غیب کے ذریعے اس پر مطلع ہوا؟ ہاں! ممکن ہے کہ اس کے اس کتاب میں خبیث ذوق میں سے کشف ذوقی ہو۔

**ویری انه البصیر بهذا وهو فی العمی ضائع العکاز**

ہاں! مجھے تعجب میں ڈالا ہے جو اس نے اس مذکورہ شعر سے استشہاد کیا اور ہم اس سے اس کے اور کے ہم مثل کے خلاف استشہاد جانتے ہیں۔

**اعتراض:** جس نے اسے چھوڑا، اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور اس کے حکم کی نافرمانی اور تعظیم کو ترک کیا۔

**جواب:** ہاں! لیکن قبر نبوی ﷺ کی زیارت شرعیہ اور اس کی طرف شرعی طریقہ سے سفر مذکور کا ترک نہیں اور اس سے اس کا مطلقاً ترک لازم نہیں آتا جیسے ہم نے پیچھے کئی دفعہ ذکر کر دیا۔

**اعتراض:** آخر کتاب میں کہا، آپ ﷺ کی قبر مبارک کو میلہ بنانا اور اس کی طرف سفر کرنا جیسے کہ بیت اللہ کی طرف سفر کیا جاتا ہے اور وہاں وہ عمل کرنا جسے اللہ تعالیٰ

اور اس کا رسول ناپسند کرتا ہے اور ان کے کرنے والوں سے بیزار ہوتا ہے اور وہ دعا کا مقام بناتے ہیں، حاجات طلب کرتے ہیں، تکالیف کی دوری چاہتے ہیں۔ جس نے ان کو اپنا دین بنایا اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا اور اس کے دین کو بدلا۔

جواب: یہ قبر کی طرف سفر اور اسے دعا کا مقام بنانے میں تسلیم نہیں کیونکہ اس کی طرف شرعی طریقہ سے سفر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ ان دلائل کی وجہ سے جو اس پر موجود ہیں اور اس تنازعہ کرنے والے کی گفتگو خواہ وہ کوئی ہو مردود ہے جیسے کہ ان علماء اُمت محمدیہ نے تحقیق کی اور لکھا جن پر نقل شریعت مبارکہ میں اعتماد ہے اور ہم نے اس میں سے کچھ ان صفحات پر گفتگو نقل کر دی۔ "۴، ۸، ۲۷، ۲۸، ۵۱، ۸۳، ۱۴۸، ۱۵۳، ۱۵۴، ۲۲۶، ۲۴۰" وغیرہ۔ اور اس لیے کہ قبر مکرم کے پاس دعا شریعت مطہرہ میں ممنوع نہیں اور نہ ہی اس کی ممانعت پر سنت مطہرہ کا ورود ہے بلکہ وہ شرعی طور پر محبوب اور آئمہ دین میں سے محقق علماء کا معمول ہے اور یہ چیز یقین کے ساتھ سلف صالحین سے صادر ہے جیسے ان صفحات "۳۵، ۳۶، ۱۲۵، ۲۶۸" پر گفتگو گزری ہے۔ ہم اسے لوٹا کر طوالت نہیں چاہتے، ہم نے اس پر تفصیلی گفتگو اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں کر دی ہے جو بیمار کو شفا اور مریض کو صحت دے۔ اور مخالف کا یہ دعویٰ کہ جس نے اسے اپنا دین بنایا اس نے دین پر جھوٹ باندھا اور دین کو بدلا یہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر افترا اور بلا دلیل جھوٹ ہے اور اس نے اپنے دین میں وہ چیز گھڑی جو دین میں سے نہیں تو یہ اس کے دعویٰ کرنے والے اور اس کے تقلید کرنے والے کی طرف لوٹے گی۔

# خاتمہ

الغرض اس رسالہ میں ہماری تفصیلی گفتگو اور تحقیق سے یہ واضح طور پر ظاہر ہو گیا کہ بلاشبہ اس کتاب میں ابن عبد الہادی رحمہ اللہ تعالیٰ عجائب لایا جو اس پر مصائب ہیں اور ان کی طرف اس سے پہلے ان کے شیخ کے علاوہ کوئی نہیں گیا اور نہ ہی بعد کے لوگوں نے اس کے ساتھ موافقت کی ہے البتہ جو اس کے نقشے قدم پر چلا۔ کاش وہ اس کتاب کے لکھنے میں اپنے نفس کو نہ تھکاوٹ میں ڈالتا، اس کے ذریعے اپنے نفس پر ہی گمراہی اور باطل میں سرکشی اور حق میں یقین کو ترک کیا ہے۔ فنعوذ باللّٰہ العظیم

اللہ تعالیٰ رحم کرے ابن تیمیہ اور اس کے تلامذہ ابن قیم، ابن رجب اور مذکور، ابن عبد الہادی پر وسیع رحمت کہ یہ لوگ اپنی تبحر میں کوئی نظیر نہیں رکھتے اور یہ مستحق ہیں کہ وہ تمام قبول کیا جائے جو انہوں نے ثابت کیا۔ کاش وہ کمزور اقوال، فاسد آراء، مردود دعوے اور باطل ملمع کاری نہ کرتے۔ میں اللہ عظیم رب عرش کریم سے اپنے لیے، ان کے لیے، اپنے والدین کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کا مجھ پر حق ہے۔ اہل ایمان مردوں، عورتوں مسلمان مردوں اور عورتوں، زندوں اور اموات کے لیے طلب مغفرت کرتا ہوں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف خلق اللّٰہ

سیدنا مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

جب تک قلمیں باری تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں یا یہ پڑھنے والے کی سننے والے ہیں۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ۲۳، الصافات: ۱۸۰ تا ۱۸۲) پاکیزگی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

عبد فقیر ابراہیم بن عثمان سمنودی منصوری خطیب جامع ولی اللہ شیخ ریحان جو منصورہ میں ہے، رمضان کی کچھ راتوں ۱۳۱۹ھ میں اسے تحریر کیا۔

اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نفع عام دے اور اس پر ثواب عظیم عطا کرے وہ جسے چاہے اس پر قادر ہے اور وہ قبولیت کے زیادہ لائق ہے اس کے علاوہ کوئی رب نہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

الحمدللہ، اس کتاب کا ترجمہ ۱۷ المحرم الحرام ۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۱ نومبر ۲۰۱۴ء بمقام جامعہ اسلامیہ لاہور میں مکمل ہوا۔

مسالة فی شد الرحال الی غیر المساجد الثلاثة

# تین مساجد

## کے علاوہ کی طرف سفر

تصنیف

شیخ محمد امیر صنعانی

(ت: ۱۱۸۲)

ترجمہ

محقق عصر مفتی محمد خان قادری

مترجم تفسیر کبیر

صفہ فاؤنڈیشن

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ الطاہرین

حمد وصلاۃ کے بعد، یہ مسئلہ میں نے حدیث صحیح ''لاتشد الرحال الا ۔۔الخ۔ پر تحریر کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے کہا: حدیث ''لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ''[1] (جسے امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا) کے الفاظ بصورت خبر، نہی ہیں۔ جیسے حدیث صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بطور فرمان نبوی الفاظ نہی یوں ہیں ''لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ''[1] (البخاری: ۱۹۹۵) ابن تیمیہ نے لکھا، صحابہ وتابعین کے درمیان اس بارے میں کوئی نزاع نہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نہی ہے کیونکہ اس کے الفاظ صراحۃً نہی ہیں۔

**دو اقوال:** اختلاف اس بارے میں ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا نفی فضیلت کے لیے؟

اس بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں: اکثر متقدمین پہلے قول پر ہیں۔

## محترم مقامات کا معاملہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ نہی ان تین مساجد کے علاوہ محترم مقامات کی طرف سفر کو شامل ہے؟ تو ایک قول یہ ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ یہ مفہوم مخالف کے طور پر ان کی طرف سفر سے نہی کو شامل ہے کہ جب ان تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر سے منع کیا تو جو مسجد نہیں اس کی طرف سفر سے نہی بطریق اولیٰ ہوگی یا یہ شمول بطریق الفاظ ہے۔ جن صحابہ نے اس حدیث کو روایت کیا انہوں نے اسے تین مساجد کے علاوہ بھی عام رکھا جیسا کہ مؤطا، مسند اور سنن میں حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کہاں سے واپس آ رہے ہو؟ فرمایا: طور سے آ رہا ہوں، عرض کیا کہ اگر میں آپ کو اس کی طرف نکلنے سے پہلے ملتا تو آپ وہاں نہ جاتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سفر نہ کرو مگر ان تین مساجد کی طرف ''مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد بیت المقدس'' (المؤطا: ۱۔۱۰۸۔۱۰۹) امام عمر بن شبہ نے ''اخبار المدینۃ'' میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ ان کے ہاں طور پر نماز کا ذکر ہوا تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لیے سفر نہ کرو مگر مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

(مسند احمد: ۳۔۶۴)

ابن تیمیہ نے لکھا کہ انہوں نے اس میں لفظ ''مسجد'' روایت کیا اور واضح کیا کہ یہ طور کو بھی شامل ہے اور اگر مسجد نہ ہوتو بطریق اولیٰ ہوتا کیونکہ جو طور کا سفر کرتے وہ اس کا قصد مسجد ہونے کی وجہ سے نہ کرتے بلکہ وہاں کوئی شہر نہیں کہ مسلمانوں نے وہاں مسجد بنائی ہو اور جہاں نماز نہ پڑھی جائے وہاں مسجد بنانا بدعت ہے تو لوگ اس مقام کے شرف کی وجہ سے اس کا سفر کرتے تو واضح ہو گیا کہ مساجد سے نہی، دیگر مقامات کو بطریق اولیٰ شامل ہے اور حدیث صحیح میں آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب مقامات مساجد ہیں۔ (مسلم :۶۷۱) جب ان تین مساجد کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے محبوب مقامات (مساجد) کا سفر حرام ہے تو جو فضیلت میں ان سے کم ہیں ان کی طرف سفر پر نہی بطریق اولیٰ ہوگی۔ اور لکھا کہ انبیاء اور اولیاء کی قبور کی طرف سفر کے بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں:

**پہلا قول:** یہ سفر معصیت وگناہ ہے۔ دوسرا قول: یہ حرام نہیں لیکن اس میں کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی یہ مستحب ہے۔

تو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ ان کی قبور کی طرف سفر قربت، عبادت اور طاعت ہے اس نے اجماع کی مخالفت کی اور جب اس نے اسے طاعت سمجھتے ہوئے سفر کیا تو یہ بالاجماع حرام ہوگا۔ پھر اس نے ابو محمد بن حزم سے نقل کیا کہ ان تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر حرام ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے آثار کی

طرف سفر مستحب ہے اور لکھا کہ یہ اس لیے کہ وہ مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔

(الاحکام فی اُصول الاحکام:۲_۳۲۳)

اور لکھا، انہوں نے آثار انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے نہ قبور کا، میرے مطالعہ میں محض زیارت قبور کے لیے سفر کسی ایک مسلمان عالم نے مستحب قرار نہیں دیا ان میں یہ تنازعہ ہے کہ کیا یہ ممنوع ہے یا مباح؟ یہاں ابن تیمیہ کی گفتگو ختم ہو گئی جو ان اُصول کے فروع میں طویل ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ:۲۷_۲۰)

اس مسئلہ کی وجہ سے ابن تیمیہ پر مصیبت پر آتی اور اس کی تکفیر کی گئی اور ان کے اور مخالفین کے درمیان طویل جدال ہوا کیونکہ ابن تیمیہ نے زیارت قبر نبوی ﷺ کے لیے سفر کو صراحۃً حرام لکھا اور کہا بلکہ سفر آپ کی مسجد کی زیارت کے لیے کیا جائے اور اس میں تبعاً قبر انور کی زیارت بھی داخل ہو جائے گی۔ یہ اس کی گفتگو کا معنیٰ و مفہوم ہے۔

بندہ کہتا ہے کہ بلاشبہ سفر اور شد رحال کو احکام خمسہ شامل ہیں کبھی یہ لازم ہوتا ہے مثلاً حج کے لیے سفر جب اس کی شرائط پائی جائیں اور جہاد کے لیے سفر، فرمان الٰہی ہے ''اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا (سورۃ التوبہ:۴۱)'' (کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) کبھی سفر مستحب ہوتا ہے مثلاً طلب حلال تجارت وغیرہ کے لیے سفر۔ کبھی یہ قسم لازم ہو گی مثلاً طلب علم کے لیے سفر کرنا۔ فرمان الٰہی ہے: ''فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ (سورۃ التوبہ:۱۲۲)'' (تو کیوں نہ ہو

کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں) اور "اطلبوا العلم ولو بالصین" کبھی یہ حرام ہوتا ہے مثلاً طاعون اور جنگ سے بھاگنا ، ہر صورت کی انواع ہیں۔ کبھی سفر مباح ہوتا ہے اور یہی بطور سفر اصل ہے اس میں ہی فرمایا "فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (سورۃ الملک:۱۵)" (تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ) اور فرمایا: "اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (سورۃ الروم:۹)" (اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا؟) اور سفر عبرت وتفکر، مسنون سفر میں شامل ہے اور قرآن میں یہ کثیر موجود ہے۔

ان تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر سے نہی ثابت ہے مگر اس روایت میں یہ خبر مجمل ہے جبکہ دوسری حدیث میں واضح طور پر "الی مسجد" کے الفاظ ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ممنوعہ سفر ان تین کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نماز کے لیے ہے، نہی کی وجہ واضح ہے کہ کسی کو اپنے وطن سے دین یا دنیا کی طلب کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے اور واضح ہو گیا کہ ان تین کے علاوہ کسی جگہ ثواب میں اضافہ نہیں ہو سکتا ان کی طرف سفر ان میں نماز اور طلب دین کے لیے نکلے گا اور ان کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نکلنے والا ضائع سفر کرنے والا ہے نہ اس میں دین کی طلب ہے نہ دنیا کی۔

رہا حضرات انبیاء واولیاء کی قبور، رشتہ دار اور آباء سے ملاقات کے لیے تو اس سفر کے بارے میں یہ حدیث قصداً در پے ہی نہیں۔ جن صحابہ نے اس سے نہی سمجھی جیسا کہ تمہارے علم میں آیا کہ طور کی طرف سفر کو اس نہی میں شامل کیا تو یہ معلوم ہے کہ

انہوں نے اسے مفہوم مخالف سے ہی سمجھا کیونکہ انہوں نے جانا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقط نماز کے لیے گئے ان کا اور کوئی ارادہ نہ تھا، تو یہ سفر نہ سبب مباح اور نہ مندوب کے لیے تھا۔ اس لیے دوسری حدیث کے الفاظ ہیں "الی مسجد یبتغی فیه الصلاة" جب یہ ثابت ہوگیا کہ صراحۃً ممنوع ان تین مساجد کے علاوہ مسجد میں نماز کے ارادہ سے سفر ہے تو اب یہ حدیث ان تین کے علاوہ کسی مسجد کی طرف طلب علم یا اخ فی اللہ سے ملاقات جو مسجد میں مقیم ہے یا اس کے علاوہ ہے۔ کے سفر سے نہی نہیں ہوگی تو زیارت قبور کے لیے سفر کو یہ نہی شامل ہی نہیں کیونکہ یہ سفر مسجد کے علاوہ کی طرف ہے اور وہاں نماز بھی مقصود نہیں تو یہ سفر کی قسم، مباح میں شامل رہے گا یا یہ مستحب ہوگا اور اس سے ثواب کی اُمید کی جاسکتی ہے یا یہ فقط زیارت کے لیے بطور بدعت ہوگا جو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ ہی سلف اُمت سے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها" (مسلم: ۹۷۷) مطلق ہے جو زیارت کے لیے سفر وغیرہ کو شامل ہے لیکن اس میں توقف ہے کیونکہ اولاً جس زیارت قبور سے نہی تھی پھر اس کی اجازت دی گئی تو کیا اس میں پہلے سفر تھا کہ اب اس سفر کی اجازت شامل ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ "عن زیارة القبور" کی اضافت برائے زیارت معہودہ معینہ ہے اسی طرح "فزوروها" کی ضمیر بھی زیارت معہودہ کے لیے ہے، مجھے اس بارے میں کسی طریقہ سے شرح صدر نہیں ہو لہٰذا اس میں ناظر بحث کر سکتا ہے اگر اس کے پاس اس پر دلیل ہے کہ نہی

سے پہلے لوگ زیارت کے لیے سفر کیا کرتے تھے تو اب قبور کی زیارت کے لیے سفر کا استحباب ثابت ہو جائے گا کیونکہ کم از کم زیارت کا حکم استحباب کا فائدہ دیتا ہے۔

رہی یہ بات کہ زیارت قبور کے لیے سفر حرام تھا اس پر کوئی قوی دلیل نہیں اور اباحت معلوم کا ارتفاع اور تحریم کا اثبات نہایت مشکل مرحلہ ہے، علاوہ ازیں مفہوم مخالف جو ابن تیمیہ نے ذکر کیا مسلم ہے اور مراد یہ ہے کہ نماز کے لیے تین کے علاوہ کی طرف سفر نہ کیا جائے یہ بدعت ہے تو بطریق اولیٰ نماز کے لیے ان کے علاوہ کی طرف سفر نہ کیا جائے، گفتگو زیارت قبر کے لیے سفر میں ہے نہ کہ نماز کے لیے۔ اور نہ ہی قبر کے پاس جائز نہیں کیونکہ دیگر دلائل سے نماز سے منع کیا گیا ہے اگرچہ حدیث ''لا تشد الرحال '' نہ بھی ہو۔

اس سے ابن حزم کے اس قول کی صحت واضح ہو گی کہ آثار انبیاء علیہم السلام کی طرف سفر مستحب ہے اور یہ مفہوم مخالف کے باوجود بھی صحیح ہے۔ لیکن دل میں لفظ مستحب کے بارے میں کچھ نظر ہے کیونکہ ہم اباحت اصلیہ کے علاوہ پر کوئی دلیل نہیں پاتے۔

**سوال:** کیا زیارت عبد القادر، ابن علوان اور دیگر کی طرف سفر اباحت کے تحت داخل ہے؟

**جواب:** ہماری گفتگو زیارت شرعیہ میں ہے جس میں میت کے لیے دعا یا سلام واستغفار کی صورت میں احسان ہے، جن لوگوں کی زیارت کا تذکرہ تم نے کیا وہ بالاجماع حرام ہے کیونکہ اس میں میت سے طلب احسان، نفع، ازالہ نقصان، قبر کا طواف اور اس کا بوسہ ہے جیسے مشرکین اپنے بتوں سے کرتے ہیں یہ معاملہ دونوں کا برابر ہے۔ ہم نے اس

پر تفصیلی گفتگو اپنے رسالہ "تطہیر الاعتقاد عن ادران الالحاد" میں کی ہے۔

اس تفصیل کے بعد واضح ہو گیا کہ رشتہ داروں اور اخوان کی زیارت کے لیے سفر کی اجازت ہے نہ کہ منع، یہ صرف مباح ہی نہیں بلکہ مندوب ہے، کبھی واجب ہو گا کیونکہ اس میں متواتر احادیث بلکہ قرآنی آیات ہیں جو صلہ رحمی اور رشتہ داروں کا شوق دلاتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں فرمایا: "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" (سورۃ الاسراء:۲۶) (اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے) اور ان کا حق، ملاقات بھی ہے خواہ سفر کرنا پڑے مثلاً والدین ہوں یا رشتہ دار، درمیان میں مسافت ہو تو اب ملاقات کے لیے سفر کی ضرورت ہو گی اور اس سفر کا تارک ان کا حق ادا نہ کر سکے گا۔ والدین اور رشتہ داروں کے بارے میں احادیث موجود ہیں اور امر متواتر ہے جن کی یہ اوراق گنجائش نہیں رکھتے اور کوئی ان کا ردو انکار نہیں کر سکتا۔ صلہ رحمی اموال، ملاقات، احسان کے ذریعہ متعدد صورتوں میں ہو سکتی ہے اور معاشرہ کے عرف ان حقوق میں معروف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان معروف کے مطابق رہنا سنت بنایا ہے۔ فرمایا: "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ:۲۳۳)" (اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور) اور فرمایا: "فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ (سورۃ الطلاق:۶)"۔ (پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اُجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو)

صلہ رحمی یہ متعارف حکم حق جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی طرف علاقے اور قرب رحم اور اس کا بُعد مختلف ہے ہر علاقہ کا عرف ہے جس کی وجہ سے وہ صلہ رحمی کرنے والے بنتے ہیں اور اس سے صلہ رحمی کا انقطاع ہوتا ہے۔ یہاں ہمارا مقصود رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے سفر کا حکم ہے۔

اخوان کی ملاقات کے بارے میں امام مسلم بن حجاج نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی کسی قریہ میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستہ میں فرشتہ بھیجتا ہے جو پوچھتا ہے کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ آدمی بتاتا ہے کہ اس شہر میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں، فرشتہ پوچھتا ہے کہ کیا تجھ پر اس کی نعمت واحسان ہے؟ آدمی کہتا ہے ایسی کوئی بات نہیں میں فقط اللہ عزوجل کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسے تو اس اپنے بھائی سے کرتا ہے۔ (مسلم: ۲۵۶۷)

الفاظ حدیث ''دوسری بستی میں'' بتا رہا ہے کہ اس کی طرف سفر ہوگا اور ''شد رحال'' سے مراد سفر ہی ہے کیونکہ اگر کوئی ممنوع کی طرف چلتا ہے تو بھی نہی کے تحت داخل ہوگا تو یہ حدیث یہاں بطور عادت وغلبہ ہے۔

جب تم نے ہماری گزشتہ گفتگو اچھی طرح سمجھ لی تو اب پہچان چکے ہونگے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مسئلہ ''شد رحال'' میں مبالغہ سے کام لیا اور روایت کو اس پر محمول کیا جس کی

گنجائش اس میں نہیں اور تم جان چکے ہو کہ سفر سے نہی ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز کے لیے ہے اور اس کے علاوہ سفر، مطلق سفر کی اباحت کے تحت باقی ہے اور کبھی اس کے ساتھ ایسی چیز لاحق ہو جاتی ہے جو اسے واجب، حرام، مندوب یا مکروہ بنا دیتی ہے۔

## زیارت نبوی ﷺ اور احادیث مبارکہ

ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور کی فقط زیارت کی طرف سفر پر احادیث موجود ہیں اگر چہ وہ کلام سے خالی نہیں لیکن ان کا مجموعہ اس کے جواز و ندب پر استدلال کے لیے کافی ہے اور انہیں کوئی نہی عارض نہیں۔ البتہ ابن تیمیہ نے حدیث ''لاتشد الرحال'' سے استنباط کا تکلف کیا ہے اور ہم نے اس وارد نص میں ممنوع کے بارے میں گفتگو کر دی ہے۔

اولیٰ یہی ہے کہ جو آپ ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرے وہ آپ ﷺ کی مسجد کی نیت کرے کیونکہ اس کی طرف سفر کی اجازت ہے تو آپ ﷺ کی مسجد کے تابع آپ کی زیارت بھی داخل ہوگی۔

واضح رہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اجماع کے ساتھ بار بار استدلال کیا ہے اور کہا اجماع حجت ہے حالانکہ ان کے امام، امام احمد فرماتے ہیں جس نے اجماع کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے۔ اس کی تصریح ہمارے رسالہ ''الجواب علی صاحب نجد محمد بن عبد الوهاب'' میں ہے۔ والی اللہ المرجع والمآب۔ واللہ اعلم

تکمیل ترجمہ: ۱۷ جون ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک

وقت: ۱۱:۱۵ مقام: جامع مسجد رحمانیہ شادمان لاہور

# المقالة المرضية

# فی الرد

# علی من ینکر الزیارۃ المحمدیۃ

تصنیف

قاضی القضاۃ امام ابو عبد اللہ محمد سعدی مصری اخنائی مالکی

(ت: ۵۰ھ)

ترجمہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

مترجم تفسیر کبیر

صُفّہ فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کی حاضری پر اُمت کا اجماع ہے۔

پہلا شخص جس نے زیارت نبوی ﷺ کے لیے سفر حرام قرار دیا وہ ابن تیمیہ ہے اس کی تردید تمام اُمت نے کی۔

اس دور کے قاضی القضاۃ امام ابو عبداللہ محمد سعدی مصری اخنائی مالکی (ت: ۷۵۰) نے اس کے رد میں مختصر جامع مقالہ لکھا، علامہ محمد زاہد کوثری نے اسے تلاش کیا اور شیخ علامہ عزامی نے اسے "براهين الساطعة" کے آخر میں اسے شائع کیا۔

ہم عظیم محقق عبدالحق انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اسے تلاش کیا اور ہمیں اس کے ترجمہ کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ عزیزم میثم عباس رضوی کو سلامت رکھے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے املا کیا خطبہ کے علاوہ ایک ہی نشست میں اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔

قارئین دعا کریں اس دور کی باقی چیزیں بھی دستیاب ہو جائیں تا کہ انہیں بھی شائع کر دیا جائے۔

محمد خان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریف اللہ کی جس نے حق کی مدد فرمائی، اس کے میناروں کو قائم رکھا۔

باطل کو ذلیل اور اس کے معاونین کو پست کیا اور اپنی مخلوق میں سے سیدنا ومولانا محمد ﷺ کو چنا اور منتخب کیا اور آپ ﷺ کے وجود سے ہر وجود کو شرف بخشا اور ہر موجود پر آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلندی عطا کی اور آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اپنے اذن سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا اور آپ ﷺ کو تمام بندوں کی طرف رحمت اور اہل کفر اور عناد کے لیے عذاب بنایا۔

میں حمد کرتا ہوں اللہ کی ان نعمتوں پر جو ان گنت ہیں اور میں شکر کرتا ہوں ان نعمتوں پر جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ شہادت حق اور یقین کی ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے برگزیدہ بندے اور رسول سید المرسلین، امام المتقین خاتم النبین، قائد الغرالمجلین (بروز قیامت چمکدار پیشانیوں والوں کے قائد) اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور صحابہ پر ایسے صلوٰۃ کا نزول فرمائے جو قیامت تک دائمی ہے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد

بندہ جب ابن تیمیہ سے منقول کلام وفتویٰ کے نسخہ سے آگاہ ہوا تو مجھ پر اس کے

کلام سے صراحتاً اس کا بُرا مقصد واضح ہو گیا وہ یہ ہے کہ قبور انبیاء علیہم السلام، دیگر قبور کی زیارت اور اس کی طرف سفر حرام ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ متفقہ طور پر معصیت اور حرام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اس منقولہ قول کے جواب کے لیے شرح صدر عطا فرمایا اور میں نے اس کی بدعت اور گمراہی کو مٹانے کے لیے فی الفور لکھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر آسانی عطا فرمائے۔

اس بات کا لکھنے والا شخص خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کر رہا ہے اور وہ خود جہالت کے طریقہ پر چل رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حق سے ہٹا ہوا اور وہ صحیح راہ پر نہیں رہا، وہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اعلانیہ عداوت اور عناد ظاہر کر رہا ہے ان کی قبور اور دیگر قبور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دے رہا ہے اور وہ اس منقول صحیح روایت کا مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی غلط بات نہ کرو'' (مسلم: ۲۲۶۰)

تو آپ نے مکلفین سے ممانعت کے بعد اس تنگی کو اُٹھا لیا۔

اُصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نہی کے بعد حکم لزوم کا تقاضا کرتا ہے۔ جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس حکم کو مباح اور مستحب قرار دیا جائے آپ ﷺ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ شہدائے اُحد اور بقیع غرقد میں تشریف لے گئے اور یہ ایسا

معاملہ ہے جس کا ائمہ نقل میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو آپ کو اجازت دی گئی اور جب آپ نے اس بارے میں عرض کیا تو قبول کیا گیا۔ (مسلم: ۲۲۵۸)

قائل (ابن تیمیہ) آپ ﷺ کے والدہ کی قبر اور دیگر کی زیارت اور آپ کے اس طرف سفر کو کیا کہے گا؟ اگر وہ اسے تحریم پر محمول کرتا ہے تو یہ خود گمراہ اور کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جواز یا استحباب پر محمول کرتا ہے تو اس پر حجت لازم آئے گی اور وہ پتھر کو لقمہ بنا رہا ہے۔

اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک نہیں پہنچتی مگر شرعی احکام پر ان سے استدلال جائز ہے اور ان سے ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنھم کی جماعت سے نقول مسلسل، اسی طرح کبار علماء مجتہدین سے بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس پر شوق دلاتیں ہیں اور اسے مستحب قرار دیتیں ہیں اور اس سفر پر جلدی جانے والے کو قابل رشک بناتیں ہیں حتی کہ بعض نے اسے واجب قرار دیتے ہوئے اور مباح اور مستحب سے اس کے درجہ کو بلند رکھا اور اس پر لوگ قولاً اور عملاً ہمیشہ سے متفق ہیں انہیں اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس راستے کوئی ہٹا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو ائمہ ہدی میں سے ایک ہیں جن کی سیرت اور علوم کی اقتدا کی جاتی ہے ان کے بارے میں ہے کہ وہ نبی مصطفی ﷺ کی طرف قاصد کے ذریعے سلام بھیجتے اور اس چیز کو وفا اور حسن سلوک قرار دیتے۔

اور اس میں مقصود پر دلیل بھی ہے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ سے ہے ''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے''۔

(مسند ابن ابی شیبہ، ۶:۴۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح (مسلم) میں اس آدمی کے بارے میں روایت کیا جو اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے سفر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے راستے میں کھڑا ہوتا ہے اور اس زیارت کرنے والے کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بھائی کی زیارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ''ایک آدمی جب دوسرے دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو کھڑا کرتا ہے جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس قریہ میں میرا بھائی ہے میں وہاں جا رہا ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ تو بتایا کہ نہیں میں صرف اسے اللہ کی خاطر چاہتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح پیار کرتا ہے جس طرح تو اس بھائی کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے''

(مسلم: ۶۵۴۹)

موطا امام مالک بن انس رضی عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے، میری خاطر بیٹھنے والوں کے لیے میری خاطر ملاقات کرنے، اسی طرح میری خاطر خرچ کرنے والے کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی'' (باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ)

امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں میمون بن سیاہ سے نقل کیا، اس میمون سے بخاری تے روایت لی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ ''کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کے لیے آتا ہے تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو کہ تیرے لیے جنت کی خوشخبری ہو کیونکہ اللہ عزوجل اپنے عرش کی ملکوت میں فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر زیارت کی اور مجھ پر اس کی مہمان نوازی ہے اور ہرگز اللہ تعالیٰ جنت سے کم مہمان نوازی پر راضی نہیں ہوتا'' (حلیۃ الاولیاء، ۳: ۱۲۷)

میرے بھائی، تم نے اپنے بھائیوں کی زیارت کی فضیلت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی صورت میں زیارت کرنے والوں کے لیے تیار رکھی ہے جان لی تو کیا مقام ہوگا اس ذات کی زیارت کا جو ثقلین کے امام اور دارین میں زندہ ہیں جن کی حرمت اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد بھی اسی طرح رکھی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام

اوصاف جمیل عطا کیے ہیں اور آپ ﷺ کی ہدایت کی برکت سے ہی صراط مستقیم کی راہ ملتی ہے اور شیطان رجیم سے ہم محفوظ ہیں۔

اس قائل (ابن تیمیہ) نے یہ ذکر کیا ہے کہ زیارت نبی مصطفےٰ ﷺ کے لیے سفر معصیت ہے اور اس میں نماز کا قصر کرنا حرام ہے یہ امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے جس میں اس نے آئمہ وقت اور کبار علماء کی مخالفت کی ہے اس کی گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اس سفر زیارت اور قتل نفوس کے لیے سفر کے درمیان مساوات پیدا کر دی ہیں اور اس پر اسے برانگیختہ کرنے والی چیز اس کا بُرا عقیدہ اور اُلٹا ذہن ہے یہ اس شخص کی طرح ہے جسے اللہ نے اس کے علم پر اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگائی اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا کہ اس کا دل حق کو دل پر اُترنے والی ظلمت اور قساوت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔

واضح رہے زیارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے بغیر متصور نہیں ہوتی اگرچہ یہ چیز زمین پر چلنے سے ہو یا اڑان سے ہو اس کے بغیر اس کے حصول کو اذہان قبول نہیں کرتے اور اس کا ماننا سوائے بکواس کے کچھ نہیں کیونکہ زائر پر زائر کا اطلاق اس کی حرکت اور انتقال اور اس کی جگہ سے نکلنے اور کوچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے تو قربت کی طرف سفر حرام اور معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مقصد اور مطلوب عظیم طاعت ہے تو زیارت کی طرف سفر کا تعلق طاعات کے باب ذرائع سے ہے جیسے مساجد اور جماعت کے لیے چلنا کاش یہ قائل جان لیتا جو اس کی گفتگو میں خطا اور

پھسلنا ہے اور اس کی گفتگو تضاد اور خلل پر مشتمل ہے تو علماء کے سامنے اپنی بری بات ظاہر نہ کرتا اور اپنے پر پردہ ڈالے رکھتا کیونکہ اس نے متعدد ائمہ سے جواز زیارت نقل کیا جن کی طرف علوم دین میں رجوع کیا جاتا ہے، وہ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہیں اور ان کے مخالف کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اور اس نے عدم جواز نقل (بشرطیکہ اس کی نقل صحیح ہو) یہ اس سے نقل کیا ہے جن پر نہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ اسے قابل التفات (توجہ) سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی اس غلطی اور سرکشی میں اسی قائل کے ساتھ متصل ہوگا اور یہ جرأت ہے انبیاء کے مرتبے پر جو سراسر گھاٹے کا موجب ہے اور آخر کلام میں جو اس نے حرام ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے یہ اس کی سابقہ گفتگو سے متضاد ہے جو اس نے پہلے بات کہی تو یہ اللہ کی قسم اس کی دیوانگی یا اللہ کی طرف سے اس پر کوئی سزا ہے جب اس نے پہلے کبار آئمہ سے خلاف کی تصریح کی تو اس کے بعد اُمت کے اجماع کا دعویٰ کیا۔

قاضی امام عیاض (جن کے علوم کے سمندر سے فیض پایا جا رہا ہے) نے لکھا کہ ”زیارت نبوی ﷺ ایسی سنت ہے جس پر اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی طرف جلدی جانے والے کے لیے رغبت ہے“ (الشفاء، ۲: ۸۷)

پھر اس کے دعوی سے یہ لازم آیا کہ اس کی حرمت و حرام ہونے پر اجماع ہو، صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء مجتہدین اس اجماع کو توڑنے والے ہوں اور حرام کو پختہ کرنے پر مصر اور وہ ایسے فتاویٰ کے مرتکب ہوں جن پہ اقدام جائز نہیں اور

وہ گمراہی پر جمع ہو کر اندھے پن اور جہالت کا شکار ہو جائیں۔

اس قائل کے بہت سے مسائل ہیں جس میں اس نے اجماع کو توڑا ہے ایسے فتاویٰ ہیں جن کے ذریعے اس نے ان چیزوں کو مباح کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (یہ مسئلہ طلاق کی طرف اشارہ ہے) اور یہ تنقیص انبیاء اور مقامات صحابہ اور اولیاء کو کم کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس نے اپنے دعویٰ اور قول میں یقینی طور پر تنقیص انبیاء کی ہے لہذا اس کے خلاف کھڑا ہونا اور شریعت اسلامیہ کی تلوار کا قصد کرنا اور اس کی گفتگو کی وجہ سے جو اس کے جرم پر سزا ہوئی ہے اس پر قائم کرنا انبیاء اور مرسلین کی نصرت ہے تا کہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنے اور دیگر سرکشوں کے لیے زجر و توبیخ بن جائے۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین

8.12.2010 کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

مسجد رحمانیہ شادمان بوقت رات ۱۰:۰۰

یہ ترجمہ مکمل ہوا

# امام مالک رحمہ اللہ سے منقول حکایت

# کے بارے میں ایک اہم تحقیق

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

مترجم تفسیر کبیر

صُفّہ فاؤنڈیشن

# بوقت حاضری ودعا چہرے کا حضور ﷺ کی طرف رکھنا

# واقعہ امام مالک رحمہ اللہ کی حقانیت

# اور اتصال پر دلائل وبراہین

مترجم تفسیر کبیر

## مفتی محمد خان قادری

کی تحقیق انیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکثر اہل علم، محدثین، حفاظ حدیث خصوصاً قاضی عیاض (ت:۵۴۴ھ) اور امام ابوالقاسم بن بشکوال (ت:۵۷۸ھ) نے احترام بارگاہ نبوی ﷺ کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور (ت:۱۵۸) کا امام مالک رحمہ اللہ (ت:۱۷۹) سے مسجد نبوی ﷺ میں مباحثہ ہوا اور اس نے گفتگو کچھ بلند آواز سے شروع کی تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اے بادشاہ! اس مسجد میں آواز بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آپ کی بارگاہ کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ۲۶، الحجرات:۲) | اے ایمان والو! اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ |

اور کچھ لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (پ۲۶، الحجرات:۳) | بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ |

اور کچھ لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (پ۲۶، الحجرات:۴) | بلاشبہ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ |

اور آپ کی عزت وحرمت حالت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اس لیے آپ کی بارگاہ میں اُونچی گفتگو ہرگز مناسب نہیں۔ ابو جعفر نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور آہستہ گفتگو شروع کی اور پوچھا، اے ابو عبد اللہ! (امام مالک کی کنیت) میں بارگاہ نبوی میں حاضری کے وقت

| | |
|---|---|
| أأستقبل القبلة وأدعو أم أستقبل رسول الله ﷺ؟ | کیا میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے؟ |

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| لم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالىٰ يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله | تم ان سے اپنا چہرہ کیسے پھیر سکتے ہو جو تمہارے وسیلہ اور تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز وسیلہ ہونگے بلکہ ان کی طرف منہ کرو اور ان سے شفاعت چاہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے شفاعت کو قبول کرے گا۔ |

اس کے بعد امام مالک نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

| | |
|---|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ۵، النساء:۶۴) | اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں اور رسول ان کی شفاعت کریں تو وہ پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا۔ |

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ- فصل فی تعظیم النبی بعد موتہ،۲،۵۹۵،۵۹۶)

(القربۃ الی رب العالمین بصلاۃ علی محمد سید المرسلین: روایت،۸۴)

اس حکایت سے واضح ہو رہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے آیت قرآن ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا'' کو عموم پر رکھتے ہوئے تا قیامت اُمت مسلمہ پر واضح کر دیا کہ یہ حکم صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تا قیامت یہ فیضان جاری وساری ہے اور یہ بھی اس واقعہ سے آشکار ہو رہا ہے کہ حاضری اور دعا کے وقت وہاں آدمی اپنا چہرہ کعبہ کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی طرف کرے۔

اہل علم نے اس واقعہ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے نقل کر کے اس سے بارگاہ نبوی ﷺ کے مذکور ادب پر استدلال بھی کیا اور یہ بات بھی کہی کہ اس واقعہ کو ایسے جلیل القدر محدثین نے نقل کیا ہے کہ ان کا اسے نقل کر دینا ہی اس کی صحت وثقاہت کے لیے کافی ہے مثلاً امام عزالدین بن جماعہ کنانی (ت: ۷۶۷) نے بھی واقعہ ان دونوں مذکور بزرگوں سے نقل کیا اور لکھا:

| | |
|---|---|
| رواه الحافظان ابن بشكوال ثم القاضی عیاض فی "الشفاء" رحمهما الله تعالیٰ ولا یلتفت الی قول من زعم انه موضوع لهواه الذی اراده | اس واقعہ کو دو حفاظ حدیث ابن بشکوال پھر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں نقل کیا ہے تو اس آدمی کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جس نے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اسے من گھڑت قرار دیا |
| (ہدایۃ السالک۔۳۔۱۳۸۱) | |

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (ت:۱۱۲۲) نے قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھا:

| | |
|---|---|
| واخرجها القاضی عیاض فی "الشفاء" من طریقه عن شیوخ عدة من ثقات مشایخه فمن این انها کذب ولیس فی اسنادها وضاع ولا کذاب | اس حکایت کو قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اپنی سند کے ساتھ اپنے متعدد ثقہ اساتذہ سے نقل کیا تو یہ جھوٹ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضع کرنے والا اور نہ کوئی کذاب راوی ہے۔ |
| (شرح زرقانی علی المواہب۔۱۲۔۱۹۴) | |

گویا اہل علم نے اس پر اعتماد کا اظہار کیا کہ جب ثقہ لوگوں نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے تو یہ کسی طرح بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

## سند کا صحیح ہونا

اہل علم نے اس واقعہ کی سند کو صحیح قرار دیا مثلاً امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے اسی پر ان الفاظ میں گفتگو کی:

| | |
|---|---|
| وفی هذا رد علی ماقاله ابن تیمیة | اس میں اس کا رد ہے جو ابن تیمیہ نے |
| من ان استقبال القبر الشریف فی | کہا کہ قبر انور کی طرف منہ کرنا زیارت |
| الدعاء عند الزیارة امر منکر لم | کے وقت دعائیں ناپسندیدہ عمل ہے |
| یقل به احد ولم یرو الا فی حکایة | اس کا کسی نے قول نہیں کیا اور نہ ہی کسی |
| مفتراة علی الامام مالك یعنی هذه | سے مروی ہے ماسوائے اس حکایت |
| القصة التی اوردها المصنف رحمه | کے جو امام مالک کے حوالہ سے گھڑی |
| الله هنا ولله دره حیث اوردها بسند | گئی ہے اس سے مراد یہی حکایت ہے |
| صحیح وذکر انه تلقاها عن عدة | جو مصنف رحمہ اللہ نے یہاں بیان کی |
| من ثقات مشایخه قوله انها کذب | اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے کہ اس حکایت |
| محض و مجازفة من ترهاته | کو انہوں نے سند صحیح کے ساتھ یہاں |
| (نسیم الریاض۔۳۔۳۸۶) | ذکر کیا اور اسے اپنے متعدد ثقہ مشائخ |
| | سے نقل کیا ابن تیمیہ کا قول کہ یہ حکایت |
| | محض کذب اور خیال ہے یہ اس |
| | کا شیخیاں مارنا ہے۔ |

اسی طرح امام زرقانی مالکی (ت:۱۱۲۲) نے اسی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھا:

ان الحكاية رواها ابو الحسن علي بن فهر في كتابه فضائل مالك ومن طريقه الحافظ ابو الفضل عياض في "الشفاء" باسناد لابأس به بل قيل انه صحيح فمن اين انها كذب وليس في رواتها كذاب ولا وضاع

(شرح زرقانی ۔۱۲۔۲۱۴)

اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں نقل کیا اور ایسی سند سے ابوالفضل قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اپنی سند سے نقل کیا جس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسے صحیح قرار دیا گیا تو یہ جھوٹ کیسے ہوگی جبکہ اس کے راویوں میں نہ کذاب ہے اور نہ وضع کرنے والا۔

امام ابن حجر مکی (ت: ۹۷۴ھ) نے "الجوهر المنظم" میں امام مالک رحمہ اللہ کی اس روایت کے بارے میں لکھا کہ یہ ایسی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جس پر کوئی طعن نہیں، اسی حکایت کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وانكار ابن تيمية لهذه الحكاية عن مالك حتى لاترد عليه انكاره التوسل والتشفع به صلى الله عليه وسلم من خرافاته وتهوره كيف وقد جاءت عنه بالسند الصحيح الذي لا مطعن فيه

(الجوہر المنظم: ۱۵۱)

امام مالک سے اس حکایت کے بارے میں ابن تیمیہ کا انکار کرنا اس کے خرافات اور جسارتوں میں سے ہے تاکہ اس کے آپ ﷺ کے ساتھ وسیلہ اور شفاعت حاصل کرنے کو رد نہیں کیا جائے گا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ امام مالک سے ایسی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جس پر کوئی طعن نہیں۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ (ت:۱۳۵۰) نے بھی اس سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا:

ذکرہ القاضی عیاض فی الشفاء وساقه باسناد صحیح

اس کا ذکر قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں کیا اور اسے اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا۔ (شواہد الحق:۱۱۶)

## سند کا جید ہونا

کچھ اہل علم نے صحیح کی جگہ جید کا لفظ استعمال کیا ہے:

امام سید نور الدین علی بن احمد سمہودی رحمہ اللہ (ت:۹۱۱) نے اس واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

وقال عیاض فی الشفاء بسند جید ان حمید احد الرواۃ عن مالک فیما یظهر

قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں سند جید کے ساتھ ابن حمید سے نقل کیا جو امام مالک کے راویوں میں سے ایک ہے۔ (وفاء الوفاء:۴۔۱۳۷۶)

امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (ت:۹۴۲) نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو نقل کیا:

وروی القاضی بسند جید عن ابن حمید

قاضی عیاض نے ابن حمید سے سند جید کے ساتھ اسے روایت کیا۔ (سبل الہدیٰ والارشاد:۱۲۔۳۹۵)

شیخ محمد علی بن حسین مکی مالکی نے ''تهذیب الفروق'' میں لکھا:

رواها ابن حميد باسناد جيد ورواها القاضي عياض في الشفاء باسناد صحيح رجاله ثقات ليس في اسنادها وضاع ولا كذاب على انها قد عضدت بجريان العمل وبالاحاديث الصحيحة الصريحة في جواز التوسل التي يعضدبعضها بعضاً
(تهذيب الفروق والقواعد السنية في اسرار الفقيهية: ۳_۵۹)

اسے ابن حمید نے سند جید کے ساتھ روایت کیا اور قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں ایسی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند میں نہ کوئی وضع کرنے والا اور نہ جھوٹا ہے علاوہ ازیں اُمت کا عمل اور احادیث صحیحہ واضح طور پر جواز توسل پر ایک دوسرے کی معاون بنتی ہیں۔

علامہ محمد عابد سندھی (ت:۱۲۵۷) نے بھی اس حکایت کی سند کو جید قرار دیا۔
(التوسل واحكامه)

## ابن حُمید کون شخص ہیں؟

یہ مذکورہ حکایت جسے محدثین اور حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک شخصیت کا نام ''ابن حمید'' ہے اس شخص کے بارے میں یہ وضاحت اور تفصیل ضروری ہے کہ یہ کونسی شخصیت ہیں؟ اسے واضح کرنا ضروری اس لیے ہے کہ جب یہ واضح ہو جائے کہ اس راوی پر کوئی طعن نہیں تو آشکار ہو جائے گا کہ یہ حکایت سچی ہے تو آیئے ہم پہلے اس شخصیت کے حوالے سے گفتگو کیے دیتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس حکایت کی سند یوں بیان کی ہے:

حدثنا ابو الحسن علی بن فهر حدثنا ابوبكر محمد بن احمدبن الفرج حدثنا ابو الحسن عبد الله بن المنتاب حدثنا يعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائيل حدثنا ابن حميد

اس کی شرح میں امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے لکھا:

ابن حميد بتصغير ابن حميد بن ثعلبة احد رواة مالك (نسیم الریاض:۴-۴۸۴)

اسے بصورت تصغیر حُمید پڑھا جائے گا یہ امام مالک سے روایت کرنے والوں میں ایک ہیں ان کا نام ابن حمید بن ثعلبہ ہے۔

یعنی یہاں ابن حمید سے وہ شخصیت مراد ہے جن کی کنیت ابن ثعلبہ ہے اور یہ امام مالک کے شاگرد ہیں جب ہم نے اسے تلاش کیا تو خود قاضی عیاض رحمہ اللہ (ت:۵۴۴) اس راوی کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

يقال خالد بن ابی ثعلبةابو حميد مولى حرة اسكندرانی، قال الكندی كان فقيهاً من اصحاب مالك روى عنه هانی بن المتوكل وسعيد بن سابق بن عابد مولده سنة ثلاث عشرة وتوفی سنة تسع وستين ومائة (ترتیب المدارک:۱-۱۷۸)

(مطبوعہ جدید:۳-۶۳)

ان کا نام خالد بن ابی ثعلبہ ابو حمید ہے جو حرہ سکندرانی کے آزاد کردہ ہیں امام کندی لکھتے ہیں کہ یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے فقیہ ہیں ان سے ہانی بن متوکل اور سعید بن سابق بن عابد نے پڑھا ان کی ولادت ایک سو تیرہ اور وفات ایک سو انہتر ہے۔

یعنی یہ ابن ابی ثعلبہ خالد بن حمید ہیں اور یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے بہت بڑے فقیہ ہیں ان کا وصال ۱۶۹ھ جبکہ امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ ہے۔

ڈاکٹر قاسم علی سعد ’’تراجم الفقهاء المالكية‘‘ میں حرف خاء کے تحت لکھتے ہیں:

خالد بن حميد بن ابى ثعلبة ابو حميد المهرى الاسكندرانى الفقيه وقد ينسب الى جده صحب مالك بن انس وروى عن بكر بن عمرو المعافرى والعلاء بن كثير وغيرهم روى عنه هانى بن المتوكل وبقية بن الوليد وعبدالله بن وهب وغيرهم قال الكندى كان فقيهاً من اصحاب مالك ولد سنة ثلاث عشرة وتوفى سنة تسع وستين ومئة

خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابوحمید مہری سکندرانی فقیہ ہیں کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے یہ امام مالک کے شاگرد ہیں اور انہوں نے بکر بن عمرو معافری اور علاء بن کثیر اور دیگر اساتذہ سے پڑھا اور ان سے ہانی بن متوکل بقیہ بن ولید، عبداللہ بن وہب اور دیگر نے حدیث لی، شیخ کندی لکھتے ہیں یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے فقیہ ہیں ان کی ولادت ۱۱۳ھ اور وصال ۱۶۹ھ ہے۔

(جمهرة تراجم الفقهاء المالكيه:۱۔۳۳۹)

اہل علم نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ان کا امام مالک سے سماع ثابت ہے مثلاً قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ’’ترتیب المدارك‘‘ میں لکھا:

قال خالد بن حميد: سمعته يقول : عليك بمجالسة من يزيد في علمك قوله ويدعوك لحال الآخرة فعله واياك ومجالسة من يعللك قوله ويعيبك دينه ويدعوك الى الدنيا فعله

(ترتیب المدارک:۱۔۹۸)

(مطبوعہ جدید:۲۔۶۴)

خالد بن حمید کہتے ہیں میں نے امام مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں کی مجلس لازم ہے جن کا قول تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جن کا فعل تمہیں آخرت کی طرف دعوت دے اور ان لوگوں کی مجلس سے بچو جن کا قول تمہیں خراب و برباد کرے اور تمہارے دین کو عیب ناک کرے اور ان کا فعل تمہیں دنیا کی طرف دعوت دے۔

شفاء السقام، کے محقق شیخ حسین بن محمد علی شکری نے بھی قاضی عیاض کی ترتیب سے اسی عبارت کی طرف یوں اشارہ کیا کہ امام خفاجی نے "نسیم الریاض" (۳:۳۹۷) شرح میں ابن حمید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

ابن حميد بن ابی ثعلبة احد رواة مالك وهو خالد بن حميد بن ابی ثعلبة ابو حميد الاسكندرانی ولد سنة ۱۱۳ھ وتوفی سنة ۱۶۹ھ

ابن حمید بن ابی ثعلبہ ہیں یہ امام مالک کے راویوں میں سے ایک ہیں اور وہ خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابو حمید سکندرانی ہیں جن کی ولادت ۱۱۳ھ اور وصال ۱۶۹ھ ہے۔

قاضی عیاض نے "ترتیب المدارک" (۳۔۶۳) پر امام محمد بن یوسف کندی سے نقل کیا:

كان فقيهاً من اصحاب مالك وقد ذكره القاضي عياض في الطبقة الاولىٰ من اصحاب امام مالك الذين عرفهم بقوله اولاها من كان له ظهور في العلم مدة حياته وقد قاربت وفاته مدة وفاته

(ترتیب المدارک:۳۔۱)

اصحاب مالک میں سے بہت بڑے فقیہ ہیں اور ان کا ذکر قاضی عیاض نے اصحاب مالک کے طبقہ اولیٰ میں کیا جن کی تعریف انہوں نے اپنے ان الفاظ میں کی کہ ان میں سے پہلے وہ جن کے علم کا ظہور ان کی زندگی کے اندر ہی ہو گیا اور ان کی وفات امام مالک کی وفات کی مدت کے قریب ہی ہے۔

اور امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ اور ابن حمید کی وفات ۱۶۹ھ ہے ان کی عمر چھپن سال ہے۔

قاضی عیاض نے "ترتیب المدارک" (۲۔۶۴) پر ابن حمید کا امام مالک سے سماع ذکر کیا اس پر مذکور محقق نے لکھا:

فظهر بحمد الله وحسن توفيقه الصواب فيمن هو ابن حميد وليس الذي عاند ابن عبد الهادي في تعيينه ليوافق شيخه في تكذيب هذه القصة

(حاشیہ شفاء السقام:۳۵۱تا۳۵۲)

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی توفیق سے ابن حمید کے بارے میں درست رائے سامنے آگئی اور یہ وہ راوی نہیں جن کی تعیین میں ابن عبد الہادی نے عناد سے کام لیا تا کہ وہ اس قصہ کو جھوٹا قرار دینے میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کے موافق ہو جائیں۔

یہاں اس چیز کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ شیخ ابن تیمیہ کے متبعین نے ان کی تقلید میں یہاں تک لکھ دیا کہ ''ترتیب المدارك'' میں قاضی عیاض نے ابن حمید کا کوئی تذکرہ کیا ہی نہیں مثلاً ڈاکٹر عبد اللہ بن دجین سہلی نے ابن تیمیہ کی کتاب ''الاستغاثۃ فی الرد علی البکری'' میں اسی بات کو ان الفاظ میں تحریر کیا:

| | |
|---|---|
| هذه الحكاية منقطعة فان محمد بن حميد الرازی لم يدرك مالكاً لا سيما فی زمن ابی جعفر المنصور فان ابا جعفر توفی سنة ۱۵۸ھ وتوفی الامام مالك سنة ۱۷۹ھ وتوفی محمد بن حميد الرازی سنة ۲۴۸ھ ولم يخرج من بلده حين رحل فی طلب العلم الا وهو كبير مع ابيه | یہ حکایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن حمید رازی نے امام مالک کو نہیں پایا خصوصاً ابو جعفر منصور کا دور کیونکہ ابو جعفر ۱۵۸ھ میں فوت ہو گئے اور امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ ہے اور محمد بن حمید رازی ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے جبکہ وہ اپنے شہر سے نہیں نکلے جب انہوں نے طلب علم کے لیے سفر کیا تو وہ اپنے والد کے ساتھ بڑی عمر میں نکلے۔ |

(دیکھئے: قاعدہ جلیلہ: ۱۲۲۔ اوران کا تذکرہ کسی نے بھی تلامذہ مالک میں سے نہیں کیا)

| | |
|---|---|
| وقد قسم القاضی عياض فی ترتيب المدارك الرواة عن مالك الى طبقتين كبری وصغری وعلی حسب البلدان ولم يذكر فيه ابن حميد | قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں امام مالک کے راویوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا طبقہ کبریٰ اور صغریٰ اور شہروں کے متعلق لیکن ان میں ابن حمید کا کوئی تذکرہ نہیں۔ |

(حاشیہ الاستغاثہ: ۲۶۴ تا ۲۶۵)

یہ بات درست ہے کہ محمد بن حمید رازی کا تذکرہ وہاں نہیں ملتا لیکن ابن حمید کا تذکرہ ''ترتیب المدارک'' میں موجود ہے جس کی تفصیل آپ پیچھے ترتیب ہی کے حوالہ جات میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جو ابن حمید یہاں مراد ہیں ان کا نام خالد بن حمید ہے اور وہ امام مالک کے شاگردوں میں شامل ہیں بلکہ بہت بڑے فقیہ اور ان کی امام مالک سے حدیث حاصل کرنے پر تصریح موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے اسی خالد بن حمید سے احادیث منقول ہیں جو انہوں نے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیں مثلاً امام طبرانی کی ''مسند شامیین'' کو ملاحظہ کیجیے اس میں روایت (۱۳۲۶) یوں ہے:

حدثنا خیر بن عرفه المصری، ثنا هانی بن المنصور المتوکل الاسکندرانی، ثنا خالد بن حمید عن مالك بن انس عن سعید المقبری عن ابی هریرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من کانت عنده مظلمة لاخیه من مال او عرض فلیاته فلیتحلله من قبل ان یؤخذ منه ولیس ثم دینار ولا درهم فان کانت له حسنات اخذ من حسناته صاحبه والا اخذ من سیآت

ہمیں خیر بن عرفہ مصری نے انہوں نے ہانی بن منصور متوکل سکندرانی سے انہوں نے خالد بن حمید سے انہوں نے امام مالک بن انس سے انہوں نے سعید مقبری سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر کسی اپنے بھائی کے مالی یا عزت کے حوالہ سے کوئی ظلم ہوگا اسے لایا جائے گا اور اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا وہاں نہ کوئی درہم ہوگا نہ دینار اگر اس کے

لصاحبه فطرحت عليه پاس کوئی نیکیاں ہوئیں تو اس کی نیکیوں میں سے لے کر اس کے بھائی کو دیدی جائیں گے ورنہ اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس آدمی پر ڈال دی جائیں گی

(مسند الشامیین للطبرانی: ۲۔۲۷۳)

## متبعین ابن تیمیہ کا مغالطہ

الغرض یہ چیز اپنے اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ خالد بن حمید، امام مالک کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان سے حدیث پڑھنے پر تصریح موجود ہے لہذا یہ کہنا کہ یہ راوی محمد بن حمید ہیں جن کی وفات ۲۴۸ھ ہے اور خلیفہ ابو جعفر منصور کی وفات ۱۵۸ھ ہے تو اس راوی کی ان سے ملاقات ثابت نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہے یہ بات ہرگز درست ہی نہیں کیونکہ یہ راوی محمد بن حمید نہیں بلکہ خالد بن حمید ہے اس کا تذکرہ آپ تفصیلاً پڑھ چکے ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس حکایت کا رد کرتے ہوئے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے مثلاً ''مجموعة الفتاوی'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ولكن بعض الجهال ينقل هذا عن مالك ويستند الى حكاية مكذوبة عن مالك

بعض جاہلوں نے امام مالک سے اسے نقل کیا اور امام مالک کی طرف جھوٹی حکایت کی نسبت کی۔

آگے چل کر قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ثم ذكر حكاية باسناد غريب منقطع

پھر انہوں نے غریب و منقطع سند سے حکایت ذکر کی۔

اس کے بعد وہ حکایت اور واقعہ نقل کیا اور لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| قلت هذه الحكاية منقطعة فان | میں کہتا ہوں یہ حکایت منقطع ہے |
| محمد بن حميد الرازی لم يدرك | کیونکہ محمد بن حمید رازی نے امام مالک |
| مالكاً لاسيما فی زمن ابی جعفر | کو نہیں پایا خصوصاً ابو جعفر منصور کے |
| المنصور فان ابی جعفر توفي بمكة | زمانہ میں کیونکہ ابو جعفر مکہ میں ۱۵۸ھ |
| سنة ثمان وخمسين ومائة وتوفي | میں فوت ہوئے اور امام مالک ۱۷۹ھ |
| مالك سنة تسع وسبعين ومائة وتوفي | میں اور محمد بن حمید رازی ۲۴۸ھ میں |
| محمد بن حميد الرازی سنة ثمان | فوت ہوئے جبکہ انہوں نے طلب علم |
| واربعين ومائتين ولم يخرج من | کے لیے کوئی سفر نہیں کیا مگر اپنے والد |
| بلده حين رحل فی طلب العلم الا | کے ساتھ جب وہ بڑے ہو گئے ان |
| وهو كبير مع ابيه وهو مع هذا | کے ساتھ ساتھ وہ اکثر محدثین کے |
| ضعيف عند اكثر اهل الحديث | ہاں ضعیف ہیں۔ |

انہیں ابوزرعہ اور ابن وارہ نے کاذب قرار دیا، اور صالح بن محمد اسدی نے کہا، میں نے ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا اسی طرح دیگر محدثین کے اقوال نقل کر کے لکھا:

| | |
|---|---|
| وهذه الحكاية لم يذكرها احد من | اس حکایت کو امام مالک کے معروف |
| اصحاب مالك المعروفين بالاخذ عنه | شاگردوں میں سے کسی نے ذکر نہیں |
| ومحمد بن حميد ضعيف عند اهل | کیا اور محمد بن حمید اکثر محدثین کے |
| الحديث اذا اسند فكيف اذا ارسل | ہاں جب وہ سند کے ساتھ روایت |

حکایة لاتعرف الا من جهة هذا ان ثبت عنه واصحاب مالك متفقون على انه بمثل هذا النقل لا يثبت عن مالك

کریں وہ ضعیف ہیں کیسی صورت ہو گی جب انہوں نے یہ حکایت بطورا رسال اپنی طرف سے بیان کی اگران سے ثابت ہو جبکہ اصحاب مالک اس پر متفق ہیں کہ یہ ایسی نقل امام مالک سے ثابت ہی نہیں۔

(مجموعۃ الفتاوی: ۱۔۱۶۴ تا ۱۶۶)

یہی بات آگے ان کے متبعین نے بھی کی، شیخ ابن عبد الہادی سے لے کر مولانا فضل الرحمٰن بن محمد ازہری تک اس راوی کا یہی نام لیتے اور یہی ان پر جرح وقدح نقل کی اور واضح طور پر کہا کہ یہ حکایت منقطع اور سر سرا جھوٹی ہے۔

لیکن اب آپ نے تفصیلاً یہ چیز ملاحظہ کر لی کہ قاضی عیاض کی بیان کردہ سند میں ابن حمید سے مراد خالد بن حمید ہیں جن کا وصال ۱۶۹ھ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ ہے اور اس سے مراد محمد بن حمید نہیں جو ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

**سوال:** آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ اس ابن حمید سے مراد خالد بن حمید ہی ہیں؟

**جواب:** اس روایت کو تمام اہل علم نے متصل حسن، صحیح اور جید قرار دیا کسی نے بھی اس کے انقطاع کی بات نہیں کی یہ بات تب ہی ثابت ہے جب ابن حمید سے مراد محمد بن حمید نہ ہوں اور کوئی ایسا راوی ہو جس کی امام مالک اور ابو جعفر منصور سے ملاقات ثابت ہو اور وہ خالد بن حمید تو ہو سکتے ہیں محمد بن حمید رازی نہیں ہو سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے ابن حمید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کنیت ابن ثعلبہ ہے یہ کنیت خالد بن حمید کی تو ہے محمد بن حمید رازی کی نہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد خالد بن حمید ہی ہیں جو امام مالک کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

**سوال:** امام احمد خفاجی نے ابن حمید کی کنیت ابن ثعلبہ لکھی حالانکہ خالد بن حمید کی کنیت ابن ابی ثعلبہ ہے؟

**جواب:** آپ پیچھے مالکی علماء کی تصریحات پر نظر ڈالیں تو واضح ہو جائے گا کہ اس راوی کو ان کے دادا اور جد کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

خالد بن حميد بن ابى ثعلبة ابو حميد المهرى الاسكندرانى الفقيه وقد ينسب الى جده صحب مالك بن انس

خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابوحمید مہری سکندرانی فقیہ ہیں کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے یہ امام مالک بن انس کے شاگرد ہیں۔

(جمهرة تراجم الفقهاء المالكيه:۱۔۴۳۹)

یاد رہے ان بارگاہ نبوی ﷺ کے حاضری کے مخالفین کا یہ وطیرہ ہے جب وہ اُمت کے سامنے دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو سرے سے اس روایت کو کذب وجھوٹ قرار دیدتے ہیں مثلاً یہی شکایت امام زرقانی نے یوں کی ہے:

فصار کل ما خالفه عنده کالصائل لایبالی بما یدفعه فاذا لم یجد له شبهة واهیة یدفعه بها بزعمه انتقل الی دعوی انه کذب علی من نسب الیه مجازفة وعدم نصفةوقد انصف من قال فیه علمه اکبر من عقله

(زرقانی: ۱۲_۱۹۵)

جو بھی اس کے مخالف ہو اس پر اس حملہ آور کی طرح ہو جاتا ہے جسے یہ پرواہ نہیں کہ کس چیز سے اس کا دفاع کیا جا رہا ہے جب وہ کوئی شبہ بھی اپنے زعم میں دفاع کر لیے نہیں پاتا تو ایسے دعوی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے وہ محض اندازہ اور عدم انصاف ہے اس کے بارے میں اس شخص نے نہایت ہی انصاف سے کام لیا جس نے کہا کہ اس میں اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے۔

دوسرے مقام پر اسی بات کی تفصیل اپنے الفاظ میں یوں بیان کی:

صار کل ماخالف ما ابتدعه بفاسد عقله عنده کالصائل لا یبالی بما یدفعه فاذالم یجد له شبهة واهیة یدفعه بها بزعمه انتقل الی دعوی انه کذب علی من نسب الیه مباهته ومجازفة

(زرقانی علی المواہب: ۱۲_۲۱۵)

جو چیز بھی اس کے گھڑے ہوئے فاسد عقل کے خلاف ہو اس پر وہ ایسے حملہ آور کی طرح ہو جاتا ہے کہ اسے پرواہ نہیں کہ کس سے اس کا دفاع کیا جائے گا جب وہ اپنے زعم میں کوئی کمزور شبہ بھی دفاع کا نہیں پاتا تو وہ اس دعوئی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف یہ واقعہ منسوب کیا گیا وہ سراسر جھوٹ ہے۔

شفاء کے محقق شیخ حسین محمد علی شکری نے بھی یہی رونا ان الفاظ میں رویا:

وذكر من ردّ على ابن تيمية قوله بان الحكاية كذب فانظر كيف يطلق ابن تيمية الطعن بالكذب على عدة شيوخ ثقات للامام القاضي عياض رحمهم الله تعالىٰ وليس ذلك منه الا لاثبات رأيه وهذا مثل قوله بان احاديث الزيارة موضوعة اومكذوبة ولا حول ولا قوة الا بالله

(حاشیہ شفاء السقام: ۳۲۸)

جن لوگوں نے ابن تیمیہ کے اس قول کا رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ حکایت جھوٹی ہے غور کیجئے ابن تیمیہ نے قاضی عیاض کے متعدد ثقہ اساتذہ پر جھوٹ کا طعن کیسے کر دیا اور یہ صرف اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لیے کیا اور یہ اس کے اس قول کی طرح ہے کہ تمام احادیث زیارت من گھڑت یا جھوٹ ہیں "ولا حول ولا قوة الا بالله"

جس کی طرف اس محقق نے اشارہ کیا ہے کہ وہ احادیث زیارت کو صرف ضعیف ہی نہیں کہتے بلکہ تمام کو موضوع قرار دیتے ہیں حالانکہ انہیں ان کے متعدد اہل علم نے ضعیف قرار دیا۔ شیخ ابوطیب صدیق الحسن بھوپالی (ت: ۱۳۰۷) انہی احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان تلك الاحاديث تكلم فيها اهل الحديث ولم يصح منها الا شيء يسير حكموا عليه ايضاً بالضعف واللين ولا حجة بالضعاف في مثل هذه المسائل

(الدین الخالص: ۳۔۳۶۸)

ان احادیث کے بارے میں محدثین نے گفتگو کی ہے اور ان میں سے تھوڑی سی چیز کے علاوہ کوئی صحیح نہیں اور اس پر بھی انہوں نے ضعف اور کمزوری کا حکم لگایا ہے اور ایسے مسائل میں ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی۔

علامہ محمد بن امیر صنعانی (ت:۱۱۸۲) احادیث زیارت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

واما شد الرحل لمجرد زیارة قبر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ففیه احادیث وان لم تسلم عن المقال فمجموعه ینهض علی الاستدلال علی مشروعیة ذلك وندبه ولم یعارضها نهی الا ما تکلفه ابن تیمیة من اخذه من حدیث "لا تشد الرحال" وقد حققنا لك المنهی عنه ورود النص ببیانه

(مجموع فیہ فتاویٰ ورسائل، مسئلہ شد الرحال:۱۸۴)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے بارے میں احادیث ہیں اگر چہ وہ کچھ گفتگو سے سالم نہیں لیکن ان کا مجموعہ اس سفر کے مشروع اور مندوب ہونے پر استدلال کے لیے کافی ہے اور ان سے کوئی نہی معارض نہیں مگر وہ چیز جو ابن تیمیہ نے بطور تکلف اس حدیث "لاتشد الرحال" سے اخذ کی اور ہم نے تمہارے سامنے اس سے ممنوع چیز کی تحقیق کر دی ہے جس کے بیان کے بارے میں نص وارد ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے دفاع میں "الرد الوافر" جیسی کتاب تحریر کرنے والے حافظ محمد بن عبداللہ بن ناصر الدین دمشقی (ت:۸۴۲) نے احادیث زیارت کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے، احادیث

زیارت پر گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفیما قدمنا الترغیب فی فضل الزیارة التی اقامت بها الامة للدین شعاره فزیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم سنة من سنن اهل الاسلام وهی قربة مجمع علیها وفضیلة مرغب فیها مندوب الیها واحادیثها متعلقات بالقبول والامتثال وان کان فی بعض اسنادها مقال ولا یتکلم فیها بما یردها الا کل مخذول ولا یطعن فیها بالوضع الا کل مرتاب جهول نعوذ بالله من الخذلان والشقاوة والحرمان

(جامع الآثار فی مولد النبی المختار ﷺ: ۶_۳۳۲۶)

ہم نے جو احادیث پیچھے بیان کی ہیں یہ زیارت کی فضیلت میں شوق دلاتی ہیں ان کے ساتھ اُمت نے دین کے شعار کو قائم کیا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت اہل اسلام کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور یہ ایسی قربت ہے جس پر اُمت کا اجماع ہے اور ایسی فضیلت ہے جس پر شوق دلایا گیا اور اسے مستحب قرار دیا اس بارے میں احادیث قبولیت اور بجا آوری سے متعلق ہیں اگرچہ ان کی بعض سندوں میں کچھ گفتگو ہے ان کے رد کرنے کے بارے میں دلیل کے علاوہ کوئی گفتگو نہیں کرتے اور ان پر من گھڑت ہونے کا طعن شکی اور جاہل ہی کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی رُسوائی، شقاوت اور محرومی سے اپنی پناہ عطا فرمائے۔

آپ نے اچھی طرح ملاحظہ کرلیا کہ اس حکایت کو منقطع اور جھوٹ ثابت کرنے کے لیے کس قدر مخالفین نے زور لگایا اور ایسے راوی کو سامنے لایا گیا جس پر محدثین کی جرح ہے اور ان کی امام مالک اور ابو جعفر منصور سے ملاقات ہی ثابت نہیں جبکہ اُمت کے تمام اہل علم نے اس حکایت کو چھان پھٹک کے بعد صحیح، حسن اور جید قرار دیا اور اس حکایت کو متصل اور سچا واقعہ کہا اور اسی سے استدلال کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ حاضری کے وقت دعا میں قبلہ رُخ ہونے کی بجائے آپ ﷺ کی طرف منہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جب امام احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے اس راوی کے بارے میں نشاندہی کردی کہ یہ ابن حمید بن ابی ثعلبہ ہیں یعنی اس سے مراد محمد بن حمید رازی نہیں بلکہ خالد بن حمید مراد ہیں جو امام مالک رحمہ اللہ کے جید تلامذہ میں شامل اور ان سے احادیث پڑھنے والے ہیں اور ان کا وصال ۱۶۹ھ اور جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ ہے، اسی طرح ان دونوں کی آپس میں ملاقات نہایت ہی واضح اور آشکار ہے۔

اس تحقیق کے بعد تو مخالفین کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتے اور آئندہ اس روایت کو منقطع اور جھوٹ قرار نہ دیتے لیکن انہوں نے اب تک وہی وطیرہ اپنا رکھا ہے جو خلاف تحقیق ہے۔

بندہ اُمید کرتا ہے کہ ان معلومات کو فراہم کرنے کے بعد مخالفین اپنے معاملہ پر نظر ثانی کریں گے یا ہمیں ہماری تحقیق میں غلطی سے آگاہ کریں کیونکہ مقصد کسی کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں سرخروئی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین